

6863

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
یا ایھا الذی یؤمنون  
اشاعت نمبر

سلسلہ تراجم نمبر

# اول کتاب

تالیف

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ الحنفی المتوفی ۷۲۸ھ

مترجم

مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی

پبلشر

## الطہلال بکٹا پبلسری

فاروق گنج بیرون شیر نوالہ دروازہ لاہور

۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء

پہلا ایڈیشن



بظہر حقوق محفوظ ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اشاعت نمبر

سلسلہ تراجم نمبر

# اولیٰ کتاب

تالیف

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ الحارثی المنزی

مترجمہ

مولانا عبدالرزاق صاحب مداح طبع آبادی

پبلشر

الحمد للہ  
لال بک سٹریٹ

فاروق گنج بیرون شہر النوالہ دروازہ لاہور

۱۹۵۱ء

مفتی محمد رفیع صاحب مداح

قسم اولیٰ بلدیہ

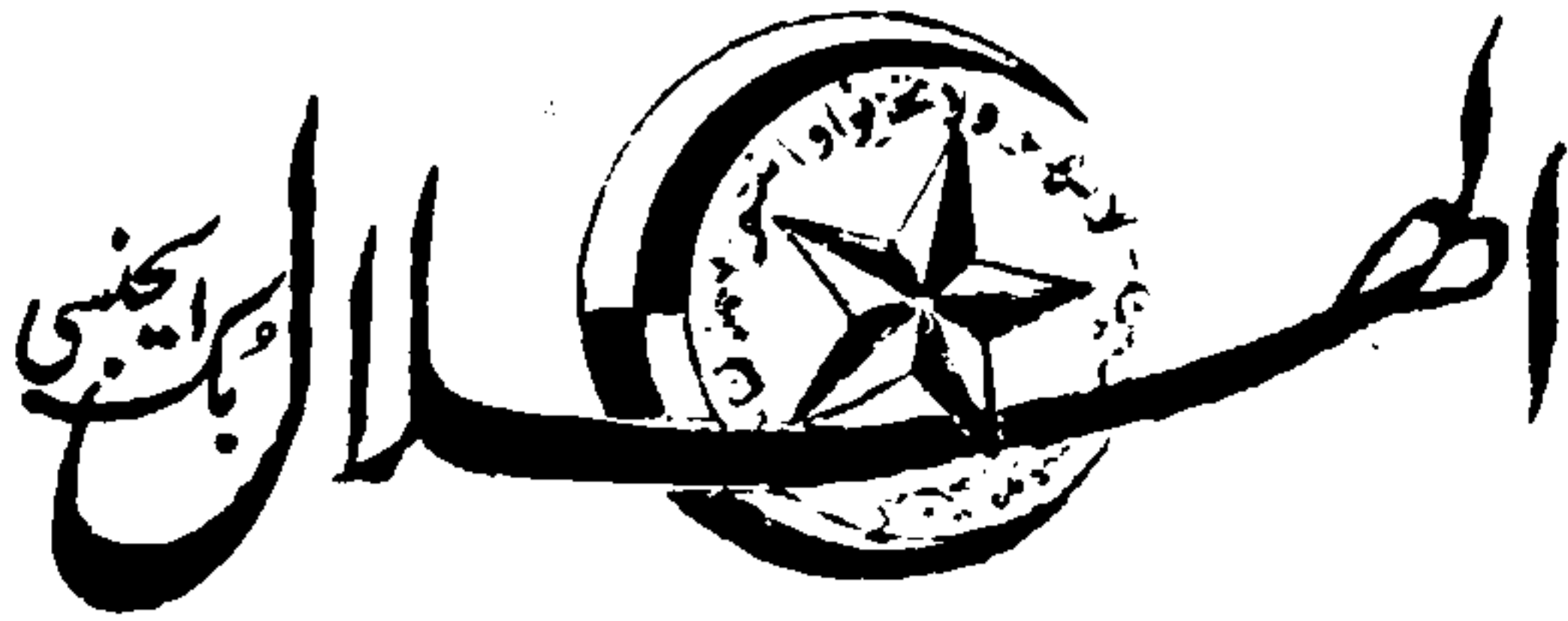
اردو نمبر

دومہ جلد ۶

# جملہ حقوق طبع و اشاعت

ہندوستان اور ریاست ہائے متحدہ کے لئے محفوظ ہیں

135894



کتاب ہذا بہ تعداد ایک ہزار

باجام خان عبدالحنان خاں پرنٹر، لاہور آرٹ پریس مارکلی میں چھپی

اور  
ابوبکر آفندی پبلشر نے دفتر المصالح بک ایجنسی لاہور سے شائع کی

# اعتذار

کتاب الوسیدہ کا دوسرا ایڈیشن، مولانا عبدالرزاق صاحب بیچ آبادی کی نظر ثانی کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ اسوہ حسنہ کے دوسرے ایڈیشن کی طرح اس کتاب کو بھی متعدد ابواب میں تقسیم کر دیا ہے اور ہر باب مختلف فصول میں ترتیب دے کر ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ عناوین مقرر کروائے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کے لئے مزید سہولت و آسانی پیدا ہو جائے۔ اور اگر انھیں کسی وقت کسی خاص مسئلہ کے لئے کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو مطلوبہ مسئلہ کی تلاش میں زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

افسوس کہ جنگ سے پیدا شدہ حالات کی مجبوریوں کے باعث خاطر خواہ و بیز کاغذ دستیاب نہ ہو سکا اور کتاب معرض تعویق میں پڑی رہی۔ اب بھی جو کاغذ ملتا ہے، پہلے ایڈیشن کے کاغذ سے کوئی مقابلہ نہیں رکھتا۔ تاہم ایسے اوقات میں اس طرح کے کاغذ کا ہتیا ہو جانا بھی غنیمت ہے۔ کم از کم اس کے افادہ کا حلقہ وسیع ہوگا۔ ورنہ ایسی ضخیم کتابوں کا موجودہ حالات میں شائع کرنا بے حد مشکل تھا۔

دعا ہے کہ ایزد برتر و توانا، ہمیں اس کار خیر میں بیش از پیش خدمتگزار کی توفیق بخشنے۔ آمین!

محمد عبدالعزیز خاں

۱۰ جون ۱۹۵۱ء

# فہرست مضامین و عناوین کتاب الوسیلہ

تعداد	عنوان	صفحہ	تعداد	عنوان	صفحہ
۱	اعتذار	۲	۱	فہرست مضامین	۲
۲	مقدمہ از مترجم	۲	۲	فصل (۱)	۲
۳	امام ابن تیمیہ اور انکی تصنیف	۱۸	۳	علم کا بحر زخار	۱۸
۴	ان کی نور افشانی	۱۹	۴	ان کی نور افشانی	۱۹
۵	پرنوش دعوت	۲۰	۵	پرنوش دعوت	۲۰
۶	تعمیر اسلام و شرک	۲۱	۶	تعمیر اسلام و شرک	۲۱
۷	شرک و ہجران	۲۲	۷	شرک و ہجران	۲۲
۸	فصل	۱۸	۸	فصل	۱۸
۹	اسلام اور موجودہ مسلمان	۸	۹	اسلام اور موجودہ مسلمان	۸
۱۰	ہندو مسلم اتحاد ممکن ہے	۱۹	۱۰	ہندو مسلم اتحاد ممکن ہے	۱۹
۱۱	ہردو کے شرک میں فرق	۱۹	۱۱	ہردو کے شرک میں فرق	۱۹
۱۲	ناموں کا فرق اور تحقیقات ایک	۱۹	۱۲	ناموں کا فرق اور تحقیقات ایک	۱۹
۱۳	فصل	۲۳	۱۳	فصل	۲۳
۱۴	ناقابل برائت مصیبت	۲۳	۱۴	ناقابل برائت مصیبت	۲۳
۱۵	قتل و دانش کی موت	۲۴	۱۵	قتل و دانش کی موت	۲۴
۱۶	مناخ عزیز کی قربانی	۲۴	۱۶	مناخ عزیز کی قربانی	۲۴
۱۷	ہٹ دھری کی حد ہو گئی!	۲۵	۱۷	ہٹ دھری کی حد ہو گئی!	۲۵
۱۸	فصل	۲۸	۱۸	فصل	۲۸
۱۹	عطا امت اور کاروائے نمایاں	۲۸	۱۹	عطا امت اور کاروائے نمایاں	۲۸
۲۰	تمام تباہیوں پر دلوں کا سبب اصلی	۲۹	۲۰	تمام تباہیوں پر دلوں کا سبب اصلی	۲۹
۲۱	کون مسیبت ہے جو ان کے	۳۰	۲۱	کون مسیبت ہے جو ان کے	۳۰
۲۲	انہوں میں آتی!	۳۱	۲۲	انہوں میں آتی!	۳۱
۲۳	آفت مرہومہ پر تفرقہ افانہ	۳۲	۲۳	آفت مرہومہ پر تفرقہ افانہ	۳۲
۲۴	تائست	۳۳	۲۴	تائست	۳۳
۲۵	ظلم سے سوء کی نقاب کشائی	۳۴	۲۵	ظلم سے سوء کی نقاب کشائی	۳۴
۲۶	فصل	۳۰	۲۶	فصل	۳۰
۲۷	احسان خداوندی	۳۰	۲۷	احسان خداوندی	۳۰
۲۸	خطہ مسنونہ	۳۱	۲۸	خطہ مسنونہ	۳۱
۲۹	بعثت و مشین نبوی	۳۲	۲۹	بعثت و مشین نبوی	۳۲
۳۰	تبلیغ مبلغ نبوی	۳۳	۳۰	تبلیغ مبلغ نبوی	۳۳
۳۱	رہبری دیردی کا مطالبہ خداوندی	۳۴	۳۱	رہبری دیردی کا مطالبہ خداوندی	۳۴
۳۲	نجات آخردی کا راستہ	۳۵	۳۲	نجات آخردی کا راستہ	۳۵
۳۳	مدارج رحمۃ للعالمین	۳۶	۳۳	مدارج رحمۃ للعالمین	۳۶
۳۴	سعادت شفاعت اور وسیلہ تقرب الی اللہ	۳۷	۳۴	سعادت شفاعت اور وسیلہ تقرب الی اللہ	۳۷
۳۵	فصل	۳۰	۳۵	فصل	۳۰
۳۶	افادت شفاعت کے مدارج	۳۰	۳۶	افادت شفاعت کے مدارج	۳۰
۳۷	ایمان و کفر کے درجات	۳۱	۳۷	ایمان و کفر کے درجات	۳۱
۳۸	تخفیف عذاب کا باعث	۳۲	۳۸	تخفیف عذاب کا باعث	۳۲
۳۹	الو طالب کا عذاب	۳۳	۳۹	الو طالب کا عذاب	۳۳
۴۰	گفار کیلئے تاثیر و التوائے عذاب	۳۴	۴۰	گفار کیلئے تاثیر و التوائے عذاب	۳۴
۴۱	مدایت کفار و توسیع رزق	۳۵	۴۱	مدایت کفار و توسیع رزق	۳۵
۴۲	شفاعت اور اطاعت انبیاء	۳۶	۴۲	شفاعت اور اطاعت انبیاء	۳۶
۴۳	قطعہ بستی اور دوزخی	۳۷	۴۳	قطعہ بستی اور دوزخی	۳۷

شماره	عنوان	صفحہ	شماره	عنوان	صفحہ
	<b>فصل</b>			<b>فصل</b>	
	کونسی شفاعت مردود ہے؟	۳۳		شفاعت مشروطہ	۳۷
	مذمت و تکفیر مشرکین	۳۳		حضرت ابراہیم کی دعا	۳۸
۴۵	اعتد و تردید نبوی ﷺ کا حکم	۳۳		نبی اکرم صلعم کی دعا	۳۹
۴۶	حضرت علی کورسول اللہ ﷺ کا حکم	۳۳		حضرت ابراہیم کا عذر	۴۰
	<b>باب ۲</b>			<b>فصل</b>	
	لفظ تو سئل اور اس کا مفہوم	۳۲		حضرت ابراہیم اور آزر کا معاملہ	
	<b>فصل</b>			شفاعت غیر مفیدہ	۴۱
	انکار اور معافی سے گانہ	۳۵		اسوہ ابراہیمی کی پیروی	۴۲
۴۷	منفق علیہ معافی ہر دو	۳۶		<b>فصل</b>	
۴۷	کا فرد مرتد	۳۶		کفار کی مغفرت کیلئے دعا	
۴۸	تیسرے معنی	۳۶		رسول اللہ ﷺ اور آپ کی والدہ	۴۳
	<b>فصل</b>			رسول اللہ اور آپ کے والد	۴۴
	دعا و شفاعت آنحضرت ﷺ	۳۸		رسول اللہ کے دیگر رشتہ دار	۴۵
۴۸	اہل قبلہ کا اتفاق	۳۸		رسول اللہ کا مرنے پر آپس کے	۴۶
۴۹	مدار شفاعت	۳۹		چور کی شفاعت	۴۷
۴۹	شفاعت کس کے شامل حال ہوگی؟	۴۰		<b>فصل</b>	
۴۹	پیش کش خداوندی	۴۰		شفاعت اور منکرین شفاعت	
	<b>فصل</b>			زین و دنیا میں مفید	۴۸
	دین مقبول کی بنیاد	۴۱		اختلاف شفاعت	۴۹
۵۰	بعثت انبیاء کی فرض و غایت	۴۱		منکرین کا غلط استدلال	۵۰
۵۱	عبادت خدائے واحد کی کرو	۴۲		جواب اہل سنت	۵۱
	<b>فصل</b>			<b>فصل</b>	
	مشرکین کا عقیدہ	۴۳		قرآن اور حکم شفاعت	
۵۱	پارش کون برساتا ہے؟	۴۳		شفاعت بمرضات اللہ	۵۲
۵۱	سیخراہماں زمین سورج چاند	۴۴		شفاعت باذن اللہ	۵۳
۵۲	نظام عالمہ جلائے والا؟	۴۵		غیر اللہ شفیع نہیں!	۵۴
۵۲	معبود غیر اللہ کا مطلب	۴۶		ولی و شفیع اللہ ہی ہے!	۵۵
				اختیار شفاعت	۵۶
				حاضری قیامت و پرسش الہی	۵۷
				شفاعت اللہ کے قبضہ میں	۵۸
				نفع اور شفاعت	۵۹
				صریح گمراہی	۶۰

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۶۶	شریعت کی مصلحت	۱۰۱	۵۲	تقرب الی اللہ کی خواہش	۷۷
	<b>فصل</b>		۵۳	آقاؤ غلام کی مثال	۷۸
	<b>زیارت قبور</b>		۵۴	تعمیر اللہ	۷۹
۶۶	شرعی زیارت	۱۰۲		<b>فصل</b>	
۶۷	مخ و جواز نماز جنازہ	۱۰۳		<b>مشرکین کی قبریں اور انکا شرک</b>	
۶۷	سنت متواترہ	۱۰۴		قوم نوح اور قوم ابراہیم	۸۰
۶۷	قبرستان بقیع و شہدائے احد	۱۰۵	۵۵	فرشتوں اور جنوں کی پرستش	۸۱
۶۸	زیارت مشرک	۱۰۶	۵۵	فرشتوں اور شیطانوں میں فرق	۸۲
۶۹	از قبیل شرک و بدعت	۱۰۷	۵۵	جن بمثل انسان	۸۳
۶۹	مور و لعنت و غضب سے بھی	۱۰۸	۵۶	<b>فصل</b>	
۶۹	زیادہ جرم	۱۰۸		<b>خطاب مکہ انبیاء و صلحاء</b>	
۷۰	بیت پرستی کی ابتدا	۱۰۹		بندگان خدا	۸۴
	<b>فصل</b>		۵۶	مشرکین کا انکار شرک	۸۵
	<b>قبر پرستی کی جھوٹی اختراعات</b>		۵۷	قبروں بتوں تصویروں سے التجا	۸۶
۷۰	ابن سینا وغیرہ ملحدوں کے	۱۱۰	۵۷	شرک صریح	۸۷
	مقالات باطلہ		۵۸	غلط استدلال	۸۸
۷۱	نحوہ باللہ من ذالک الخرافات	۱۱۱	۵۰	اجماع امت کے خلاف	۸۹
۷۱	جنوں اور شیطانوں کا دکھائی دینا	۱۱۲	۵۹	عظیم ترین شرک	۹۰
۷۲	شیطانی شعبدے	۱۱۳	۵۹	ممانعت خدا و رسول	۹۱
۷۲	حقیقت معلوم کرنے کے طریقے	۱۱۴	۵۹	گمراہی باتفاق جملہ ائمہ اسلام	۹۲
	<b>فصل</b>		۶۰	<b>فصل</b>	
	<b>شیطانوں کا رسول اللہ کو ستانا</b>			<b>شرک اور نام نہاد منافق و مصالح</b>	
۷۲	جنوں کا حملہ	۱۱۵		منتریں کہیں زیادہ	۹۳
۷۳	نماز میں جن سے سامنا	۱۱۶	۶۰	تواتر اور اجماع دونوں خلاف	۹۴
۷۳	ابلیس کو پکڑ لینا	۱۱۷	۶۱	صحابت تابعین ائمہ اسلام کا عمل	۹۵
۷۳	شیطان پر لعنت	۱۱۸	۶۱	بدعت کی دو قسمیں اور گمراہی	۹۶
	<b>فصل</b>		۶۲	سنت اور اجماع قدیم کے مخالف	۹۷
	<b>شایطین اور عوام الناس</b>		۶۳	اجماع امت سے مقصود	۹۸
۷۵	شیطان پر فتویٰ	۱۱۹		<b>فصل</b>	
۷۶	شیطان کا تختہ و شق	۱۲۰		<b>ممانعت حرمت سید للذریعہ</b>	
	توں بوج ہیں؟			قبروں کو مسجد ٹھہرانا	۹۹
۷۶	شناخت شیطان کی	۱۲۱	۶۳	قبر کو مسجد قرار دینے کے معنی	۱۰۰
۷۶	تدبیر		۶۵		



صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
	<b>فصل ۱۳</b>			<b>فصل ۱۳</b>	
	<b>مخلوقات سے سوال</b>			<b>شیطانی کرشمہ سازیاں</b>	
۹۰	انبیاء و اولیاء کو پکارنا	۱۵۰	۷۷	کعبۃ اللہ دکھائی دینا	۱۲۲
۹۰	مضرت و منفعت	۱۵۱	۷۷	شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا واقعہ	۱۲۳
۹۱	حُرمت و اباحت کی شہادت	۱۵۲	۷۸	دُنیا میں خدا کو دیکھنا	۱۲۳
۹۱	عطا و بخشش اور کفالت و رغبت	۱۵۳	۷۸	رسول اللہ کو بیداری میں دیکھنا	۱۲۵
۹۲	ایک جامع حدیث	۱۵۴	۷۹	اعتراض سے بچنے کی عقلی دلیل	۱۲۶
۹۲	بیت نبوی ﷺ	۱۵۵	۷۹	فرشتہ کی شکل دکھائی دینا	۱۲۷
۹۳	جھاڑ پھونک سے پرہیز	۱۵۶	۷۹	مشرکوں پر ارواح کا نزول	۱۲۸
۹۳	یرقون بجائے یسترقون	۱۵۷	۷۹	شیطان فسق کے مددگار!	۱۲۹
۹۳	حسی اللہ من سوالی علیہ بحالی	۱۵۸	۸۰	سماج موتی کی حکایتیں	۳۰
	<b>فصل ۱۸</b>			<b>فصل ۱۴</b>	
	<b>اثبات عبادت کا حکم شرعی</b>			<b>تصرفات شیطانی</b>	
۹۲	اجابت و منفوری کا سبب	۱۵۹	۸۱	جنوں شیطانوں کا فریب	۱۳۱
۹۲	گناہ دہلنے کے ذرائع	۱۶۰	۸۱	جہنم کی دو قسمیں	۱۳۲
۹۵	دعا سے بھی افضل بات کا حکم	۱۶۱	۸۱	دلی اللہ کا جھوٹا نام دینا	۱۳۳
۹۵	مستحسن و مشروع سوال	۱۶۲	۸۲	علامت ولایت کی دلدل	۱۳۴
۹۶	حضرت ابراہیم کی یادگار دعا	۱۶۳	۸۲	مگرابی کی وجہ	۱۳۵
۹۶	حضرت ابراہیم و اسمعیل پر دو کی دعا	۱۶۴	۸۳	خبیث نفس	۱۳۶
۹۷	غائب کی غائب کے لئے دعا	۱۶۵	۸۳	جمالت کا شکار	۱۳۷
	<b>فصل ۱۹</b>			گرامت اولیاء کا سبز باغ	۱۳۸
	<b>جواز و عدم جواز سوال</b>			بد نصیبی و حرمانی کا موجب	۱۳۹
۹۷	شواہد قرآن	۱۶۶	۸۴	اد نام پرستی کا نتیجہ	۱۴۰
۹۸	کون سوال مباح	۱۶۷	۸۴	رنگ روپ بدل کر ظاہر ہونا	۱۴۱
۹۸	اما السائل فلا تنہر	۱۶۸	۸۵	<b>فصل ۱۵</b>	
۹۸	اکا بر صحاہ اور رسول اللہ	۱۶۹	۸۵	<b>غیر اللہ سے رجوع</b>	
۹۹	حضرت صدیق کا استغفار و توبہ	۱۷۰	۸۶	داخلہ زمرہ مشرکین	۱۴۲
	<b>فصل ۲۰</b>			نام نہاد معبودوں کا عجز	۱۴۳
	<b>دعا معاونہ کی ایک صورت</b>			ملکیت اور شرکت غیرے	۱۴۴
۹۹	انبیاء کے احسان کا معاوضہ	۱۷۱	۸۶	شرک یا ذریعہ شرک	۱۴۵
۱۰۰	صدیق اکبر کا خلوص نیت	۱۷۲	۸۷	<b>فصل ۱۶</b>	
۱۰۱	ہل جزا والا حسان والا حسان	۱۷۳	۸۷	<b>اللہ و خواست دعا و شفا</b>	
۱۰۱	دستور حضرت عائشہ رضی	۱۷۴	۸۸	زندگی میں دعا کی اباحت	۱۴۶
	<b>فصل ۲۱</b>			کتابی کفار و مبتدع مسلمانوں کا شرک	۱۴۷
	<b>دین فطرت اسلام</b>			لاکھ سے دعا کی التجا	۱۴۸
۱۰۲			۸۹	نیار اُمت کی شفاعت	۱۴۹

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۱۱۳	تذکارِ انبی اور اس سے اغراض	۲۰۶	۱۰۲	مقبول ترین دین	۱۷۵
۱۱۳	نصیحت و پیروی	۲۰۷	۱۰۲	الوالعزم انبیاء و کما دین	۱۷۶
۱۱۴	راہنمائی صراطِ مستقیم	۲۰۸	۱۰۲	قدت ابراہیمی	۱۷۷
۱۱۵	صراطِ مستقیم کیا ہے؟	۲۰۹	۱۰۳	اسرائیلی دین	۱۷۸
۱۱۵	طلبِ دعا کا حکم	۲۱۰	۱۰۳	دین موسوی	۱۷۹
	<b>فصل ۲۵</b>		۱۰۳	دین عیسوی	۱۸۰
	<b>فصل ۲۶</b>		۱۰۴	بنیادِ اسلام باختلافِ زمانی	۱۸۱
	<b>فصل ۲۷</b>		۱۰۴	اب مسلمان کون ہے؟	۱۸۲
۱۱۶	قولِ سلف اور بجا و کارِ راستہ	۲۱۱	۱۰۵	رضائے الہی کی طلب	۱۸۳
۱۱۷	حکامِ الہی کو ٹھلانے والوں کی مثال	۲۱۲	۱۰۵	سوال کی تین مضرتیں	۱۸۴
۱۱۷	خدا کی پھٹکار کی دوسری مثال	۲۱۳		<b>فصل ۲۸</b>	
	<b>باب ۳</b>		۱۰۵	صلوات علیہ وسلم و تسلیماً	۱۸۵
	<b>فصل ۲۸</b>		۱۰۵	بجملہ احکام نفعِ امت	۱۸۶
	<b>فصل ۲۹</b>		۱۰۶	رسول اللہ کو تلامذہ	۱۸۷
	<b>فصل ۳۰</b>		۱۰۶	توابعِ بدیہ کرنا	۱۸۸
	<b>فصل ۳۱</b>		۱۰۶	والدین کے لئے دعا	۱۸۹
	<b>فصل ۳۲</b>		۱۰۶	امت کی دعا کے ترغیب	۱۹۰
	<b>فصل ۳۳</b>		۱۰۷	مطلبِ وسیلہ کیلئے شفاعت	۱۹۱
	<b>فصل ۳۴</b>		۱۰۷	دوسری حدیث	۱۹۲
۱۱۸	بدحواسی کی وجہ	۲۱۲	۱۰۷	حضرت عمرؓ سے دعا کی خواہش	۱۹۳
۱۱۸	وسیلہ قرآن میں	۲۱۵	۱۰۸	تسلیتِ درود	۱۹۴
۱۱۹	واجبات و مستحبات کے ذریعہ تقرب	۲۱۶	۱۰۸	فصلتِ وصال	۱۹۵
۱۱۹	خلاصہ کلام		۱۰۸	دنیا و آخرت کی پریشانی دو	۱۹۶
	<b>فصل ۳۵</b>		۱۰۹	رسول اللہ کی پیروی و غایم پیروی	۱۹۷
	<b>فصل ۳۶</b>		۱۰۹	راجحِ مصلحت و راجحِ مفرت	۱۹۸
	<b>فصل ۳۷</b>			<b>فصل ۳۷</b>	
	<b>فصل ۳۸</b>		۱۱۰	مخلوق پر احسان بھی عبادت	۱۹۸
	<b>فصل ۳۹</b>		۱۱۰	امت سے دعا چاہنا	۱۹۹
	<b>فصل ۴۰</b>		۱۱۰	حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری	۲۰۰
	<b>فصل ۴۱</b>		۱۱۰	محرم پر سہ گونہ جرائم	۲۰۱
	<b>فصل ۴۲</b>		۱۱۱	مکارمِ اخلاق	۲۰۲
	<b>فصل ۴۳</b>			<b>فصل ۴۳</b>	
	<b>فصل ۴۴</b>		۱۱۱	فرق مراتب	۲۰۳
	<b>فصل ۴۵</b>		۱۱۲	احسان و ایذا دہی برابر نہیں	۲۰۴
	<b>فصل ۴۶</b>		۱۱۲	حکم نبوی و شیطانی کما ہی	۲۰۵
	<b>فصل ۴۷</b>		۱۱۲	شیطان کی تسبیح	۲۰۶
	<b>فصل ۴۸</b>		۱۱۳	شیطان کی ہم نشینی	۲۰۷
	<b>فصل ۴۹</b>				
	<b>فصل ۵۰</b>				
	<b>فصل ۵۱</b>				
	<b>فصل ۵۲</b>				
	<b>فصل ۵۳</b>				
	<b>فصل ۵۴</b>				
	<b>فصل ۵۵</b>				
	<b>فصل ۵۶</b>				
	<b>فصل ۵۷</b>				
	<b>فصل ۵۸</b>				
	<b>فصل ۵۹</b>				
	<b>فصل ۶۰</b>				
	<b>فصل ۶۱</b>				
	<b>فصل ۶۲</b>				
	<b>فصل ۶۳</b>				
	<b>فصل ۶۴</b>				
	<b>فصل ۶۵</b>				
	<b>فصل ۶۶</b>				
	<b>فصل ۶۷</b>				
	<b>فصل ۶۸</b>				
	<b>فصل ۶۹</b>				
	<b>فصل ۷۰</b>				
	<b>فصل ۷۱</b>				
	<b>فصل ۷۲</b>				
	<b>فصل ۷۳</b>				
	<b>فصل ۷۴</b>				
	<b>فصل ۷۵</b>				
	<b>فصل ۷۶</b>				
	<b>فصل ۷۷</b>				
	<b>فصل ۷۸</b>				
	<b>فصل ۷۹</b>				
	<b>فصل ۸۰</b>				
	<b>فصل ۸۱</b>				
	<b>فصل ۸۲</b>				
	<b>فصل ۸۳</b>				
	<b>فصل ۸۴</b>				
	<b>فصل ۸۵</b>				
	<b>فصل ۸۶</b>				
	<b>فصل ۸۷</b>				
	<b>فصل ۸۸</b>				
	<b>فصل ۸۹</b>				
	<b>فصل ۹۰</b>				
	<b>فصل ۹۱</b>				
	<b>فصل ۹۲</b>				
	<b>فصل ۹۳</b>				
	<b>فصل ۹۴</b>				
	<b>فصل ۹۵</b>				
	<b>فصل ۹۶</b>				
	<b>فصل ۹۷</b>				
	<b>فصل ۹۸</b>				
	<b>فصل ۹۹</b>				
	<b>فصل ۱۰۰</b>				

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
	<b>فصل</b>			<b>فصل</b>	
	خدا کے وعدہ کے حوالہ سے دعا			مذہب امام ابو حنیفہ	
۱۳۵	دعا الہی کا تقاضا	۲۵۰	۱۳۳	"سبحی انبیاء تک در شکرانہ کہنا"	۲۲۵
۱۳۶	سوال اللہ اور نضرہ موتی کی دعا	۲۵۱	۱۳۴	مخلوق کا واسطہ دے کر دعا	۲۲۶
۱۳۶	اصحاب کف کی دعا	۲۵۱		<b>فصل</b>	
۱۳۶	ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دعا	۲۵۲		مَنْ كَانَ خَالِفًا فَلْيَبِئْ بِاللَّهِ	
۱۳۶	عدم جواز استسباب کبیرا	۲۵۳		مخلوق کی قسم شرک و کفر	۲۲۷
۱۳۷	عزت و برکت کے حوالہ سے دعا	۲۵۵	۱۳۳	متفق علیہ مسئلہ	۲۲۸
۱۳۸	غیر متعلق چیز کے حوالہ سے دعا	۲۵۶	۱۳۵	حرام اور مکروہ تنزیہی	۲۲۷
۱۳۸	مختصراً جاہت دعا	۲۵۷	۱۳۶	انبیاء کی قسم محفل شرع	۲۲۸
	<b>فصل</b>			<b>فصل</b>	
	تصفیہ شفاعت ہوگی			لَوْ تَسَمَّيْنَا عَلَى اللَّهِ لَا يَبْرَأَ	
۱۳۸	قبولیت دعا کا درجہ	۲۵۸		حضرت انس رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۲۲۱
۱۳۹	سب سے زیادہ حقدار شفاعت	۲۵۹	۱۳۷	دوسری حدیث	۲۲۲
۱۴۰	فیصلہ شفاعت	۲۶۰	۱۳۸	حضرت براء کا خدا کو قسم دلالت	۲۲۳
	<b>فصل</b>			کنارہ قسم کا قسم	۲۲۴
	خالق و مخلوق کا حق			سوال بحوالہ قسم کبیرا	۲۲۵
۱۴۰	دو مسئلے اور دو فرقے	۲۶۱	۱۳۹	<b>فصل</b>	
۱۴۰	تیسری شفاعت	۲۶۲		قسم دلائی اور دعا کرنے کا فرق	
۱۴۱	خدا کے وعدے پورے ہو کر رہیں گے	۲۶۳		بحوالہ اسما و صفات الہی	۲۲۶
۱۴۱	ایک غلط خیال	۲۶۴	۱۴۰	نیلتہ القدر کی دعا	۲۲۷
۱۴۱	عباد و مجبود کا غلط تصور	۲۶۵	۱۴۰	مقتضائے اسما کے الہی	۲۲۸
	<b>فصل</b>			ابو العزیم انبیاء کی دعائیں	۲۲۹
	شکر گزاری اور ناشکری			مکروہات دعا اور اسوۂ نبوی	۲۳۰
۱۴۲	انسان کا عمل اور نفع نقصان	۲۶۶	۱۴۱	<b>فصل</b>	
۱۴۲	رضا مندی و ناراضگی الہی	۲۶۷		دعا اور شرف قبولیت	
۱۴۲	خدا غنی و تمیذ ہے	۲۶۸		تحمید و تقدیس الہی	۲۳۱
۱۴۳	احسان جتنا نا	۲۶۹	۱۴۲	سمع اللہ لمن حمدہ	۲۳۲
۱۴۴	بھلائی پانے والے لوگ	۲۷۰	۱۴۲	سماح بمعنی اجابت	۲۳۳
۱۴۴	حدیث قدسی	۲۷۱	۱۴۳	ارشاد نبوی	۲۳۴
	<b>فصل</b>			کُلُّ نَعْمَةٍ	۲۳۵
	اہل سنت کا مذہب			مخانی لفظ جمع	۲۳۶
۱۴۵	تسویہ شہادت مابین خالق و مخلوق	۲۷۲	۱۴۳	در شکرانہ بالقرآن کے معنی	۲۳۷
۱۴۶	محبوبات اللہیہ کا وقوع	۲۷۳	۱۴۴	زنی کو تمہیں	۲۳۸
۱۴۶	حکمت اوامر و نواہی	۲۷۴	۱۴۴	عالموں اور ان کے عمل و اعمال	۲۳۹

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۱۵۸	فعل مشرودہ، افضل و ادنیٰ	۳۰۰	۱۴۶	سلف صالح اور جبریم میں فرق	۲۷۵
۱۶۰	حضرت عمرؓ کی اقتدا، لازمی	۳۰۱	۱۴۷	ارسالِ رس و انزالِ کتب	۲۷۶
	<b>فصل ۱۸</b>		۱۴۷	عبادت و احسان	
	<b>عزتِ حرمتِ نبوی بعد از رحلت</b>			جنت بدلہ و معاوضہ نہیں	۲۷۷
۱۶۰	ائمہ پر تہمت	۳۰۲	۱۴۸	بائے مقابلہ و بائے سبب	۲۷۸
۱۶۱	منقولیات از قاضی عیاضؒ	۳۰۳	۱۴۸	اور عمل و ثواب	
۱۶۲	جرح و تعدیل روایت	۳۰۴	۱۴۹	دانائے جنت بفضلِ الہی	۲۷۹
۱۶۴	مذہبِ امام مالکؒ کے مخالف	۳۰۵	۱۴۹	مستحسن سوال اور اجابت	۲۸۰
۱۶۵	مزید تشریح حکایت	۳۰۶	۱۵۰	سوال کا بہترین طریقہ	۲۸۱
۱۶۵	رسول اللہؐ پر سلامہ کا طریقہ	۳۰۷		خلاصہ بحث	۲۸۲
۱۶۶	حجرہ کو پشت پر کرنے کا رواج	۳۰۸		<b>فصل ۱۴</b>	
۱۶۶	منبر کے پاس قبلہ رخ دعا کرنا	۳۰۹		<b>وعدے کے علاوہ خدا پر حق</b>	
۱۶۷	لفظ صلوة اور آیت پر سلام	۳۱۰	۱۵۰	اختلاف علماء	۲۸۳
	<b>فصل ۱۹</b>		۱۵۱	ظلمِ خدا کے حق میں مجال؟	۲۸۴
	<b>زیارتِ روضہ اطہر اور اسکے اوقات</b>		۱۵۱	دوسرا گروہ	۲۸۵
۱۶۷	قبر مبارک پر کھڑا ہونا	۳۱۱		<b>فصل ۱۵</b>	
۱۶۸	اہل مدینہ اور پر دیسی	۳۱۲		<b>بنیاد حق مسئلہ کا استحقاق</b>	
۱۶۸	آن حضرتؐ کی دعا و تلقین	۳۱۳	۱۵۲	سائلوں اور عابدوں کا حق	۲۸۶
۱۶۹	سلام سے پہلے تحیۃ المسجد	۳۱۴	۱۵۲	کسی کے حق سے سوال	۲۸۷
۱۶۹	سلف صالح کا سلام عرض کرنا	۳۱۵	۱۵۳	شرعی سبب و رحمت مفیدہ و غیر مفیدہ	۲۸۸
۱۶۹	خلافتِ مسک سلف	۳۱۶	۱۵۳	محبت و طاعت سے وسیلہ	۲۸۹
۱۷۰	کفار و مشرکین اور ان کے ہم مشرب	۳۱۷	۱۵۴	دعا و شفاعت سے وسیلہ	۲۹۰
۱۷۱	جوازِ سلام	۳۱۸	۱۵۴	رشتہ کے حوالہ سے سوال	۲۹۱
۱۷۱	احادیث متعلقہ زیارتِ قبر	۳۱۹	۱۵۵	رشتہ دار کا حق مرنے کے بعد	۲۹۲
۱۷۱	اور فضیلت صحابہ			<b>فصل ۱۶</b>	
۱۷۱	سفرِ زیارت اور صحابہ کا درجہ	۳۲۰		<b>امام ابو حنیفہؒ کی تشریح</b>	
۱۷۱	زیارت اور نذر و نیت	۳۲۱		مخلوق کے واسطے سے دعا	۲۹۳
۱۷۲	ناوا جب عامل اور صحابہ کا ہم پلہ!	۳۲۲	۱۵۵	مخلوق کے ذریعہ سے سوال	۲۹۴
۱۷۳	شرعی و بدعی زیارت	۳۲۳	۱۵۶	حدیث نابینا نحت نہیں	۲۹۵
۱۷۳	بابین قبری و منبری	۳۲۴	۱۵۶	حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ کا واسطہ	۲۹۶
۱۷۴	قبروں کو مسجد بنانا	۳۲۵	۱۵۷	سوال اور قسم کا امتیاز	۲۹۷
۱۷۴	درود و سلام	۳۲۶	۱۵۷	سوال اور دعا کی عمومیت	۲۹۸
۱۷۵	قبر البقیٰ کو زیارت گاہ بنانا	۳۲۷	۱۵۸	امام مالکؒ کا مذہب	۲۹۹
۱۷۵	دور و نزدیک کا سلام اور درود	۳۲۸		<b>فصل ۱۷</b>	
۱۷۶	امام مالکؒ اور مراد دعا و شفاعت	۳۲۹		<b>رسول اللہؐ کی ذاتِ سو وسیلہ</b>	
۱۷۷	خدا کو مخلوق کے سامنے	۳۳۰			
۱۷۷	سفارشی لانے کی تردید	۳۳۱			
۱۷۸	غلط مفہوم حکایت	۳۳۱			

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۱۹۲	امام ترمذی اور تقسیم احادیث	۳۵۹	۱۷۸	قبر شریف کے پاس جا کر دعا طلب کرنا	۳۳۲
	<b>فصل</b>		۱۷۹	سلف صالح کا رویہ	۳۳۳
	حدیث عبدالمالک بن مارو		۱۷۹	تخلیط روایت بروئے نخت	۳۳۴
۱۹۳	ناقابل مجموعہ حدیث	۳۶۰		<b>فصل</b>	
۱۹۴	مشہور دروغوں کی روایت	۳۶۱		الحاد و زندقہ کی معنوی تشریح	
۱۹۵	خلاف دلالت قرآن	۳۶۲	۱۸۱	فہم شریعت اور غلطی کی بڑی وجہ	۳۳۵
	<b>فصل</b>		۱۸۱	الفاظ اور ان کے خود ساختہ معانی	۳۳۶
	حدیث عبدالرحمن بن زید		۱۸۱	محدث مخلوق، مصنوع	۳۳۷
۱۹۵	حضرت آدم اور دماغ کے معانی	۳۶۳	۱۸۲	عضو و قوائے نفسیہ	۳۳۸
	حاکم پر نکتہ پرسی اور	۳۶۵	۱۸۲	عقل اول اور عقل فعال	۳۳۹
۱۹۶	عبدالرحمن کی تصنیف		۱۸۳	کلام اللہ اور کلام رسول	۳۴۰
	<b>فصل</b>			کا غلط مفہوم	
	صحت صحیح کے مدارج		۱۸۳	لفظ قدیم کی مثال	۳۴۱
۱۹۶	حاکم و دیگر محدثین	۳۶۶	۱۸۳	مثال لفظ کلمہ	۳۴۲
۱۹۷	مسلم و بخاری کا درجہ	۳۶۷	۱۸۵	لفظ ذوی الارحام میں فریب	۳۴۳
۱۹۷	امام مسلم کی غلطیاں	۳۶۸	۱۸۶	لفظ دس سید و شفا عت	۳۴۴
۱۹۸	قاضی عیاض اور گناہ آدم	۳۶۹	۱۸۶	پیر و بشر پر فرس	۳۴۵
۱۹۸	کونسی حدیث دین میں حجت؟	۳۷۰		<b>بسم</b>	
۱۹۹	اختلاف علماء	۳۷۱		مشادہ عا و شفاعت نبوی	
	<b>فصل</b>			اور موضوعات	
	روزہ اور حفظ قرآن والی حدیث			<b>فصل</b>	
۱۹۹	موسیٰ بن عبدالرحمن کا کذب	۳۷۲		کتاب اسانید غیر معتبرہ	
۲۰۰	موسیٰ بن عبدالرحمن المروزی	۳۷۳	۱۸۷	وسیلہ کی تیسری صورت	۳۴۶
	کا متروک ہونا		۱۸۷	عوام کے لئے دھوکا	۳۴۷
۲۰۱	عنایت ترمذی کی روایت	۳۷۴	۱۸۸	دروغ باتوں کی خود ساختہ روایات	۳۴۸
	<b>فصل</b>		۱۸۸	روایات حدیث کے اقسام	۳۴۹
	اسانید جامعین حدیث		۱۸۸	سند امام احمد	۳۵۰
۲۰۱	ذکر داری راوی کی گردن پڑ	۳۷۵	۱۸۹	لامعا بن جوزی کی رائے	۳۵۱
۲۰۱	غرض روایت ہے نہ کہ احتجاج	۳۷۶	۱۸۹	ابوالعلاء کی رائے	۳۵۲
۲۰۲	انکہ حدیث کی غرض و نیت	۳۷۷	۱۸۹	حضرت موسیٰ مدلی نے حضرت اور	۳۵۳
۲۰۲	اسناد الرجال کی پڑتال	۳۷۸		شیخ الاسلام	
	<b>فصل</b>		۱۹۰	جنسوت اور بھول چوک	۳۵۴
	چار آدمیوں والی حدیث		۱۹۰	متوں صحیح اور شرط روایت	۳۵۵
	ایک عجیب ماجرا	۳۷۹	۱۹۱	شریعت کا اعتماد	۳۵۶
۲۰۳			۱۹۱	فضائل اعمال اور وہ جو	۳۵۷
			۱۹۱	جواز عدم جواز اسراہیلیات	۳۵۸

نمبر	عنوان	شماره	صفحہ	عنوان	شمارہ
۲۲۰	شکوہ و مشتبہ بنانے کے وجود اور کہ ایم کے بے معنی ہونے کی دلیل	۲۱۱	۲۰۲	خبر اللہ بن زبیر کی دعا	۲۸۰
			۲۰۳	مسیح کی دعا	۲۸۱
			۲۰۴	سید المرسلین کی دعا	۲۸۲
			۲۰۵	لذیب راوی	۲۸۳
			۲۰۵	تفسیر روایت	۲۸۴
			۲۰۵	نواب حجت نہیں	۲۸۵
	<b>فصل</b>			<b>فصل</b>	
	<b>سنت کا درجہ اور صحابہ کا تعال</b>			<b>تذوین کتب اور عیبہ ماثورہ</b>	
۲۲۱	صحابی کا فعل سنت نہیں	۲۱۲	۲۰۶	صحابی الی دعا اور قبول دعا	۲۸۶
۲۲۲	بعض دلیل القدر صحابہ کے افعال	۲۱۳	۲۰۶	مساکت المروری فی دعا	۲۸۷
۲۲۳	اتباع سنت اور دستور صحابہ	۲۱۴	۲۰۷	قبہ البیت دعا جواز کی دلیل نہیں	۲۸۸
۲۲۳	حقیقت اتباع سنت	۲۱۵	۲۰۷	مساجد و مفاہیم میں شریعت کا فیصلہ	۲۸۹
۲۲۴	سنت نہیں بدعت ہے!	۲۱۶	۲۰۸	شرعی دلیل جواز	۲۹۰
۲۲۴	مخالفت تقلید سازگی کی وجہ	۲۱۷	۲۰۸	سقاہ از علی دلیل جواز نہیں	۲۹۱
۲۲۵	شرعی اصل اور پروردی سنت	۲۱۸	۲۰۸	<b>فصل</b>	
۲۲۵	سنت و شرع گردانے کا حق	۲۱۹	۲۰۸	<b>ابینا والی حدیث کی تحقیق</b>	
۲۲۶	تاواجب لاتباع افعال صحابہ	۲۲۰	۲۰۹	دندھے کی درخواست	۲۹۲
۲۲۷	صحابی کا ذنب کب حجت ہے؟	۲۲۱	۲۰۹	دعا و شفاعت سے وسیلہ	۲۹۳
۲۲۷	عثمان بن حنیف کا تواریح حجت نہیں	۲۲۲	۲۰۹	تذکرہ و معجزات نبوی	۲۹۴
۲۲۸	اجماع اقراری کی واضح مثال	۲۲۳	۲۱۰	تفریق اور علماء کا اختلاف	۲۹۵
۲۲۸	دعا کا وسیلہ فقہانہ کہ ذات کا	۲۲۴	۲۱۰	حدیث کے تمام الفاظ کا احاطہ	۲۹۶
۲۱۸	حدیث اعمی کیوں حجت ہے؟	۲۲۵	۲۱۱	روایت امام بیہقی	۲۹۷
			۲۱۲	روایت امام بیہقی	۲۹۸
			۲۱۳	اختلاف ہردو روایات	۲۹۹
			۲۱۳	عثمان بن حنیف کا فقہ	۳۰۰
			۲۱۴	سنن کب کی روایت	۳۰۱
			۲۱۵	شیب اور ابن عرب کی غلطی	۳۰۲
			۲۱۵	ابو احمد بن عادی کی شہادت	۳۰۳
			۲۱۶	ابن عرب کو اتقان نہ تھا	۳۰۴
			۲۱۶	روح اور شعبہ ہنر از حماد	۳۰۵
	<b>باب</b>			<b>فصل</b>	
	<b>خالق و مخلوق کی قسم پیکر دیکھ کر کرنا</b>			<b>دعا کے نابینا کی موزونیت</b>	
	<b>فصل</b>			روایت بالمعنی اور کلام نبوی	۳۰۶
	<b>انبیاء و صلحا کی قسم دلانا</b>			دعا کرنے وقت اندر سے کی مراد	۳۰۷
۲۲۹	وسیلہ کی تیسری قسم	۲۲۶	۲۱۹	شفاعت و شفاعت کا مفہوم	۳۰۸
۲۳۰	مختلف فیہ مسئلہ	۲۲۷	۲۱۹	مشکل دعا کے لیے ایسا مسئلہ	۳۰۹
۲۳۰	مستوجب سزا نہیں	۲۲۸	۲۲۰	دعا اور شفاعت میں فرق	۳۱۰
۲۳۰	قرآن ذبحی کی قسم	۲۲۹			
	<b>فصل</b>				
	<b>دعا بحوالہ نبی صلعم</b>				
۲۳۱	اجابت دعا کا سبب	۲۳۰			
۲۳۱	اجابت کے منافی سوال	۲۳۱			
۲۳۲	عطیۃ الکوئی اور عابدوں دعا	۲۳۲			
۲۳۲	سائلوں کا حق	۲۳۳			
۲۳۳	تین پارسا ایچا س کی سی دعا	۲۳۳			
۲۳۳	مومنوں کی دعا	۲۳۳			

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۲۴۹	بطلان حدیث کی دوسری وجہ	۲۴۱	۲۴۱	عبداللہ بن مسعود کی دعا	۲۴۵
۲۴۹	سراسر بھونپ ہے	۲۴۲		<b>فصل</b>	
۲۴۹	ہماری اور پہلی امتوں کی شریعت	۲۴۳		<b>مشروعیت دعا اور مجتہد مخلوق</b>	
۲۵۰	استفتاح یعنی طلب فتح و نصرت	۲۴۴		مفروضہ تفریق	۲۴۶
۲۵۰	مختلف فیہ معانی کا جموں	۲۴۵	۲۴۳	مقسم بہ الاصلیہ	۲۴۷
۲۵۰	تختہ کی کا افسانہ غیر معروف	۲۴۶	۲۳۵	ذرا کی قسم اور ہماری قسم کا فرق	۲۴۸
۲۵۱	شہادت قرآن	۲۴۷	۲۳۵	مخلوق کے ذریعہ دعا کا لازمی نتیجہ	۲۴۹
۲۵۲	یہود کی ذلت و خواری از وقت تکذیب مسیح	۲۴۸	۱۳۶	مستلزم آمد و خروج از اسلام	۲۵۰
۲۵۲	مومنین کا غلبہ اور یہود مورد عتاب	۲۴۹	۲۳۶	<b>فصل</b>	
	<b>فصل</b>			<b>مجبوران باطلہ اور ان کا عجز</b>	
۲۵۲	حرام مبارک اور وفات کے بعد			افضلیت اور شرک	۲۵۱
۲۵۲	متحی بہ کا دستور	۲۵۰	۲۳۶	قسم کھانے کا ایک مسئلہ	۲۵۲
۲۵۳	مقربین کا تقرب الی اللہ	۲۵۱	۲۳۷	ازان و قریب	۲۵۳
۲۵۴	اسلام لانے کے بعد کفر	۲۵۲	۲۳۸	خشیت و تقویٰ	۲۵۴
۲۵۴	لا تجعل قبری وثناً	۲۵۳	۲۳۸	رسول اللہ کا دین اور منع کرنا	۲۵۵
۲۵۵	تعریف و ستائش کی ممانعت	۲۵۴	۲۳۹	کفایت صرف اللہ کے لئے	۲۵۶
۲۵۵	اعلان خداوندی	۲۵۵	۲۴۰	خطا و فضل و رغبت کا فرق	۲۵۷
۲۵۶	حضرت صدیقؓ اور رسول اللہ کی بناہ	۲۵۶	۲۴۰	حکومت صرف اللہ کی	۲۵۸
۲۵۶	وفات سے پہلے روز قبل حکم نبوی!	۲۵۷	۲۴۰	شرک کا ادنیٰ شائبہ	۲۵۹
۲۵۶	لائتشد الرجال	۲۵۸	۱۴۱	<b>فصل</b>	
۲۵۷	بندوں پر خدا کا حق	۲۵۹		<b>شفاعت نبوی پر روز قیامت</b>	
۲۵۷				ابارت اور حد منہ زہ	۲۵۰
	<b>فصل</b>			شافع مجتہد ہونے کی وجہ	۲۵۱
۲۵۸	شرک فی التوحید کا معاملہ		۲۴۱	نونوت برضا و اذن الہی	۲۵۲
۲۵۸	سب سے بڑا گناہ	۲۸۰	۲۴۲	آخری نصد اور رجوع الی المقصود	۲۵۳
۲۵۸	توحید اور شرک کی تفریق بالقرآن	۲۸۱	۲۴۲	<b>فصل</b>	
۲۶۰	یک واضح مثال	۲۸۲	۲۴۲	<b>آیت استفتاح کی بحث</b>	
۲۶۰	ظلم عظیم	۲۸۲		دعا اور فتحیابی	۲۵۴
۲۶۱	الماعت اور تقویٰ	۲۸۳	۲۴۳	حسد کے باعث ایثار	۲۵۵
۲۶۱	حبیب اللہ و نعم الوکیل	۲۸۵	۲۴۳	اسلام کی طرف سے اعدا کرنوالی	۲۵۶
	<b>فصل</b>			یہودی ذات کے جو اعدا خانہ کرتے	۲۵۷
۲۶۱	اللہ اور اسکی مخلوق کے درمیان واسطہ			یہود پر لعنت کی وجہ	۲۵۸
۲۶۲	سلف و خلف کا قول	۲۸۶	۲۴۶		
۲۶۲	اللہ اور رسول کی نسبت	۲۸۷	۲۴۷		
۲۶۳	ایمان کی شیریں	۲۸۸			
۲۶۴	خالص توحید کیا ہے؟	۲۸۹			
۲۶۴	رسول کا واسطہ	۲۹۰			
۲۶۵	آیت اور استحقاق شفاعت	۲۹۱	۲۴۸		
۲۶۵	توحید و رسالت کا فرق مراتب	۲۹۲	۲۴۸		
				<b>فصل</b>	
				<b>نسلك بحق محمد النبى الا لى</b>	
				جنت نبیہ و قبیلہ غطفان	۲۵۹
				ضعیف ترین راوی	۲۶۰

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۲۷۸	<b>فصل</b> حکم نبوی سفارش سی شد لال	۵۱۳	۲۶۶	<b>فصل</b> وسیلہ کی اربعہ اقسام مشرکہ	۲۹۳
۲۷۹	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۵۱۵	۲۶۷	وسیلہ کی دو توجیہیں	۲۹۴
۲۸۰	بہان علی و علی اور فتح و اعلیٰ	۵۱۶	۲۶۸	شفاعت نبوی کی دو صورتیں	۲۹۵
۲۸۰	دنیا اور آخرت میں شفیع	۵۱۷	۲۶۹	<b>فصل</b>	۲۹۶
۲۸۰	ایل کبائر کے لئے شفاعت	۵۱۸	۲۷۰	اسلام کی پہلی بنیاد	۲۹۷
۲۸۰	صحابہ زندگی میں درخواست کرنے	۵۱۹	۲۷۱	لا الہ الا اللہ	۲۹۸
۲۸۱	عدم موجودگی میں تعادل صحابہ	۵۲۰	۲۷۲	مشرکین عرب کا عقیدہ	۲۹۹
	<b>فصل</b>		۲۷۳	خدا کی سی محبت کا شرک	۳۰۰
۲۸۲	دعا از جاہ و حرمت نبوی	۵۲۱	۲۷۴	شفیع قرار دینا	۳۰۱
۲۸۲	بھولی حرمت	۵۲۲	۲۷۵	انحاز من دون اللہ	۳۰۲
۲۸۲	حضرت موسیٰ کی وجاہت	۵۲۳	۲۷۶	<b>فصل</b>	۳۰۳
۲۸۲	حضرت عیسیٰ کی عزت و آبرو	۵۲۴	۲۷۷	اسلام کی دوسری بنیاد	۳۰۴
۲۸۳	رسول اللہ کی فضیلت	۵۲۵	۲۷۸	محمد رسول اللہ	۳۰۵
۲۸۳	دربار خداوندی میں لب کشائی	۵۲۶	۲۷۹	از تکاپ بدعت	۳۰۶
۲۸۳	گرمیوں کی مستوجب سزا	۵۲۷	۲۸۰	<b>باب</b>	
۲۸۳	مخلوق کی مخلوق کے پاس سفارش	۵۲۸	۲۸۱	صلحہ کو وسیلہ بنانے کا فتوہ	
	<b>فصل</b>			<b>فصل</b>	
۲۸۵	شکر اور تعظیم ہم قبور	۵۲۹	۲۸۲	جماع صحابہ و زید سیدہ	
۲۸۵	سب سے پہلی دین اسلامی صدیاں	۵۳۰	۲۸۳	استغناء	۵۰۲
۲۸۶	توم نوح اور آغا شکر	۵۳۱	۲۸۴	جو اب شیخ الاسلام	۵۰۳
۲۸۶	شکر کی جزا کا ثنا صحابہ کا عمل	۵۳۲	۲۸۵	اقسام شفاعت	۵۰۴
۲۸۶	ذکر کو زیارت گاہ بنانے کی ممانعت	۵۳۳	۲۸۶	خوارش و منکرین کا عقیدہ	۵۰۵
۲۸۷	وفات سے پہلے روز قبل اعلان نبوی	۵۳۴	۲۸۷	زندگی میں شفاعت صحابہ	۵۰۶
	<b>فصل</b>		۲۸۸	دبنداروں اور شیعوں کی سفارش	۵۰۷
۲۸۸	نابینا والی حدیث پر ایک	۵۳۵	۲۸۹	<b>فصل</b>	
۲۸۸	نبی اکا وسیلہ بنا لینا	۵۳۶	۲۹۰	حقیقت استشفاع و توسل	
۲۸۸	تو پاپ ہے تو دعا کروں؟	۵۳۷	۲۹۱	مستعدی عنہ کا دعا کرنا	۵۰۸
۲۸۹	الفاظ دعا کے نابینا	۵۳۸	۲۹۲	اللہ کو سفارشی بنانا	۵۰۹
۲۹۰	خطبہ نبوی کا ازالہ	۵۳۹	۲۹۳	طلب شفاعت دعا سے نہ لذات سے	۵۱۰
۲۹۰	دونوں سورتوں میں فرق	۵۴۰	۲۹۴	سب اسرئیلی و گمراہی	۵۱۱
۲۹۰	نبی سے واسطہ کے معنی	۵۴۱	۲۹۵	رسول کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت	۵۱۲
۲۹۱	دونوں احادیث کا تطابق	۵۴۲	۲۹۶	ایل علم و ادب امر کی اطاعت	۵۱۳
۲۹۱	صحابہ کا عمل خلاف شرع نہیں	۵۴۳	۲۹۷		
	<b>فصل</b>		۲۹۸		
۲۹۲	فقہاء صحابہ اور مسئلہ طلب دعا	۵۴۴	۲۹۹		



صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
	<b>فصل ۱۲</b>			<b>فصل ۹</b>	
	وسیلہ کی تین صورتیں		۲۹۲	آنحضرت کی زندگی میں دعا کی التجا	۵۳۰
۳۰۸	وسیلہ چاہنے کا مطلب	۵۶۹	۲۹۲	مؤمن سے طلب دعا مشروع ہے	۵۳۱
۳۰۸	وسیلہ کا دوسرا نام	۵۷۰	۲۹۲	انت سے عاجز بننا طلب جنت نہیں	۵۳۲
۳۰۹	کون وسیلہ سود مند نہیں	۵۷۱	۲۹۲	ہمارے ثواب کے برابر ثواب آپ کو	۵۳۳
۳۱۰	اعظم ترین سبب قبولیت دعا	۵۷۲	۲۹۳	ثواب پہنچ کرنا	۵۳۴
۳۱۰	وسیلہ بنانے کا مقصود	۵۷۳	۲۹۳	ستر ہزار کا داخلہ جنت	۵۳۵
۳۱۰	آخری فیصلہ	۵۷۴	۲۹۵	غیر حاضر کے لئے دعا	۵۳۶
۳۱۱	تسألونہم والارحام	۵۷۵	۲۹۵	بجز خدا کسی سے کچھ نہ مانگو	۵۳۷
۳۱۱	یاد دہانی حقوق	۵۷۶	۲۹۶	پناہ صرف خدا سے	۵۳۸
۳۱۱	حضرت عبداللہ کا واقعہ	۵۷۷	۲۹۶	قیدی کی قیدی سے فریاد کی تمثیل	۵۳۹
	<b>فصل ۱۳</b>		۲۹۷	وجہ مخالفت	۵۴۰
	دُعائے نبوی اور عطیۃ اللہ		۲۹۷	دارالتکلیف اور مسائل کی غرض	۵۴۱
۳۱۲	نتیجۃ الاسناد حدیث	۵۷۸		<b>فصل ۱۰</b>	
۳۱۲	پہلی توجیہ	۵۷۹	۲۹۸	شفاعت اور رجوع الی القراء	
۳۱۳	نہم و مقدر کردہ حق	۵۸۰	۲۹۸	مخلوق کو ارباب شہرائے	۵۵۲
۳۱۳	اللہ کا حق بندوں پر بندوں کا	۵۸۱	۲۹۹	پر ثواب کے کفر	
	کا اللہ پر			شفاعت ہوگی باذن اللہ	۵۵۳
۳۱۳	جواز دعا اور وجہ جواز	۵۸۲		شرک صریح اور گمراہی	۵۵۴
۳۱۳	دوسری توجیہ	۵۸۳		<b>فصل ۱۱</b>	
۳۱۴	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۵۸۴	۳۰۰	شفاعت حقیقہ و باطلہ	
۳۱۵	وسیلہ سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ	۵۸۵	۳۰۱	شفاعت کی دو قسمیں	۵۵۵
	<b>فصل ۱۴</b>		۳۰۱	موجب گمراہی	۵۵۶
	کس طرح کا سوال درست ہے		۳۰۲	مضرت و شرک کا اندیشہ	۵۵۷
۳۱۶	نیت اور الفاظ دعا	۵۸۶		فتنہ و شرک کا خطرہ	۵۵۸
۳۱۷	ابن مسعود کی دعا	۵۸۷		<b>فصل ۱۲</b>	
۳۱۷	تین ساتھیوں کا قصہ	۵۸۸	۳۰۲	عظیم الشان اصول اسلام	
۳۱۷	ایک نصاریہ کا واقعہ	۵۸۹	۳۰۳	اخلاص اور صوابدید	۵۵۹
۳۱۸	حضرت داؤد کا خدا کو جواب	۵۹۰	۳۰۳	فاروق اعظم کی دعا	۵۶۰
۳۱۸	زندہ و مردہ سے طلب دعا	۵۹۱	۳۰۴	بدعت کی تعریف	۵۶۱
۳۱۸	وسیلہ صحابہ کی اصطلاح میں	۵۹۲	۳۰۴	حضرت عمرؓ کا حجر اسود سے خطاب	۵۶۲
۳۱۸	ناجا نزد وسیلہ اور قسم	۵۹۳	۳۰۴	خدا و رسولؐ کا سوی اللہ سے	۵۶۳
۳۱۹	اسما و صفات الہی سے قسم	۵۹۴	۳۰۵	زیادہ محبوب	
۳۱۹	الوحیفہ اور ابو یوسف کا مسلک	۵۹۵	۳۰۵	زرین اصول	۵۶۳
۳۲۰	بھاری اور خدائی قسم	۵۹۶	۳۰۶	آنحضرتؐ کی دعائیں	۵۶۴
۳۲۰	مخلوق یا خدا کو قسم دلانا	۵۹۷	۳۰۶	غیر اللہ کی قسم شرک ہے	۵۶۴
۳۲۱	کون دعا میں بہتر ہیں؟	۵۹۸	۳۰۷	غیر اللہ سے پناہ مانگنا ناجائز	۵۶۵
۳۲۲	سلف صالح اور متاخرین	۵۹۹	۳۰۷	مشرکانہ تعویذ مسندوں کی مخالفت	۵۶۸

صفحہ	عنوان	شمارہ	صفحہ	عنوان	شمارہ
۳۳۷	حُرمت کلماتِ شکر کیہ	۶۲۱	۳۳۲	آنحضرتؐ کا وسیلہ	۶۰۰
۳۳۷	مکاشفات کے من گھڑت افسانے	۶۲۲		<b>فصل</b>	
۳۳۸	خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا واقعہ	۶۲۳		قبولیتِ دعاء کے اسباب	
۳۳۸	شیطان کی کارستانیاں	۶۲۴		نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود	۶۰۱
۳۳۹	بت کیسے گمراہ کر لیتا ہے؟	۶۲۵	۳۳۲	من صلی علیٰ ذلک صلی اللہ علیہ عشرًا	۶۰۲
۳۳۹	سراسر دہم حقیقتِ شیطان پرستی	۶۲۶	۳۳۳	حدیث شفاعت	۶۰۳
۳۴۰	بت در تیج فریب دہی کا شکار	۶۲۷	۳۳۳	فضیلتِ مؤذن کا درجہ	۶۰۴
۳۴۰	شیطان پرست لوگوں کے عقاید	۶۲۸	۳۳۴	دعا تک مردود نہیں ہوتی؟	۶۰۵
۳۴۱	عربوں میں جنات کا عقیدہ	۶۲۹	۳۳۴	انوکا دنیا سے سبکدوشی	۶۰۶
۳۴۱	تعویذ گندوں کی مانعوت	۶۳۰	۳۳۵	سلوۃ بھی دعا ہے	۶۰۷
۳۴۲	صاحبِ کرامت کا فردِ زندقہ	۶۳۱	۳۳۵	جلب نفع و دفع ضرر	۶۰۸
۳۴۲	شیطانی ارتداد و کنارہ کشی	۶۳۲	۳۰۶	<b>فصل</b>	
۳۴۳	ابن تیمیہ کا مشاہدہ	۶۳۳		زیارتِ قبور اور مدارجِ علو شان	
۳۴۳	شیطانی احوال کے ظہور کی وجہ	۶۳۴		نفل کا پہلا درجہ	۶۰۹
۳۴۳	غیر مسلم و مشرک فرتنے	۶۳۵		نفل کا دوسرا درجہ	۶۱۰
۳۴۳	فریب نظر کرشمے	۶۳۶	۳۳۶	سلام قبور کی دعائے مسنون	۶۱۱
۳۴۳	شیطانی پھلندوں کی گرم بازاری	۶۳۷	۳۳۷	م شروع و غیر مشروع	۶۱۲
۳۴۳	شیطانی احوال کے اجارہ دار	۶۳۸	۳۳۷	حضرت عبداللہؓ اور روضہ اطہر	۶۱۳
۳۴۵	حج شعبہ بازی	۶۳۹	۳۳۸	بجروالوں کی بغزش	۶۱۴
۳۴۵	سفر حج کی مشقیں اور انبیا	۶۴۰	۳۳۸	انہ اربعہ کا مذہب	۶۱۵
۳۴۵	کرمانی حج کا ایک واقعہ	۶۴۱	۳۳۹	امام مالک والی حکایت	۶۱۶
	<b>فصل</b>		۳۳۹	استدلال ابن تیمیہ	۶۱۷
	ذاتِ باری تعالیٰ		۳۳۹	سخت ترین بدعت و معصیت	۶۱۸
۳۴۶	بنیادِ اسلام	۶۴۲	۳۳۹	انکشافِ حقیقت	۶۱۹
۳۴۶	اللہ کا حق	۶۴۳	۳۳۹	میرت سے درخواست	۶۲۰
۳۴۷	رسولؐ کا درجہ	۶۴۴	۳۳۹	اختلافِ عاداتِ حیات و مہلتِ نبویؐ	۶۲۱
۳۴۷	دعاؤں کو قبولیت بخشنا	۶۴۵	۳۳۹	احادیث متعلقہ زیارتِ قبر نبویؐ	۶۲۲
۳۴۷	سب کی حاجت روائی کرنا	۶۴۶	۳۳۹	شہری زیارت کے آداب	۶۲۳
۳۴۸	مالوں کی الحاق پسند کرنا	۶۴۷	۳۳۹	ممنوع طریقہ دعا اور نفل کا تیسرا درجہ	۶۲۴
۳۴۸	بذریعہ رسولؐ احکامات دینا	۶۴۸	۳۳۹	اشتراکِ توسل و توجہ	۶۲۵
۳۴۸	براہِ راست بندوں کو	۶۴۹	۳۳۹	اہل قبور سے استغاثت نہ بطلان	۶۲۶
	جواب		۳۳۹	تمام ادیان سابقہ کی مطابقت	۶۲۷
۳۵۰	ذاتِ اعلیٰ محیط کمال ہے	۶۵۰	۳۳۹	تمام انبیاء کا گروہ ایک ہی گروہ	۶۲۸
۳۵۰	مالک السموات و الارض	۶۵۱	۳۳۹	دینِ فطرتِ اسلام ایک ہی ہے	۶۲۹
۳۵۰	سب سے بے نیاز و یگانہ	۶۵۲	۳۳۹	<b>فصل</b>	
۳۵۱	توحیدِ قوی و عملی	۶۵۳		مزارتِ اقصیٰ کا سب سے بڑا حربہ	
۳۵۱	اللہ کا سب سے بڑا انسان	۶۵۴		بدرجہ اولیٰ نا اجائز	۶۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مقدمہ

(مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی)

## فصل (۱)

امام ابن تیمیہؒ اور ان کی تصنیف

علم کا بحر و ذخار

شیخ الاسلام، علم کا ایک ایسا بحر و ذخار ہیں جس کے کناروں کا پتہ نہیں  
 لگتا۔ مجتہد مطلق، بلکہ علم کے خود مختار شہنشاہ ہیں اور علم کی وسیع مملکت میں جس  
 طرح چاہتے ہیں حکمرانی کرتے ہیں۔ متفقہ میں ہیں کلم اور متاخرین میں ایک ہی  
 اُن جیسا صاحب علم پیدا نہیں ہوا۔ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی  
 نشانی ہیں۔ سید الانبیاء کے معجزوں میں ایک بڑا معجزہ ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی پر روش  
 مینار ہیں۔ جہل کے تاریک سمندر میں علمی جہازوں کے لئے ہدایت کا ستارہ ہیں۔  
 اُمت محمدیہ کا فخر ہیں۔

اُن کی نور افشانی

گمراہوں کے لئے تازیانہ ہیں۔ بدعتیوں پر شمشیر برہنہ ہیں۔ جمود والوں  
 پر برق و ساقفہ ہیں۔ ظالم بادشاہ جس طرح قید خانہ کی اندھیری کوٹھڑیوں میں بند  
 کر کے اس آفتاب کی روشنی کو پھیلنے سے روک نہ سکے، اُسی طرح موت کا بے پناہ  
 بخت بھی قبر میں چھپا کر اُس کی نور افشانی بند نہ کر سکا۔ ابن تیمیہ زندہ ہیں، کیونکہ

ان کی زور و جاہرت لبریز کتابیں، زندہ اور ظہیر گاروں کے لئے آپ حیات کا چشمہ جاری کئے ہوئے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو اس دورِ جہل و ظلمت، شرک و بدعت میں اس کوہِ نور سے روشنی حاصل کریں اور مبارک ہیں وہ جن کے دل ان علوم و معارف کے فہم و ذہن کے لئے کھل جائیں!

### پر جوش دعوت

کتاب "الوسیدہ" محض لفظ "وسیدہ" کی بحث نہیں ہے، بلکہ ایک جامع کتاب ہے۔ توحید کی پر جوش دعوت ہے، شرک کے سر پر جہلک نثر ہے، بدعت و عبود کے نکلے پتیر چھری ہے۔ اہل حق کو اس سے تقویت ہوگی، اہل باطل کو شکست ہوگی، مبتدعین و اہل عبودیت چھپائے پھریں گے۔ اس گندن کے سامنے ان کا کھوٹا سونا رواج نہ پاسکے گا۔ یہ ہیرا جس کانچ پر رکھا جائیگا، ریزہ ریزہ کر ڈالے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الْحَقُّ وَ ذَهَبَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا - (۹ : ۵)

### تمیز اسلام و شرک

اس کتاب سے حلیم ہوگا کہ مسلمان، اسلام کے اصل اصول "توحید" سے کس قدر دور اور بدعت، نہیں، بلکہ خود شرک سے کس قدر نزدیک ہو گئے ہیں۔ حضرت انسؓ، بنی امیہ کے زمانہ میں رویا کرتے تھے کہ عہدِ اول کا دین باقی نہیں رہا۔ اگر ہمارے اس زمانہ کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ کیا ہمیں مشرک قرار نہ دیتے اور ہم انہیں کوئی بُرا نام نہ دیتے؟ کیونکہ اس وقت اور اس وقت کے اسلام میں اب اگر کوئی مشترک چیز باقی رہ گئی ہے تو صرف لفظِ اسلام ہے یا چند ظاہری ورسی عبادتیں ہیں اور وہ بھی بدعت کی آمیزش سے پاک نہیں۔

### ترک و ہجران

کتاب اللہ جیسی آسمان سے اتری تھی، اب تک بے غل و غش ویسی قائم

ہے سنت رسول اللہ بھی مدون و محفوظ مسلمانوں کی باتوں میں موجود ہے، مگر کتنی بڑی بیسی ہے کہ دونوں بچور و متروکہ ہیں، طاقتوں اور مٹاریوں کی زینت ہیں یا گنڈوں تو پیڈوں میں مشعل ہیں مسلمان اپنی تھپی زندگی میں ان سے بالکل آزاد ہیں اور باوجود اذعانے انباغ ان سے مخالف نہیں رہے ہیں!

## فصل (۲)

### اسلام اور موجود مسلمان

### ہندو مسلم اتحاد ممکن ہے

اجیر کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جو حامل قرآن اور علمبردار توحید تھے؟ آنجہانی پنڈت موتی لال نہرو نے اجیر کی کیفیت دیکھ کر کہا تھا: اب تک مجھے شک تھا کہ ہندو مسلمانوں میں اتحاد ہو سکتا ہے، مگر آج یقین ہو گیا کیونکہ ہمارے اور مسلمانوں کے مذہب میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف ناموں ہے، حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔ (۱)

### ہر دو کے شرک میں فرق

اور یہ انہوں نے سچ کہا کیونکہ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے شرک میں اگر کچھ فرق ہے تو ناموں اور طریقوں ہی کا ہے، ورنہ حقیقت تقریباً ایک ہے ہندوؤں کے سامنے ٹھکتے ہیں تو مسلمان قبروں کے سامنے، ہندو، رام و کرشن کی پرستش کرتے ہیں تو مسلمان جیلانی و اجیری کی!

### ناموں کا اختلاف اور حقیقت ایک

یہ کہنا کہ ہم پرستش نہیں کرتے، انہیں خدا نہیں سمجھتے، محض بے معنی ہے،

کیونکہ ہندو بھی اللہ واحد کے سوا کسی کی بھی خدا سمجھ کر پرستش نہیں کرتے اور نہ  
مشرکین عرب کرتے تھے جب کہ اس کتاب میں مفصل مذکور ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تم اپنی  
پرستش کو "پرستش و عبادت" نہیں کہتے کچھ اور نام دیتے ہو، مگر ناموں کے اختلاف  
سے حقیقت تو بدل نہیں سکتی۔

## فصل (۲۷) ناقابل برداشت مُصیبت

### عقل و دانش کی موت

حساس آدمی کے لئے مسلمان مشرکوں کے حالات و خیالات معلوم کرنا ایک  
ناقابل برداشت مُصیبت ہے۔ اس فرقہ میں عقل و نقل دونوں کا کال ہے۔ ایک  
طرف تسلیم کرتے ہیں کہ خدا علام الغیوب ہے، سمیع و بصیر ہے، آسمانوں اور زمینوں  
میں ایک ذرہ بھی اُس سے اوجھل نہیں اور نہ اُس کی مرضی کے بغیر حرکت کر سکتا  
ہے۔ وہ ہم سے دُور نہیں، نزدیک ہے اور اتنا نزدیک کہ اُس سے زیادہ نزدیک  
مکن نہیں، پھر وہ رحمن و رحیم ہے، غفور و عفا ہے، سخی ہے، بے حساب تیار ہے،  
جب بادشاہ نہیں کہ کسی کو اپنے دُور پر آنے نہ دے، اُس کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے،  
اُس کا ہاتھ ہر وقت پھیلا ہے، اُس کا لنگر ہر وقت جاری ہے۔ یہ سب اور اس سے  
زیادہ مانتے ہیں، مگر..... مگر کے آگے عقل و دانش کی موت ہے، انسانیت اور  
انسانی شرافت کا ماتم ہے! مگر کے بعد یہ ہے کہ قبروں کے سامنے جھکنا ضروری ہے!  
مردوں سے منتیں ماننا لازمی ہے! سفارش و شفاعت کے بغیر اُس دربار میں رسائی  
ناممکن ہے! یہ قبر "غوثِ اعظم" کی ہے جو مرجانے کے بعد بھی "غوث" ہیں اور ملک الموت کے

قبض کی ہونی زہنوں کا قبضہ چھین سکتے ہیں! یہ محبوب سبحانی "ہیں" عاشق جانثار"  
کو ضد کر کے مجبور کر دیتے ہیں! یہ "غریب نواز" ہیں اور مرنے پر بھی مٹھیاں بھر بھر  
کے دیتے ہیں۔

متاع عزیز کی قربانی

چنانچہ انسانیت و اسلام کے یہ تمدنی جوق جوق قبروں پر جاتے ہیں، ماتھے  
گھستے ہیں، ناک رگڑتے ہیں اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی شریف النفس  
اور خود دار انسان کسی مخلوق کے سامنے کر نہیں سکتا۔ انسان کے پاس سب سے بڑی  
ذولت اُس کی اپنی "انسانیت" ہے یہ جانتے ہیں اور اس متاع عزیز کو چُونے اور  
ایٹ کے چوتروں پر بڑی بے دردی سے قربان کر آتے ہیں!

ہٹ دھرمی کی حد ہو گئی!

اگر کہا جاتا ہے دیکھو کیا کرتے ہو؟ شریعت نے منع کیا ہے، شرک ٹھیرا یا ہے،  
جہنم سزا بتائی ہے۔ تو جواب میں اعراض و انکار ہے، تاویل و تحریف ہے، شریعت و  
حقیقت کی بحث ہے، ظاہر و باطن کی حجت ہے، وہابی و حنفی کا فرق ہے، قرآن کی  
آیت اور محمد رسول اللہ کی حدیث کے مقابلہ میں حسن بصری، شبلی، جیلانی، چشتی  
کے ملفوظات ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی نے بھی کوئی شرک جائز نہیں رکھا، مگر  
کس سے کہا جائے؟ کان ہوں تو سنیں، آنکھیں ہوں تو دیکھیں، دل ہوں تو سمجھیں:

ان کے پاس دل ہیں مگر اس سے سمجھ بوجھ کا کام نہیں  
لیتے۔ آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے،  
کان ہیں مگر ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ وہ  
(عقل و حواس کا حواس کھو کر) چار پایوں کی طرح ہو گئے  
بلکہ ان سے بھی زیادہ کھونے لگے!

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَا لَهُمْ  
أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَا لَهُمْ آذَانٌ  
لَا يَسْمَعُونَ بِهَا، أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ  
بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔

# فصل (۴)

## علماء اُمت اور کارہائے نمایاں

### تمام تباہیوں بربادیوں کا سبب اصلی

یہ صرف عوام ہی کا حال نہیں کہ جہالت کی وجہ سے معذور کہے جائیں، ان لوگوں کا بھی یہی حال ہے جو اپنے آپ کو نہ پھاڑ پھاڑ کے "علماء اُمت" و "وارث علوم نبوت" اور "انبیائے بنی اسرائیل" کا مشابہ بتاتے ہیں، ایک طرف اسفارِ شریعت کے حامل اور دوسری طرف "حقیقت و طریقت" کے راز داراں ہونے کے مدعی ہیں۔ دراصل یہی لوگ اُمتِ محمدیہ کے لئے اصلی فتنہ اور تمام تباہیوں اور بربادیوں کے اصلی سبب ہیں۔ یہ علماءِ سُواس اُمت کے "فقہی" و "فریسی" و "صدوقی" ہیں، "ہاروت و ہاروت" ہیں، "رؤس الشیاطین" ہیں۔

### کون مُصیبت ہے جو ان کے ہاتھوں نہیں آئی؟

انہی نے شریعت کی تحریف کی ہے، انہی نے کتابِ سنت کا دروازہ مسلمانوں پر بند کیا ہے، انہی نے شریعت و بدعت کی تاریکی پھیلانی ہے، انہی نے اسلام کا نام لے کر اسلام کو مسلمانوں کے دلوں سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ تیرہ سو برس کی پوری تاریخ ہمارے سامنے کھلی رکھی ہے، وہ کون مُصیبت ہے جو ان کے ہاتھوں نہیں آئی؟ وہ کون گمراہی ہے جس کا جھنڈا انہوں نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا نہیں؟ اُمتِ مہرِ جو مہ پر قزاقانہ ناخست!

حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

وہل بدل الدین الا الملوک و احبار سوء و رہبانہا!



الفاظِ سخت ضرور ہیں اور شاید قابلِ مواخذہ بھی ہیں، مگر دل و جگر میں جو گھاؤ پڑے ہیں، اور زیادہ ماتم پر مجبور کرتے ہیں۔ کون انسان ہے جو نہیں کروڑ انسانوں کی یہ بے دروازہ تباہی دیکھے اور خاموش رہے؟ کون مسلمان ہے جو اُمتِ مہرِ مہ پر یہ قزاقانہ تاخت اپنی آنکھوں سے دیکھے اور چپ رہے؟ کیا اس کے بعد بھی انسان دیوانہ نہ ہو جائیگا کہ دن کو رات بتایا جاتا ہے سورج کو کالا ٹیکر کہا جاتا ہے، حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھیرایا جاتا ہے؟ کون مسلمان ہے جس کے دل میں ذرا بھی نورِ ایمان ہو اور شریعت کو ضلالت، سُنّت کو بدعت، ایمان کو کفر، توحید کو شرک اور شرک کو توحید ہونے دیکھے اور جوش سے ابل نہ پڑے؟

علماءِ سُوء کی نقاب کشائی

مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ "کتابِ سُنّت کا فہم ناممکن ہے لہذا اس سے دور رہو، اشخاص کی تقلید واجب ہے لہذا بے چوں و چرا ہمارے پیچھے چلے چلو۔ قبریں اونچی کرو، ٹقے بناؤ، اولیاء سے متنبیں مانو، خدا تک مخلوق کو وسیلہ بناؤ، جو چاہو کرو، بخشے جاؤ گے کیونکہ شفیع المذنبین کی اُمت ہو۔۔۔ یہی دین ہے یہی شریعت ہے، یہی سُنّت ہے! کیا ہم یہ سُنّیں اور خاموش بیٹھے رہیں؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مصلحین اُمت اٹھیں اور علماءِ سُوء کے اس شرِ زمرہ مشہورہ کے پہرہ سے نقاب اُلٹ دیں تاکہ مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان بڑی بڑی ٹکڑیوں کے نیچے شیطان کو سجدہ کرنے والے سر میں اور ان لمبی لمبی گھٹی ڈاڑھیوں کی اوٹ میں کفر و ریا، کی سیاہی چھپی ہوئی ہے!

## فصل (۵)

اجمیری وفد کی تحریک اور مصر میں بدعت

عبرت ناک واقعہ: کیا مسلمان اپنے "عالموں" اور "راہنماؤں" کے سلام و سلاح

کا حال سُننا چاہتے ہیں؛ اچھا ایک مستقل کتاب کا انتظار کریں، یہاں اس مختصر  
 دیباچہ میں گنجائش نہیں۔ تاہم عبرت کے ساتھ یہ واقعہ نوٹ کر لیں کہ اُن کے ایک  
 "مستند عالم" نے جو "صوفی" اور شاید "پیر" بھی ہیں، تحریکِ خلافت کے دوران میں  
 تجویز کی تھی کہ علماء و مشائخ کا ایک وفد مرتب ہو کر اجمیر شریف جائے اور خواجہ  
 صاحب کو اُمت کی ایک ایک مُصیبت سُننا کر فریاد کرے! صرف تجویز ہی نہیں، بلکہ  
 سنا ہے عملاً یہ مولوی صاحب اپنے ہم مشربوں کے ساتھ شدِّ حال کر کے گئے بھی  
 اور مزار پر خوب روئے پیٹے بھی، مگر افسوس وہاں سے کوئی جواب نہ ملا اور بے مُراد  
 لوٹے چلے آئے۔

### خواجہ صاحب کی دستگیری اور رافِع کرشن کی خدائی!

کیا یہی وہ توحید ہے جس کی بنیادیں قرآن نے قائم کی تھیں، جسکی حفاظت  
 کے "علمائے دین" مدّعی ہیں اور جس کے اتباع و تمسک پر مسلمانوں کو ناز ہے؟  
 اگر خواجہ صاحب اُمتِ محمدیہ کو اُس کے مصائب سے نجات دلا سکتے ہیں تو رافِع و  
 کرشن کی خدائی پر مسلمان کیوں مُنہ بناتے ہیں؟ اس اجمیری وفد کی تحریکِ ایوٹ  
 نہ تھی، اخبارات کے کالموں میں علانیہ کی گئی تھی، مگر کسی عالم نے بھی اعلان کرنے  
 والے کی زبان نہ پکڑی کہ یہ شرک ہے، بلکہ بہت سے مولویوں نے تو اس کی تحریراً  
 تائید کی، جیسا کہ اخبارات کے پُرانے فائل گواہ ہیں۔ کیا یہی وہ حفاظتِ دین ہے،  
 جس کا بیڑا ہمارے علماء اُٹھائے ہیں؟ اور اے کاش! ضلالت و بدعت کی  
 حمایتِ علماء کے اسی گروہ میں محدود ہوتی، جسے بدعتی کہا جاتا ہے اور اُس  
 گروہ میں منتقل نہ ہوتی جو اصلاح و تجدّد کا مدّعی ہے!

اظہارِ حق سے مانع: ہیں یہ المناک واقعہ انتہائی رنج و اندوہ کے ساتھ تاریخ

سے فاعتب و ایوانی الابصار۔

لہٰذا کوئی تعجب انگیز نہیں ہماری حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہو چکی ہے کہ کوئی ٹھیس نہیں لگتی!

کے حوالہ اور مسلمانوں کے گوش گزار کرتا ہوں کہ ابھی چند روز کی بات ہے کہ لئک  
جماعت کے ایک تعلیمی مرکز کے شیخ اعظم اور دوسرے مشائخ نے تقریباً داری  
جیسی صریح بدعت "بلکہ شرک کے خلاف فتویٰ دینے سے یہ کہہ کر صاف انکار  
کر دیا کہ موجودہ حالات میں ایسا فتویٰ خلاف مصلحت ہے، کیا یہی طریقہ شریعت  
کی حفاظت کا ہے؟ کیا یہی نیابتِ انبیاء ہے جس کا فرض ہمارے علماء اور اس خوش  
اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں؟  
خود ساختہ پیشوائی کا جنازہ

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان آنکھیں کھولیں اپنے مذہبی پیشواؤں  
کی حقیقت معلوم کریں اور دین کی حفاظت اور شرک و بدعت کے ازالے کے لئے  
خود آگے بڑھیں؟ اسلام میں نہ پایائیت ہے نہ روحانی پیشوائی، وقت آگیا ہے  
کہ یہ خود ساختہ پیشوائی و عبادی بائے تاکہ اللہ کے بندوں کا رشتہ اللہ کے  
دین سے براہ راست استوار ہو جائے۔

کتاب "الوسیلہ" اس مقصد میں معین ہوگی اور مسلمانوں کو بتلے گی کہ  
اسلام کے اصل الاصول، توحید سے ان کے "علماء" نے انھیں کس قدر دور  
قال دیا ہے۔

عبدالرزاق علیح آبادی  
ملکت



## مَقْصِدٌ وَحَسْبٌ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ  
 وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - (٢٥: ٦)  
 قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ  
 كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا، أُولَئِكَ الَّذِينَ  
 يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ  
 وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ، إِنَّ عَذَابَ  
 رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا - (٥٤: ١٤)



# باب

## طالبِ سیدہ ہونے کی خوشنخبتی

### فصل (۱) احسانِ خداوندی

#### خطبہ مسنونہ

الحمد لله حمداً ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونسرد  
بالله من شرورنا نفسنا ومن سيئاتنا، من يهد الله فلا مضل له  
من يضلله فلا هادي له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له  
ان نحمد اعبده ورسوله -

#### بعثت اور مشن نبویؐ

اللہ نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ اسے تمام  
دینوں پر غالب کر دے، و کفی بالله شهيداً (۴: ۱۶۶) قیامت کے قریب  
مشہور و نذیر، داعی الی اللہ اور سر اجا منیر بنا کر بھیجا، اس کے ذریعہ گمراہی کی جگہ ہدایت قائم  
کی، کور چشمی دور کی، کجی اور خمی کو استقامت و درشد سے بدل دیا، اندھی آنکھیں  
بینا کیں، ہرے کان شنوا کئے، بندوں کو کھوں دئے۔

## تسلیغ بلیغ نبوی

پھر خود رسولؐ نے پیغامِ الٰہی ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا، امانت پوری پوری ادا کر دی، امانت کو نصیحت کی، اللہ کی راہ میں مجاہدہ کیا اور اپنے رب کی عبادت پر بھٹکے رہے یہاں تک کہ داعی اجلؑ آگیا (صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما)؛ حق و باطل میں تفریق کی، ہدایت و ضلالت میں تمیز کی، راستی و نارا راستی میں جدائی کی، جنتیوں اور دوزخیوں کے راستے الگ الگ کئے، اولیاء اللہ اور اعداء اللہ میں شناخت پیدا کر دی۔ پس حلال وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے حلال کہا ہے اور حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام بتایا ہے، اور دین حق وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے قائم کر دیا ہے۔

## رہبری و پیروی کا مطالبہ خداوندی

خدا نے رسولؐ کو جن و انس دونوں کی رہبری کے لئے مبعوث کیا ہے اس لئے سب پر فرض ہے کہ آپؐ پر آپؐ کی شریعت پر ایمان لائیں اور ظاہر و باطن میں آپؐ کی پیروی کریں۔ آپؐ پر ایمان اور آپؐ کی اتباع یہی اولیاء اللہ کا راستہ ہے اور یہی وہ "وسیلہ" ہے جس کے چاہنے کا حکم خدا نے اپنے بندوں کو اس آیت میں دیا ہے:

اے وہ جو ایمان لائے، خدا سے ڈرو اور اسی	بِأَيِّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ
کی طرف وسیعہ ڈھونڈو	اسْتَعِزُّوا بِاللَّهِ الْوَسِيلَةَ (۶: ۲۵)

پس وسیلہ صرف اسی خوش نصیب کے لئے ہے جو محمدؐ پر ایمان لائے، آپؐ کی اتباع کرتا اور اس کی ایمان و اتباع کو خدا کے لئے نجات کا وسیلہ بناتا ہے۔

نجاتِ اخروی کا راستہ

اسی ایمان و اطاعت کے ذریعہ وسیلہ چاہنا ہر شخص پر ہر حال میں، ظاہر میں

باطن میں فرض ہے اس کی فرضیت جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھی ویسی ہی آپ کے بعد اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ قیامِ حجت کے بعد مخلوق میں کوئی بھی اس سے مستثنیٰ و مستغنی نہیں، عام اس سے کہ کیسے ہی حالات میں ہو اور کتنے ہی عُذر رکھتا ہو۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے رحمتِ الہی کرامتِ خداوندی اور نجاتِ اخروی کی دولت مل سکتی ہے، اسکے سوا عذابِ ربوبانی سے بچنے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔

### مدارجِ رحمتہ للعالمین

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شفیع الخلائق ہیں، صاحبِ مقام محمود ہیں جس پر تمام اولین و آخرین رشک کریں گے۔ شفیعوں میں کوئی اس درجہ کا نہیں اور بارِ خداوندی میں کوئی اس رتبہ کا نہیں۔ حضرت موسیٰ کے متعلق خدا نے فرمایا: وَكَا نَ عَشَدَّ اَللّٰهُ وَجِيْهًا۔ (۲۳: ۶۹) خدا کے نزدیک معزز ہیں۔ اور حضرت مسیح کے بارے میں فرمایا: وَجِيْهًا فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔ (۳: ۴۵) دنیا و آخرت میں معزز۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اعزاز ملا ہے انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو بھی نہیں ملا۔

سعادۃ شفاعت اور وسیلہ تقرب الی اللہ

لیکن آپ کی شفاعت سے صرف وہی لوگ نفع اٹھائیں گے جن کے حق میں آپ شفاعت و دعا فرمائیں گے۔ پس جس خوش قسمت کو یہ سعادت میسر آ جائیگی وہ آپ کی شفاعت و دعا کو خدا تک اسی طرح وسیلہ بنا یگا جس طرح اس دنیا میں آپ کی اصحاب آپ کی دعا و شفاعت کو وسیلہ پھیرا یا کرتے تھے۔ يَسْتَوِي اَللّٰهُ عَلِيْهِ وَاَعْلٰى اَللّٰهُ وَاَسْمٰى۔ صحابہ رض کے عُرف میں لفظ "توسل" اسی معنی میں استعمال ہوتا تھا۔

# فصل (۲)

## افادات شفاعت کے مدارج

### ایمان و کفر کے درجہات

پھر آپ کی دعا و شفاعت کا وسیلہ صرف حالت ایمان ہی میں مفید ہو سکتا ہے۔ کفار و منافقین کے لئے شفاعت نہیں یہی وجہ تھی کہ آپ کو اپنے چچا پاپ اور دوسرے کفار نیز منافقین کے لئے استغفار کرنے سے منع کر دیا گیا۔ قرآن میں ہے:

مَوَٰءِدِّ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ اَمْ لَكُمْ | اِنَّ كَيْدَ الْبَاطِنِ لَشَدِيدٌ  
تَسْتَغْفِرُ لَكُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ (۶۳:۶۴) | اُنھیں ہرگز نہ بخشے گا۔

لیکن جس طرح تمام مومن ایمان میں مساوی درجہ نہیں رکھتے، اسی طرح تمام کفار کا درجہ بھی برابر نہیں، کسی کا کفر زیادہ ہوتا ہے کسی کا کم۔

### تخفیف عذاب کا باعث

پس جس کا کفر آپ کی امداد و اعانت کی وجہ سے ہلکا ہو گیا، اس کیلئے شفاعت ضرور مفید ہے، مگر صرف تخفیف عذاب میں نہ کلیتہً معافی میں، جیسا کہ صحیح مسلم میں عباس بن عبدالمطلب رض سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ابوطالب کو آپ کی شفاعت کچھ فائدہ پہنچائیگی وہ تو آپ کی حمایت کرتے اور آپ سے محبت رکھتے تھے، فرمایا:

نعم صوفي ضمخناح من نار ولو | ہاں وہ تھوڑی تھوڑی آگ میں سوئے اور آگ  
لا انا لکان فی الدارک الا سفلی من النار | میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری درجہ میں جوتے  
ابوطالب کا عذاب دوسری روایت میں ہے کہ ابوطالب آپ کی حمایت کرتے



مدد کرتے اور آپ کے لئے کرہتے تھے، کیا اس سے انھیں کچھ فائدہ پہنچا؟ فرمایا:  
 نعم : جدتہ فی عمرات من نار | ہاں، میں نے انھیں دوزخ کی گہرائیوں میں پایا اور  
 فاخوجتہ الیٰ شخصاصح - | نکالنے ٹھوڑی ٹھوڑی آگ میں کر دیا۔

نیز مسلم میں ابو سعید رضی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ کی مجلس میں  
 آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر کیا گیا، فرمایا:

لعدۃ تنفسہ شفاعتی یوم القیامۃ | شاید قیامت میں انھیں میری شفاعت کام دے  
 فیجمعن فی شخصاصح من النار یبلغ | اور وہ ٹھوڑی ٹھوڑی آگ میں کر دے جائیں جو ان  
 کعبیہ یغلٰ منها دماغہ - | کہ ٹخنوں تک پہنچے گی اور اس سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۔  
 ہو فرمایا:

ان اھون اھل النار عذاب ابوطالب | اہل جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہوگا،  
 وہو منتعل بنعلین من نار یغلٰ منها | وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہونگے جن سے ان  
 دماغہ - | کا دماغ کھولے گا۔

### کفار کیلئے تاخیر و التوائے عذاب

یہی طرح آپ کی دعا بھی ایسے کفار کے حق میں مفید ہے مثلاً یہ دعا کہ دنیا میں  
 ان پر عذاب جلد نہ اتارا جائے جیسا کہ آپ نے ایک نبی کی حکایت میں فرمایا کہ اس  
 کی قوم نے اسے مارا مگر اس نے یہی کہا:

اللھم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون - | اے خدا، میری قوم کو معاف کر کیونکہ وہ نہیں سمجھتے۔  
 روایت ہے کہ خود آپ نے بھی یہ دعا کی تھی :

اغفر لھم ولا تعجل علیہم العذاب | انھیں معاف کر اور دنیا میں ان پر عذاب میں عجل  
 فی الدنیا - | نہ کر۔

امام بخاری وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا جب احد میں کی تھی جب مشرکوں نے آپ کو زخمی کر دیا تھا

قرآن میں ہے:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ لَسَاءَ  
تَرَكَ عَلَيْهِمْ مِنْ ذَاتِهِ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ  
إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى - (۱۹ : ۶۱)

اگر خدا لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑتا تو رُودے  
زمین پر کوئی ذی شعور بھی نہ چھوٹتا، لیکن وہ انہیں  
ایک مہینہ زمانہ تک چھوڑے رہتا ہے۔

### ہدایت کفار اور توسیع رزق

بعض کفار کی ہدایت دروڑی کے لئے بھی آپ کی دُعا مقبول ہو سکتی ہے،  
جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی ماں کے لئے دُعا کی اور وہ ایمان لے آئیں، اور جیسا کہ قبیلہ  
دوس کے لئے دُعا کی کہ: اللھم اھدنا دوسا و اھدنا بہم (اللہ! دوس کو ہدایت  
دے اور انہیں لے آ)۔ چنانچہ ایسا ہی ہو گیا اور جیسا کہ ابو داؤد میں ہے کہ بعض  
مشرکین نے قحط سالی کی شکایت اور دُعا کے لئے درخواست کی، آپ نے دُعا کی  
اور پانی برس گیا۔

### شفاعت اور اطاعت انبیاء

بالا اذفاق تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ خدا کی درگاہ  
میں سب سے بڑا ہے، کسی مخلوق کا پایہ آپ کے پایہ سے اونچا نہیں اور نہ کسی کی  
شفاعت آپ کی شفاعت سے بڑھ کر ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء کی دُعا  
و شفاعت، ان پر ایمان و اطاعت کی ہم درجہ نہیں کیونکہ ایمان و اطاعت آخرت  
کی سعادت اور عذاب سے کلی نجات مل جاتی ہے۔

### قطعہ جنتی اور دوزخی؟

جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا، اطاعت کرتا اور اسی حال میں  
مرتا ہے، قطعاً جنتی ہے اور جو کوئی رسول کے لئے ہونے دین سے کفر کرتا ہے،  
قطعاً دوزخی ہے۔

## شفاعت مشروطہ

لیکن شفاعت و دعا کا معاملہ اس سے کچھ مختلف ہے، اس سے فائدہ اٹھانا چند شرطوں پر موقوف ہے اور راہ میں متعدد موانع بھی موجود ہیں۔ کفار کی نجات کے لئے شفاعت و دعا محض بے سود ہے اگرچہ شفیع کتنے ہی بڑے درجہ کا کیوں نہ ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر ابراہیم خلیل اللہ سے بڑھ کر کون شفیع ہو سکتا ہے، مگر ان کی شفاعت و دعا کا کیا اثر ہوگا؟

حضرت ابراہیم کی دعا

حضرت ابراہیم نے خود اپنے باپ کے حق میں دعا کی تھی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ | اے رب اقیامت کے دن میری، میرے والدین کی اور مؤمنین کی مغفرت کر۔

یَوْمَ نَعْتَمُ الْجَنَّةَ (۱۴: ۴۱)

ہی الرعم اور محالفت و عار

پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جد امجد (ابراہیم) کی پیروی میں ابو طالب کی مغفرت کے لئے دعا کرنا چاہی، لیکن بعض مسلمانوں نے بھی اپنے کافر رشتہ داروں کے لئے یہی ارادہ کیا، مگر خدا کی طرف سے ممانعت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُمْ أَنَّهُمْ كُفَرَاءٌ | اے نبی اور مؤمنین کی شان سے نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔

أَصْحَابِ الْجَنَّةِ (۱۱۳: ۵)

حضرت ابراہیم کا عذر

پھر ابراہیم کی دعا میں ان کا عذر بیان فرمایا:

مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لَابْنَيْهِ اِبْرَاهِيمَ كَمَا يَفْعَلُ اَبَاؤُكُمْ اِسْتِغْفَارُ سَفَرٍ

الْأَعْنَ تَوْعِدَةٍ وَعَدَّتْهَا آيَاهُ، فَلَمَّا  
تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَدَّأَ  
مِنْهُ، إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ -  
(۱۱۳: ۹)

ایک وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے  
کر لیا تھا، پھر جب انہیں ثابت ہو گیا کہ وہ  
خدا کا دشمن ہے تو اس سے برأت ظاہر کر دی  
ابراہیم بڑی ہی خشیت و حلم والا ہے۔

## فصل (۳) حضرت ابراہیمؑ و آزر کا معاملہ

### شفاعت غیر مہدیہ

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
یلقى ابراہیم اباه "اندر" یوم  
القیامۃ و علی وجہہ قترہ و غبرۃ ،  
فیقول لہ ابراہیم: المراقل لک لا  
تعصی، فیقول لہ ابوہ: فالیوم لا  
اعصیک، فیقول ابراہیم: یارب  
انت وعدتہ ان لا تخزینی یوم بیعتہ  
و ای خزیت الخزی من ابی لا بعد؟ فیقول  
اللہ عزوجل: انی حرمت الجنۃ علی  
الکافرین" تم یہاں نظر ملاحظہ  
جلیک فی نظر فاذا ہو بنایح متالغ  
فیرخذ بقوائمه فیلقی فی النار۔

ابراہیم قیامت میں اپنے باپ آزر سے اس حال  
میں ملے گے کہ اس کے ہرے پر اسی اوٹھک  
چھائی ہوگی۔ ابراہیم اس سے کہیں گے، میں نے تجھ  
سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کر، باجواب  
دیگا اچھا آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کرتا،  
ابراہیم خدا سے عرض کرے گا: اے رب تو نے  
مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے دن  
رسوا نہ کریگا، اس رسوائی سے ہرص کر اور کون  
رسوائی ہوگی؟ خدا فرمائے گا میں نے جنت کافروں  
پر حرام کر دی ہے۔ پھر کہا جائے گا اپنے پاؤں  
کے نیچے دیکھ وہ دیکھیں گے کہ ایک لت پت

بھیڑا ہے، چنانچہ اُس کی ٹانگیں پکڑی جائیں گی اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔  
پس ابراہیم علیہ السلام باوجود اپنے اس بڑے درجہ کے باپ کو نفع نہ پہنچا  
سکے کیونکہ شرک مراثھا۔

### اُسوۂ ابراہیمی کی پیروی

قرآن میں ہے :

ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں میں تمہارے لئے  
اچھا نمونہ ہے، جب انھوں نے اپنی قوم سے  
کہہ دیا کہ ہم تم سے اور خدا کے سوا تمہارے جہود  
سے بری ہیں، ہم تم سے منکر ہو گئے اور تمہارے  
تمہارے درمیان عداوت و دشمنی شروع ہو گئی  
یہاں تک کہ اللہ واحد پر ایمان لے آؤ بھراہیمؑ  
کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں تیرے لئے معفرت  
طلب کروں گا اگر جہ میں خدا کے مقابلہ میں تیرے  
لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا، اے ہمارے رب ابراہیمؑ  
نجھی پر توکل کرتے ہیں، تیری ہی طرف لوٹتے ہیں

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ  
وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ  
إِنَّا بَرَاءٌ مِّنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ  
مِن دُونِ اللَّهِ، كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا  
وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا  
حَتَّىٰ تُوْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَّثَهُ إِلَّا قَوْلَ  
إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا أُسْتَعْفِفُكَ لَكَ  
مَا أَمَرْتُكَ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ،  
رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا  
وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ۔ (۲۱: ۶۰)

اور تیری ہی طرف واپسی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کے  
نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی ہے مگر ان کے اُس وعدہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو  
انہوں نے اپنے باپ سے استغفار کے لئے کر لیا تھا کیونکہ:

خدا سے معاف نہیں کریگا کہ اُس کے ساتھ  
شرک کیا جائے۔

(۸۴: ۲)

# فصل (۴)

## کفار کی مغفرت کے لئے وعاد

### رسول اللہؐ اور آپؐ کی والدہ

یہی ماجرا سید الشفعا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی گزرا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ستأذنت ربی ان استغفر لاتی فلم یأذن لی واستأذنتہ ان اذو قبرھا فأذن لی۔

میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کیلئے استغفار کی اجازت چاہی تو نہ دی، قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو دے دی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے، روئے اور رو لایا پھر فرمایا:

استأذنت ربی ان استغفر لاتی فلم یأذن لی واستأذنتہ ان اذو قبرھا فأذن لی فزور القبور فانھا تنکر الموت۔

میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو نہ دی، قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو دے دی، پس قبروں کی زیارت کرو کیونکہ وہ موت یاد دلاتی ہیں۔

### رسول اللہؐ اور آپؐ کے والد

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: فی النار (دوزخ میں)، وہ افسردہ ہو کر جانے لگا تو بلایا اور فرمایا: ان ابی و اباک فی النار (میرا اور تیرا دونوں کے) باپ دوزخ میں ہیں)۔

## رسول اللہ کے دیگر رشتہ دار

نیز صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب آیت "ذَٰلِذَٰرِعِشْبَرَتِكَ  
الْأَقْرَبِينَ" (۲۶: ۲۱۴) اپنے قریب ترین خاندان کو ڈراؤ، نازل ہوئی تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کیا اور تعہیم و تخصیص کے ساتھ فرمایا:

اسے بنی کعب بن لوی! اپنے کو دوزخ سے  
بچاؤ، اسے بنی مرہ بن کعب! اپنے کو دوزخ  
سے بچاؤ، اسے بنی عبد شمس! اپنے کو دوزخ سے  
بچاؤ، اسے بنی عبد المطلب! اپنے کو دوزخ سے  
بچاؤ، اسے فاطمہ! اپنے کو دوزخ سے بچاؤ کیونکہ  
میں تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

یا بنی کعب بن لوی! انقذوا انفسکم  
من النار، یا بنی مرہ بن کعب! انقذوا  
انفسکم من النار، یا بنی عبد شمس!  
انقذوا انفسکم من النار، یا بنی عبد  
المطلب! انقذوا انفسکم من النار،  
یا بنی عبد المطلب! انقذوا انفسکم  
من النار، یا فاطمة! انقذی نفسك من  
النار، فانی لا املك لكم من الله شيئاً۔

## رسول اللہ کچھ بھی کام نہ آئیں گے

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:

اسے قریش! اپنے کو خدا سے خرید لو، کیونکہ  
میں تمہارے کچھ بھی کام نہ آؤں گا، اسے بنی  
عبد المطلب! میں تمہارے کچھ بھی کام نہ آؤں  
گا، اسے عباس بن عبد المطلب! میں تیرے  
کچھ بھی کام نہ آؤں گا، اسے صفیہ رسول اللہ  
کی چھوٹی! میں تیرے کچھ بھی کام نہ آؤں گا،  
اسے فاطمہ! رسول اللہ کی بیٹی! میرے مال

یا معشر قریش! اشتروا انفسکم  
من الله فانی لا اغنی عنکم من الله  
شيئاً، یا بنی عبد المطلب! لا اغنی عنکم  
من الله شيئاً، یا عباس بن عبد المطلب!  
لا اغنی عنک من الله شيئاً، یا صفیة  
عمة رسول الله! لا اغنی عنک من الله  
شيئاً، یا فاطمة بنت رسول الله! سلین

من مالی ما شئت لا اغنی عنک  
من اللہ شیئا۔

میں سے جو چاہ مانگنے لے مگر خدا کے ہاں میں  
تیرے کچھ بھی کام نہ آؤں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آیت "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ  
الْأَقْرَبِينَ" (۱۵: ۱۵) نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور فرمایا:

یا فاطمة بنت محمد، یا صفیة بنت  
عبد المطلب، یا بنتی عبد المطلب،  
لا املك کم من اللہ شیئا، سلونی  
من مالی ما شئت۔

اے فاطمہ بنت محمد کی بیٹی، اے صفیہ بنت عبد المطلب  
کی بیٹی، اے ابی عبد المطلب، میں خدا کے  
ہاں تمہارے کچھ بھی کام نہ آؤں گا، میرے مال  
میں سے جو چاہا ہو مجھ سے مانگو۔

چوری کی شفاعت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان پہنچے  
دینے کھڑے ہوئے، غلول (ہاں غنیمت کی چوری) کا ذکر کیا اور اُس کے معاملہ کو  
بہت اہمیت دے کر فرمایا:

لا الفین احدکم یحییٰ یوم القیامة  
علی رقبته بعیر له زعاء، یقول ایادہ  
اللہ، اغثنی، فاقول: لا املك لك شیئا  
قد ابلغتك، لا الفین احدکم یحییٰ  
یوم القیامة علی رقبته فرس له حممة،  
فیقول: یا رسول اللہ! اغثنی، فاقول:  
لا املك لك شیئا قد ابلغتك! لا  
الفین احدکم یحییٰ یوم القیامة علی  
رقبته شاة لها ثغاء، فیقول: یا رسول

تم میں سے کسی کو میں اس حالت میں قیامت کے  
دن آتانا پاؤں کہ اُس کی گردن پر پہناتا ہوں  
اونٹ ہو اور وہ مجھ سے کہے یا رسول اللہ بچائیے  
اور میں جواب دوں کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں  
کر سکتا، پہلے ہی جتا چکا تھا! تم میں سے کسی  
کو میں اس حالت میں قیامت کے دن آتانا پاؤں  
کہ اُس کی گردن پر پہناتا ہوں اگھوڑا ہو اور مجھ  
سے کہے یا رسول اللہ! بچائیے اور میں جوابوں  
کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا، پہلے ہی جتا



اللہ اغثنی، فاقول: لا املك لك شيئاً  
 قد بلغتك الا الفتن احدكم يجيئ  
 يوم القيامة على رقبته رفاع تعفن،  
 فيقول: يا رسول الله اغثنى فاقول:  
 لا املك لك شيئاً قد بلغتك الا  
 الفتن احدكم يجيئ يوم القيامة على  
 رقبته صامت، فيقول: يا رسول الله  
 اغثنى فاقول: لا املك لك شيئاً  
 قد بلغتك -

چکا تھا! تم میں سے کسی کو میں اس حالت میں قیامت  
 کے دن آتانہ پاؤں گا! اسکی گردن پر مٹی پائی ہوئی  
 بکری ہو اور مجھ سے کہے یا رسول اللہ بچائیے!  
 اور میں جواب دوں کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں  
 کر سکتا، پہلے ہی جتا چکا تھا! تم میں سے کسی  
 کو میں اس حالت میں قیامت کے دن آتانہ پاؤں  
 گا! اسکی گردن پر لہرا تھوٹے کپڑے ہوں اور  
 مجھ سے کہے یا رسول اللہ بچائیے! اور میں جواب  
 دوں کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا، پہلے ہی

جتا چکا تھا! تم میں سے کسی کو میں اس حالت میں قیامت کے دن آتانہ پاؤں گا! اسکی گردن پر  
 سونا چاندی لایا ہو اور مجھ سے کہے یا رسول اللہ بچائیے! اور میں جواب دوں کہ تیرے لئے میں  
 کچھ نہیں کر سکتا، پہلے ہی جتا چکا تھا!

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "لا املك لك من الله شيئاً" ٹھیک اسی طرح

فرمایا ہے جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا تھا:

لَا سْتَغْفِرُونَ لَكَ ذَنْبًا أَمْ يَكُلِّمُكَ  
 رَبُّكَ إِذَا كُنْتَ يَتِيمًا كَانًا

عَنْ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ - (۲۰: ۱۳)

میں کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

## فصل

### شفاعت اور منکرین شفاعت

دین و دنیا میں مفید: رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور دعاء

تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ دین اور دنیا میں مفید سبب نیز اس پر بھی تمام مسلمان متفق ہیں کہ قیامت میں آپ کی شفاعت مومنوں کے لئے ثواب کی زیادتی اور درجات کی بلندی کا سبب ہوگی۔ کہا جاتا ہے بعض بدعتی اس کے منکر ہیں اسی طرح اپنی اُمت کے گنہگاروں کے لئے بھی آپ کی شفاعت پر جملہ صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؓ اور تمام علمائے اسلام متفق ہیں۔

### اختلاف شفاعت

اگر اختلاف ہے تو بدعتی فرقوں، خوارج و معتزلہ و زیدیت کی طرف سے ہے۔ یہ فرقہ اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو دوزخ میں داخل ہو گیا پھر اسے شفاعت نہ کوئی اور چیز باہر نکال سکتی ہے، کیونکہ شخص واحد میں ثواب و عذاب جمع نہیں ہو سکتا جو جنت میں گیا، دوزخ میں نہیں جاسکتا اور جو دوزخ میں گیا کبھی جنت میں نہیں آسکتا۔ لیکن صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؓ اور ائمہ اسلام کی رائے اس کے خلاف ہے۔ یہ توہمی کہتے ہیں جو صحیح و متواتر احادیث سے ثابت ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جب تک چاہے عذاب دینگا پھر بعض کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور بعض کو دوسروں کی شفاعت سے اور بعض کو بلا شفاعت دوزخ سے نکلے گا۔

### منکرین کا غلط استدلال

منکرین شفاعت مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کام کو دیکھا	وَأَنْتُمْ أَيُّومًا لَا تَحْزَنُ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ
نہ شفاعت قبول ہوگی نہ عوض منظور کیا جائے گا	شَيْئًا وَلَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةً وَلَا
نہ کسی سے عوض قبول ہوگا نہ کسی کو شفاعت نفع دے گی۔	يُؤْتِيهَا مِنْهَا عَدْلٌ - (۴۸: ۲)
اس دن سے پہلے کہ وہ ن آجائے جس میں نہ	وَلَا يَقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا
	(۱۲۳: ۲)

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا يَبِيعُ فِيهِ

وَلَا خَلَّةَ وَلَا شَفَاعَةَ - (۲۵۴: ۲) خرید و فروخت نہ دوستی نہ شفاعت -  
 مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيْدٍ وَلَا شَفِيعٍ ظَالِمٍ لِّمَا لَمْ يَرْبُحْ - (۱۸: ۲۰) ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ شفیع  
 جِس کی بات سنی جائے۔  
 فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ - (۲۸: ۲۵) انہیں شفیعوں کی شفاعت نفع نہ پہنچائے گی۔

## جواب اہل سنت

اہل سنت کا جواب یہ ہے کہ شاید اس سے دو چیزیں مراد ہیں:

(۱) یہ کہ شفاعت مشرکین کے لئے مفید نہ ہوگی جیسا کہ فرمایا:

مَا مَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ؛ قَالُوا لَوْلَا لَمْ نَكُنْ مِنَ الْمَصَلِّينَ، وَلَمْ نَكُنْ نَطْعُمُ الْمَسْكِينِ، وَكُنَّا نَحْوُضُ مَعَ الْخَائِضِينَ، وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ، حَتَّىٰ آتَانَا الْبَقِيْنَ، فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ - (۲۸: ۲۵) تمہیں سقار میں کس نے پہنچایا؟ کہیں گے ہم نمازی تھے، مسکین کو کھلاتے نہ تھے، بحث کرنے والوں کے ساتھ ہو کر بحث کرتے تھے، قیامت کو جھٹلاتے تھے، یہاں تک کہ موت آپہنچی، پس انہیں شفیعوں کی شفاعت نفع نہ پہنچائے گی۔

پس ان کے حق میں شفاعت کو اس بنا پر غیر مفید قرار دیا ہے کہ وہ کافر ہیں۔

(۲) اس سے اس شفاعت کا انکار مقصود ہے جسے مشرک، اہل کتاب اور

بدعتی مسلمان مانتے ہیں کہ خدا کے ہاں مخلوق کو یہ منصب حاصل ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے شفاعت کرنے کی جرات کرے جس طرح لوگ آپس میں ایک دوسرے کی سفارش کرتے اور کسی احتیاج یا خوف یا لالچ کی وجہ سے قبول کر لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مشرکوں کا یہی حال تھا کہ خدا کو چھوڑ کر فرشتوں، نبیوں اور صالحین کو شفیع قرار دیتے ان کی تصویریں اور بت بنا کر ان سے شفاعت کی درخواستیں کرتے اور کہتے یہ خاصانِ خدا ہیں، ہم ان سے دعا کرتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں تاکہ خوش ہو کر خدا کے ہاں ہمارا وسیلہ اور سفارشی بنیں، جس طرح بادشاہوں سے ان کے

مقرر ہوں اور صاحبوں کے ذریعہ سفارش کرائی جاتی ہے کیونکہ وہ غیروں سے یا وہ  
منہ چڑھے ہوئے اور بغیر اجازت بھی سفارش کر دیتے ہیں، جسے بادشاہ بسا اوقات  
کسی امید یا خوف کی وجہ سے بادل ناخواستہ ہی منظور کر لیتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایسی شفاعت کی تردید کی:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ  
(۲۵۵:۲)

بغیر اُس کی اجازت کے کون شفاعت کرے گا؟

وَلَا يَرْفَعُ مَلَكٌ فِي السَّمَوَاتِ لَا تَكْتُمُ  
شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا رَّادًّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ  
اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى - (۲۶:۵۳)

آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی شفاعت  
کچھ بھی نہیں کر سکتی الا یہ کہ خدا جس کے لئے  
چاہے اور پسند کرے۔

## فصل (۶) قرآن اور حکم شفاعت

### شفاعت بمرضات اللہ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَ اللَّهِ  
بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ، لَا يُسْبِقُونَ اللَّهَ  
بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهُ يَعْمَلُونَ، يَعْلَمُ  
مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا  
يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى وَهُمْ مِنَ  
خَشِيَّتِهِ مُشْفِقُونَ - (۲۶: ۲۱ تا ۲۸)

انہوں نے کہا خدا کے لڑکا ہے پاک ہے وہ ذات  
بلکہ وہ عزت والے بندے ہیں، قول میں اُس پر  
پیشقدمی نہیں کرتے اور اُس کے حکم پر عمل کرتے  
ہیں، وہ ان کے آگے پہنچنے کی سب باتیں جانتا ہے،  
وہ شفاعت نہیں کرے گا مگر صرف اُس کی جس کیلئے  
اُس کی رضا ہو، اور وہ اُس کے ڈر سے خائف ہیں

## شفاعت باذن اللہ!

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ  
اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ  
وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ  
شِرْكٍَ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ، وَلَا  
تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ

لَهُ - (۴۴: ۲۲، ۲۳)

غیر اللہ شفیع نہیں!

کہہ دو کہ ان لوگوں کو پکارو جو خدا کے علاوہ تمہارے  
خیال میں ہیں، وہ آسمانوں یا زمین میں ایک ذرہ  
کی بھی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ ان کی کوئی  
شُرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار  
ہے، اُس کے حضور اسی کی شفاعت کام دہی  
جسے وہ اجازت دے دے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ  
وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُولُونَ هُوَ اللَّهُ  
شَفَاعَةً لَنَا عِنْدَ اللَّهِ، قُلْ أَنْتَبِئُوكَ  
اللَّهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَ  
لَا فِي الْأَرْضِ، سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى عَمَّا  
يُشْرِكُونَ - (۱۸: ۱۰)

ولی و شفیع اللہ ہی ہے!

وَ أَنْذِرِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُنْفَرُوا  
إِلَى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَاوَّلِيٌّ  
وَلَا شَفِيعٌ عَلَيْهِمْ يَتَّقُونَ - (۱۵: ۱۵)  
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ  
مَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى  
عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَاوَّلِيٍّ

خدا کو چھوڑ کر وہ ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ  
انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے ہیں  
یہ خدا کے ہیں ہمارے شفیع ہیں، اے نبی! پوچھ: کیا تم  
اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں  
میں جانتا ہے نہ زمین میں، پاک ہو وہ اور بلا ترہ  
ان چیزوں سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔

اس سے انہیں ڈرا جو خوفزدہ ہیں کہ اپنے رب کی  
طرف جمع کئے جائیں گے کہ جس کے سوا نہ ان کا کوئی  
دوست ہے نہ شفیع، شاید وہ ڈریں۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمان و زمین اور ان کے مابین  
کی تمام چیزوں کو چھ دن میں بنایا پھر عرش برقعائم  
ہوا، اُس کے علاوہ نہ تمہارا کوئی دوست ہے نہ

شفیع، کیا اب بھی نصیحت نہ پکڑو گے؟

وَلَا شَفِيعَ، اَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ - (۴۳: ۴۳)

### اختیارِ شفاعت

جنہیں وہ خدا کے علاوہ پکارتے ہیں انہیں شفاعت کا اختیار نہیں مگر جس نے حق کی شہادت دی اور وہ جانتے ہیں -

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ - (۸۶: ۲۳)

### حاضریِ قیامت و پریشانیِ الہی

تم ہمارے پاس تین تہا آگے جس طرح ہم نے تمہیں شروع میں پیدا کیا تھا اور وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں بخشا تھا، ہم تمہارے ساتھ تمہارے شفیعوں کو نہیں دیکھتے جنہیں تم سمجھا کرتے تھے کہ وہ تم میں (ہمارے) شریک ہیں، تمہارے بائیں رشتہ بالکل ٹوٹ گیا اور وہ سب تم سے گم ہو گیا جسے تم سمجھے بیٹھے تھے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فِرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ تَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَاَنْتُمْ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُمْ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ اَنْهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَصَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ - (۹۴: ۶)

### شفاعتِ اللہ کے قبضہ میں

کیا انہوں نے خدا کے سوا شفیع ٹھہرائے ہیں؟ رسولؐ، پوچھ اگرچہ وہ کچھ بھی اختیار اور سمجھ نہ رکھتے ہوں (جب بھی انہیں شفیع سمجھتے رہو گے؟) کہہ دے تمام شفاعت صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں آسمان زمین اسی کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف تم لوٹنا لے جاؤ گے، جب اللہ واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل بدمزہ ہو جاتے ہیں

اِمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ، قُلْ اَوْلٰٓئِكَ اَنْوَا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ، قُلْ تِلْكَ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا، اَلِهٖ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ، ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ، وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ، وَاِذَا فُكِرَ الَّذِيْنَ

جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جہاں سوا کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔

مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ

(۳۹: ۳۳، ۳۴)

## نفع اور شفاعت!

تمام اوزاریں (بیبیت) رحمن سے پست ہو گئیں اور بجز پچھساہٹ کی کچھ سنا نہیں جاتا، اس دن شفاعت مفید نہ ہوگی مگر صرف ان کی نہیں رحمن اجازت دے اور بولنے کی رضا بخشنے۔

وَنَحْشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ

وَوَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا - (۱۰۹: ۸۱، ۸۲)

## صریح گمراہی

میں کیوں نہ اس ذات کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف تم لوٹاؤ گے؟ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود ٹھیراؤں کہ اگر خدا مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت کچھ بھی مفید نہ ہو اور نہ وہ مجھے بچا سکیں، اگر میں سیا کروں تو صریح گمراہی میں ہوں، میں تمہارے چہرے پر لکھنے لے آیا پس میری بات سناؤ!

وَمَا لِي لَا أَعْبُدَ الَّذِي فَطَرَنِي وَ  
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ، أَمْ أَخَذُ مِنْ دُونِهِ  
الْهَةَ إِنَّ يُرِيدَنَّ الرَّحْمَنُ بَصِيرًا  
تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا  
يُنْفَعُونَ، إِنْ أَتَىٰ إِذَا تَفِي ضَلَالٍ  
مُّبِينٍ، إِنْ أَمْسَتْ بِكُمْ فَأَلْمَعُونَ

(۲۶: ۲۲ تا ۲۵)

# فصل

## کونسی شفاعت مردود ہے؟

### ذمت و تکفیر مشرکین

یہ اس قسم کی شفاعت جس کے مشرک قائل تھے اور ملائکہ، انبیاء، صالحین

کو اس کا اہل سمجھتے تھے، یہاں تک کہ ان کے بت گھڑے اور کہا ان کے بتوں سے سفارش کی التجا، خود انھیں سے التجا ہے، نیز ان کی قبروں پر گئے اور کہا: ہم ان سے مرنے کے بعد بھی شفاعت چاہتے ہیں تاکہ خُدا سے ہماری سفارش کریں، نیز ان کی تصویریں بنائیں اور پرستش کرنے لگے۔ لیکن خُدا اور اُس کے رسولؐ نے ایسی شفاعت کی تردید کر دی ہے اور اُس کے اعتقاد پر مشرکین کی مذمت و تکفیر کی ہے، چنانچہ قوم نوحؑ کی یہ حالت بیان کی ہے:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ  
وَدًّا وَلَا أُولَآئِيْنَا وَلَا يَعْبُدُ  
نَسْرًا، وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا۔ (۱۰: ۳۹) اور انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا۔

### لعنت و تردید نبوی

ابن عباسؓ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ ودا، سواع، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ قوم نوحؑ میں صالح لوگ تھے، جب مرے تو قوم ان کی قبروں پر جھک پڑی پھر ان کے بت بنائے اور پرستش شروع کر دی۔ یہ تفسیر کتب حدیث (بخاری وغیرہ) میں اور تفسیر میں مشہور ہے۔ اس طرح کی شفاعت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید و جھکنی کر دی ہے حتیٰ کہ ان لوگوں پر لعنت کی ہے جنہوں نے انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد قرار دے کر ان میں نماز پڑھی، اگرچہ نماز پڑھنے والا ان سے شفاعت نہ بھی چاہتا ہو۔ قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے اور حضرت علیؑ کو ناص اس لئے روانہ کیا کہ جو قبر بھی اونچی مل جائے اُسے برابر کر دیں اور جو بت بھی ملے اُسے مٹا دیں۔ نیز مصوروں پر بھی لعنت کی ہے۔

حضرت علیؑ کو رسول اللہ کا حکم

ابو الہیج اسدیؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا:



ہیں تجھے اُس کلام پر بھیجتا ہوں جس پر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ کوئی بت بغیر  
مٹائے نہ چھوڑے اور نہ کوئی قبر بغیر برابر رکھے،  
اور ایک حدیث میں ہے، نہ کوئی تصویر بغیر جو کئے۔

انی لا بعثک علی ما بعثنی رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم الا لطمعتہ ولا  
قبرا مشرفا الا لتؤیتہ (وہی لفظ) و  
لا صورة الا لطمستہا۔ (مسلم)

## باب (۲)

### لفظ "توسل" اور اُس کا مفہوم

#### فصل (۱)

#### انکار اور معافی سے گمانہ

#### متفق علیہ معافی پر دو

لفظ "توسل" سے کبھی نہیں معنی فرادے جاتے ہیں جن میں دو معنی تمام مسلمانوں  
میں متفق علیہ ہیں۔ چنانچہ پہلا تو ایمان و اسلام کی بنیاد ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر  
ایمان اور آپ کی اطاعت کے ذریعہ وسیلہ چاہنا۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ کی  
دُعا و شفاعت، اور یہ بھی نافع ہے۔ چنانچہ جن کے حق میں آپ نے دُعا و شفاعت  
کی، وہ باتفاق مسلمین اُس سے وسیلہ حاصل کریں گے۔

#### کافر و مرتد

وسیلہ کی ان دونوں صورتوں کا جو انکار کرے کافر و مرتد ہے، اُس سے توبہ

کرائی جائے، اگر نہ کرے قتل کر ڈالا جائے۔ کیونکہ ایمان و اطاعت کے ذریعہ تو تیل دین کی بنیاد ہے اور کسی مسلمان سے بھی عام اس سے کہ عالم ہو یا جاہل مخفی نہیں۔ پس جو کوئی اس سے انکار کرتا ہے عترت کے طور پر کافر ہے۔

### تیسرے معنی

یعنی آپ کی دعاء و شفاعت اور مسلمانوں کا اس سے مستفید ہونا، تو اس کا بھی انکار کفر ہے، لیکن یہ بات پہلی بات سے زیادہ باریک ہے، اس لئے اس کے منکر کو اگر جمالت کا شکار ہے اکتفا کرنا چاہئے، اگر برابر انکار کرتا ہے تو مرتد سمجھنا چاہئے۔

## فصل (۲) دُعَاءِ وَ شَفَاعَتِ النَّحْوَتِ صَلَّوْا

### اہل قبلہ کا اتفاق

دُنیا میں آپ کی دعاء و شفاعت کے مفید ہونے سے کسی اہل قبلہ نے انکار نہیں کیا۔ رہی قیامت کے دن شفاعت تو اہل سنت و جماعت یعنی صحابہ و تابعین، ائمہ اربعہ اور جملہ علمائے اسلام کا مسلک یہی ہے کہ قیامت کے دن آپ کی ایک ہی شفاعت نہیں بلکہ متعدد شفاعتیں ہونگی، جن میں بعض عام ہونگی اور بعض خاص، اور یہ کہ آپ اپنی امت کے اہل کبائر کی بھی شفاعت کریں گے جن کے لئے خدا اجازت دے گا اور یہ کہ آپ کی شفاعت سے صرف موقد ہی مستفید ہونگے، مشرکین کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اگرچہ وہ آپ سے کتنی محبت رکھتے ہوں اور آپ کی کتنی ہی عزت کرتے ہوں، آپ کی شفاعت انہیں ہرگز دوزخ سے نجات نہ دلا سکے گی۔ البتہ جو چیز جہنم سے بچا سکتی ہے وہ توحید اور آپ پر ایمان ہے۔

## مدار شفاعت

اسی بناء پر ابوطالب وغیرہ آپ سے محبت کرنے والے مشرک آپ کی شفاعت یا کسی اور ذریعہ سے نجات نہ پاسکیں گے کیونکہ آپ کی لائی ہوئی توجیہ کے قابل نہ تھے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! "ای الناس اسعد بشفاعتك يوم القيامة؟" (قیامت میں آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ خوش بخت کون ہوگا؟) فرمایا:

اسعد الناس بشفاعتی يوم القيامة | قیامت کو دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ خوش  
من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه | بخت وہ ہوگا جس نے خلوص قلب سے لا اله الا الله کہا۔  
شفاعت کس کے شامل حال ہوگی؟

نیز مسلم میں ابوہریرہ رضی کی روایت ہے کہ فرمایا:

لکل نبی دعوة مستجابة فتعجل کل  
نبی دعوتہ وانی اختبأت دعوتی  
شفاعة يوم القيامة فهي نائلة انشاء  
الله تعالى من مات من امتی لا یشرك  
بالله شیئا۔  
ہر نبی کے لئے ایک مقبول دعا ہوتی ہے، ہر نبی  
نے اپنی دعا میں جلدی کی، لیکن میں نے اپنی دعا چھپا  
رکھی ہے کہ قیامت میں شفاعت ہو، اور وہ انشاء اللہ  
ہر اس شخص کے شامل حال ہوگی جو میری امت میں اس  
حال میں مرا کہ خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کیا

## پیشکش خداوندی!

سنن میں عوف بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا:

اتانی آت من عند ربی فغیرنی بین ان  
یدخل نصف امتی الجنة و بین الشفاعة،  
فاخترت الشفاعة وھی لمن مات لا  
یشرك بالله شیئا۔  
میرے بچے پاس سے ایک آنے والا آیا اور مجھے اختیار  
دیا کہ یا اپنی نصف امت کا جنت میں داخل ہونا قبول  
کروں اور یا شفاعت کہوں، میں نے شفاعت  
منتخب کی جو ہر اس شخص کیلئے ہے جو خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔

# فصل (۳)

## دین مقبول کی بنیاد

### بعثت انبیاء کی غرض و غایت

یہ بے بنیاد اُس دین کی جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں، اسی کی دعوت و قیام کے لئے اُس نے نبی بھیجے اور اسی کے دوام و استحکام کے لئے آسمانی کتابیں اتاریں :

اپنے سے پہلے رسولوں سے پوچھو کیا ہم نے رحمن کے علاوہ اور معبود قرار دئے جن کی پوجا کی جائے؟

تم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجا اُس پر ضرور یہی وحی کی کہ بجز میرے کوئی معبود نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

ہر قوم میں ہم نے ایک ایک رسول (اس دعوت کے ساتھ) بھیجا کہ اللہ کی پرستش کرو، شیطان سے دُور رہو، ان میں سے کسی کو خدا نے ہدایت دی اور کسی پر گمراہی لگ گئی۔

ہر رسول کی دعوت کا آغاز اس سے ہوتا تھا:

اللہ ہی کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں۔

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا، أَعْلَمْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ - (۲۵: ۲۲)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ - (۲۵: ۲۳)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ، فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَضَمْتُ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ - (۲۳: ۱۶)

عَبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ

## عبادتِ خُدا کے واحد کی کرو

مُسند میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت بالسیف بین یدی الساعة  
 حتی یعبدوا اللہ وحده لا شریک له،  
 وجعل رزقی تحت ظل دعی وجعل  
 الذل والصغار علی من خالف امری،  
 ومن تشبه بقوم فهو منهم۔

میں قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں  
 تاکہ سب اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کریں،  
 میرا رزق میرے نیچے کے زیر سایہ کیا گیا اور میرے  
 مخالف پر ذلت و خواری کر دی گئی، جو کوئی کسی  
 قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے۔

## فصل مشرکین کا عقیدہ

### بارش کون برساتا ہے؟

قریش وغیرہ مشرکین جن کے شہرک کی شہادت قرآن نے ہی اور جن کے مال  
 متاع، خون اور اولاد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مُباح کیا اور جن پر دوزخ کا حکم لگایا  
 سب کے سب قائل تھے کہ ایک اکیلے اللہ ہی نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ  
 مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ  
 مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ، قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ،  
 بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ (۶۳: ۲۹)

اگر ان سے پوچھو گے کہ کس نے آسمان سے پانی  
 اتارا اور زمین کو اسکی موت کے بعد اس پانی سے  
 زندہ کیا، کہہینگے اللہ نے، کہ تم سناؤ اللہ ہی  
 کے لئے ہو، لیکن ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔

### تسخیر آسمان، زمین، سورج اور چاند

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ

اگر ان سے پوچھو گے آسمان زمین کس نے پیدا کئے،

اور سورج چاند کس نے سُخر کئے؟ کہہ دیجئے خدا نے،  
پھر کہاں بھٹکتے ہیں؟

الْأَرْضَ وَتَسْحَرُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ  
اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ - (۶۱:۲۹)

نظام عالم کی چلانے والا؟

پوچھ اگر جانتے ہو تو بتاؤ زمین اور اُسکی سب چیزیں  
کس کی ہیں؟ کہہ دیجئے اللہ کی، کہو کیا پھر بھی نہ  
سمجھو گے؟ پوچھ سات آسمان اور عرشِ عظیم کا رب  
کون ہے؟ کہہ دیجئے اللہ، کہو کیا پھر بھی نہیں دُتے؟  
پوچھ اگر جانتے ہو تو بتاؤ کس کے ہاتھ میں ہر چیز  
کا اختیار ہے؟ وہ پناہ دیتا ہے اور اُس کے مقابلہ  
میں پناہ نہیں دی جاتی؟ کہہ دیجئے وہ خدا ہے،  
کہہ پھر کہاں بھٹکتے ہو؟ بلکہ ہم نے اُن کے سامنے  
حق رکھ دیا ہے اور وہ جھوٹے ہیں، خدا نے نہ  
کوئی لڑکا ٹھیرایا اور نہ اُس کے ساتھ کوئی معبود  
ہے (اور اگر ہوتا) تو ہر معبود اپنی مخلوق الگ کر  
لیتا اور ایک دوسرے پر سرکشی کرتا، پاک ہے  
خدا اُس سب سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ  
تَعْلَمُونَ، سَيَقُولُونَ لِلَّهِ، قُلْ أَفَلَا  
تَذَكَّرُونَ، قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ  
السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، سَيَقُولُونَ  
لِلَّهِ، قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ، قُلْ مَنْ بِيَدِهِ  
مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلا  
يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ، سَيَقُولُونَ  
لِلَّهِ، قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ، بَلْ أَتَيْنَهُمُ  
بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ، مَا أَخَذَ  
اللَّهُ مِنْ وَاكِدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ إِلَهٍ  
إِذْ أَلْزَمَهُمْ كُفُّوا إِلَهٍ يَلْعَابُونَ وَلَعَلَّ  
بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا  
يَصِفُونَ - (۹۱:۲۳ تا ۹۱:۳۱)

معبود غیر اللہ کا مطلب

اور جن مشرکین نے خدا کے ساتھ اور معبود بنائے تھے وہ بھی اقرار کرتے تھے  
کہ اُن کے یہ معبود مخلوق ہیں اور یہ کہ اُن کی عبادت سے مقصود صرف تقرب الی اللہ  
اور اُس کی جناب میں اُن کی شفاعت سے مستفید ہونا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:  
وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّ

خدا کو چھوڑ کر وہ ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو

انکس نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور کتہے ہیں  
یہ خدا کے ہاں ہمارے شفیع ہیں، اے نبی پوچھ: کیا تم  
اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں  
میں جانتا ہے نہ زمین میں، پاک ہے وہ اور بلند ہے  
ان چیزوں سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔

هُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ  
هُوَ آوَّلُ شَفَعَاءُنَا عِنْدَ اللَّهِ، قُلْ  
أَتَنْبِئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي  
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، سُبْحَانَ  
وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ - (۱۸: ۱۰)

### تقرب الی اللہ کی خواہش

اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے  
جو زبردست حکم والا ہے ہم نے تجھ پر قرآن حق کے  
ساتھ اتارا ہے پس اللہ کی عبادت کر، اسی کو  
لئے خالص کر کے عبادت کر، خبردار صرف اللہ  
ہی کے لئے عبادت خالص رہے، اور جنہوں نے  
اس کے سوا یا بہرہ دو کار ٹھہرائے ہیں (کہتے ہیں) ہم  
صرف اس لئے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں  
خدا سے قریب کر دیں، تو خدا ان کے اختلافات

تَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ  
إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ  
اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ، أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ  
الْخَالِصُ، وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ  
أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا  
إِلَى اللَّهِ زُلْفَى، إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ  
فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، إِنَّ اللَّهَ لَا  
يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ

(۳۹: ۱ تا ۳)

میں ان کا فیصلہ کر دیا، خدا جھوٹے کافر کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

ان مشرکین کی تلبیہ راجح وغیرہ میں لبتیک کہنا، یہ تھی:

حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مجزاً اپنے آپ کے  
جو تیرا اپنا ہے تو اس کا اور اس کی ملکیت کا مالک ہے۔

لبتیک لا شریک لک، الا شریکاً ہو  
لک، تملکہ وما ملک۔

### آقا و علام کی مثال

پھر خدا نے ایک مثال میں سمجھایا ہے:

تمہارے لٹو خود تمہارے نفسوں ہی سے ایک مثال دی ہو، کیا تمہارے رزق میں تمہارے غلام شریک ہیں اور تم سب اس میں برابر ہو، ڈرتے ہو ان کو دیکھا ہی جیسا آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو؟ داناؤں کے لٹو ہم اسی طرح آپس میں صاف بیان کرتے ہیں۔ لیکن ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی ہے، پس اُسے کون ہدایت کر سکتا ہے جسے خدا نے گمراہ کیا ہے اور نہ ان کے لٹو دوکار ہیں۔

خَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ، هَلْ لَكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَادَدَتِكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ - كَذَلِكَ نَقُصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ، بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَ مُنْذِرٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَهَسِبُوا أَنَّهُم لَدَى اللَّهِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ - (۲۹، ۲۸، ۳۰)

اس مثل میں خدا نے بتایا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنا نا پسند نہیں کرتے تو خدا کے غلاموں اور بندوں کو اس کی خدائی میں کیوں شریک کرتے اور کس بنا پر اسے پسند کرتے ہو؟

تَلَقَيْنِ الْهُنَى

پس تو ہر طرف سے مڑ کر عبادت کے لٹو سیدھا متوجہ ہو جا، فطرت اللہ کی جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، خدا ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہو جاؤ، اسی کو اردو، نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو، ان میں سے بھٹوں نے اپنا دین مگرے مگرے کیا اور فرقہ فرقہ ہو گئے کہ ہر فرقہ اپنی چیزوں پر خوش ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا، فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ، ذَلِكَ الدِّينُ الْقَاسِمُ، وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ، مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، مِنَ الَّذِينَ قَدْ فَرَّقُوا بَيْنَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا، أَكْثَرُ حِزْبٍ لِّبَنِي آدَمَ يَهْتَمُّونَ - (۲۹، ۲۸، ۳۰)

اے مسلمان غور کریں ان کی کیا حالت ہے اور اس حکم خداوندی کے کہاں تک پابند ہیں؟ (مترجم)

اور غور کریں کہ مشرکین کا سنا ایمان بھی ہم میں موجود ہے یا نہیں! (ناشر)



# فصل (۵)

## مشرکین کی قسمیں اور ان کا شرک

### قوم نوح اور قوم ابراہیم

جن مشرکین کو اللہ اور رسول نے مُشرک قرار دیا وہ اصل میں دو قسم کے تھے: قوم نوح اور قوم ابراہیم۔ قوم نوح کا شرک اس طرح شروع ہوا کہ صالحین کی ترویج پر جھکے پھر ان کی تصویریں اور بت بنائے پھر عبادت کرنے لگے۔ قوم ابراہیم کے شرک کی بنیاد ستاروں، سورج اور چاند کی پرستش سے پڑی۔

### فرشتوں اور جنوں کی پرستش

دونوں گروہ جنوں کی عبادت کرتے ہیں، شیاطین ان سے کبھی گفتگو کرتے اور بعض معاملات میں ان کی مدد بھی کرتے ہیں۔ وہ کبھی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ جنوں کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ جن ہی ان کی اعانت کرتے اور ان کا شرک پسند کر سکتے ہیں:

اور جب ہ ان سب کو جمع کر لیا پھر فرشتوں سے  
 یہ چہ کیا کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟  
 وہ کہیں گے پالنے والے خدا، تو ہی انکے سوا ہمارا  
 مددگار ہے، بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے۔  
 ان میں سے اکثر جنوں پر ایمان رکھنے والے ہیں

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ  
 لِلْمَلٰئِكَةِ اِهٰؤُلَاءِ اِذَا كُنَّا اِلٰهًا لِّعِبَادِكُمْ  
 قَالُوۡا لَئِنۡ سَخَطْنَا مِنْكُمْ اَنْتَ وَلٰئِنَّا مِنْ  
 دُوۡنِهِمْ اَبَلۡ كَاۡنُوۡا اَعْبَادُوۡنَ الْاِلٰهِيۡنَ  
 اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوۡنَ - (۲۴: ۲۹)

### فرشتوں اور شیطانوں میں فرق

ملائکہ شرک میں کسی کی مدد نہیں کرتے نہ زندگی میں نہ موت میں اور نہ اسے پسند

کر سکتے ہیں۔ ہاں شیاطین کبھی ان کی مدد کرتے اور آدمیوں کے رُپ میں انھیں دکھائی دیتے ہیں، چنانچہ وہ انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، پھر کبھی کوئی شیطان ان سے کہتا ہے: میں ابراہیمؑ ہوں، مسیحؑ ہوں، محمدؐ ہوں، خضر ہوں، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ یا فلاں شیخ طریقت ہوں۔ اور کبھی ایک دوسرے کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ یہ فلاں نبی، فلاں شیخ یا خضر ہے، حالانکہ وہ سب کے سب جن ہی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی گواہی دیتے ہیں۔

### جن بمثل انسان

جن بھی انسان کی طرح ہیں، بعض کافر ہیں، بعض فاسق ہیں، گنہگار ہیں، سرکش ہیں، جاہل عبادت گزار ہیں۔ ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی شیخ سے محبت کرنے لگتے ہیں، اُس کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور بیابانوں میں دکھائی دیتے ہیں، آنے جانے والوں کو کھانا پانی دیتے، راستہ بتاتے اور ہونے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ دیکھنے والا دھوکا کھا جاتا اور یقین کر لیتا ہے کہ اُس نے فلاں مُردہ یا زندہ شیخ کو دیکھا ہے، حالانکہ وہ محض ایک جن اور شیطان ہوتا ہے۔

## فصل (۶)

### خطاب بندگانہ، انبیاء و صلحاء

#### بنندگان خدا

فرشتے شرک، بہتان، گناہ اور ظلم میں کسی کی مدد نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِهِ | کہہ دو ان کو پکارو جنہیں تم خدا کے علاوہ خیال

کئے بیٹھے ہو، وہ تم سے نہ مصیبت اٹھا سکتے ہیں  
بدل سکتے ہیں، جھپٹیں یہ پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے  
رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کونسا ان میں  
سے زیادہ نزدیک ہے اور اس کی رحمت کی امید  
کرتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، تیرے رب  
کا عذاب ضرور ڈرنے کے لائق ہے۔

فَلَا يَسْتَلِكُونَ كَشْفَ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا  
لَا تُخَوِّنُكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ  
يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ  
أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ  
عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ  
مَحْذُورًا - (۱۷: ۵۹، ۶۰)

اس آیت کی تفسیر میں سلف کی ایک جماعت کا قول ہے کہ بعض قومیں ملائکہ  
اور انبیاء مثلاً عزیز و میسج کو پکارتی تھیں، اس پر خدا نے فرمایا کہ ملائکہ و انبیاء بھی  
خدا کے اسی طرح بندے اور اس کی رحمت کے اسی طرح خواستگار اور اس کے  
عذاب سے اسی طرح لرزان و ترساں ہیں جس طرح تم خود ہو، پھر خدا کو چھوڑ کر ان  
سے کیوں معاملہ رکھتے ہو؟  
مشرکین کا انکارِ شرک

یہ مشرک کبھی کہتے ہیں ہم ملائکہ و انبیاء کی پوجا نہیں کرتے بلکہ تعریف و تقدیس  
کے ذریعہ سے ان سے شفاعت چاہتے ہیں اور اسی غرض سے ان کی قبروں پر جلتے  
ہیں، رہیں تصویریں اور بت، تو ان سے پکارا مقصود صرف یہ ہے کہ ان پر گزیدہ  
ہستیوں اور ان کے کارناموں کی یاد قائم و برقرار رہے، ہم تصویروں اور بتوں  
کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ دراصل ان بزرگوں کو مخاطب کرتے ہیں جن کے یہ  
بت اور تصویریں ہیں۔

قبروں، بتوں اور تصویروں سے التجا

چنانچہ یہ مشرک ان کے سامنے جھکتے اور التجا میں کرتے ہیں کہ: اے شیخ  
فلاں، اے پیر فلاں، اے بطرس عواری، اے نیک مریم، اے سیدی ابراہیم

خلیل اللہ، اے موسیٰ کلیم اللہ، (و غیر ہم) اپنے رب سے میری سفارش کیجئے، میری مغفرت کی دعا کیجئے، کبھی قبروں سے بھی جا کر اسی طرح کی فرمائشیں کرتے یا زندہ آدمیوں کو ان کی عدم موجودگی میں اس طرح مخاطب کر کے باتیں شروع کر دیتے ہیں جیسے وہ موجود ہیں اور سب کچھ سن رہے ہیں۔

### شُرک صریح

پھر مدحتیہ قصیدہ بڑھتے ہیں جن میں ہوتا ہے: اے میرے آقا! میں تیرے زیر سایہ ہوں تیری پناہ میں رہوں، خدا سے میری سفارش کیجئے، دعا کیجئے کہ ہمیں دشمن پر فتح حاصل ہو، مصیبت دور ہو، تنجھی سے میرا سوال ہے، تنجھی سے میرا شکوہ ہے، اپنے عالم کو محروم نہ لگو، آمین۔

### غلط استدلال

ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے شرک کے لئے خود قرآن سے دلیل لاتے ہیں! چنانچہ کہتے ہیں:

جب انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا گریہ پائے آئے اور اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول ان کے لئے مغفرت کی درخواست کرتا تو اللہ خدا کو معاف کرنے والا اور رحیم پائے

وَكَوْنَهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ  
جَاؤُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفِرْ  
لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْحِدٍ وَاللَّهُ تَوَّابٌ  
رَحِيمًا۔ (۲: ۶۲)

یہ باتیں صرف عوام ہی نہیں کرتے جو بہالت کا عذر رکھتے ہیں بلکہ علمائے دین بھی اپنے خود ساختہ شرعی جامے پہن کر کرتے ہیں، چنانچہ ہندوستان کے ایک مستند عالم و خلافت کی تحریک کے دوران میں تحریک کی تھی کہ علم و مشائخ کا ایک وفد جمہر جانے اور خواجہ صاحب سے فریاد کرے۔ ظاہر ہے جب خود علماء اس شرک میں مبتلا ہیں تو عوام کی ہمت کس قدر مشکل ہے؟ ضرورت ہے کہ جلد سے جلد مسلمان، علماء و سُود کے پیچھے سے نکال لئے جائیں تاکہ ان کا غلط نمونہ اور گمراہی کا فتنہ باقی نہ رہے۔ (مترجم)

کے مطابق ہم رسول اللہ سے دُعا کے مغفرت چاہتے اور اس طرح صحابہ کی حیثیت میں ہو جاتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ زندگی میں درخواست کرتے تھے اور ہم وفات کے بعد کرتے ہیں۔

### اجماع اُمت کے خلاف

حالانکہ یہ سراسر غلط اور تمام صحابہ و تابعین و ائمہ اسلام کے اجماع سے قطعی خلاف ہے، اُن میں سے کسی ایک نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وصال کے بعد کوئی درخواست نہیں کی نہ شفاعت کی نہ کسی اور چیز کی، اور نہ ائمہ اسلام میں سے کسی نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے، البتہ بعض متأخرین فقہاء نے امام مالک سے ایک جھوٹی حکایت نقل کی ہے جس کا اُس نے مفصل بیان ہوگا۔

### عظیم ترین شرک

پس ملائکہ و انبیاء و صالحین سے اُن کی وفات کے بعد اس طرح کا خطاب عام اس سے کہ اُن کی قبروں کے واسطے سے ہو یا اُن کی غیر موجودگی میں ہو یا اُن کے بتوں اور تصویروں کے سامنے ہو، مُشرکین، بدعتی اہل کتاب اور بدعتی اہل اسلام کا ایک عظیم ترین شرک ہے جنہوں نے بغیر خداوند تعالیٰ کی رضا و رضامندی و اجازت کے طرح طرح کے شرک اور طرح طرح کی عبادتیں ایجاد کر لی ہیں۔ قرآن میں ہے:

کیا اُن کے اپنے شریک ہیں جنہوں نے اُن کیلئے دین میں کچھ ایسا حصہ اُن کے لئے مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی؟

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ -

(۲۱: ۲۲)

### ممانعت خدا و رسول

پس ملائکہ سے یا انبیاء سے اُن کی موت کے بعد یا اُن کی غیر حاضری میں دُعا کرنا، التجا کرنا، استغفار چاہنا، شفاعت طلب کرنا، دین کا وہ حصہ ہے جس کا خدا

نے حکم نہیں دیا، نہ کوئی نبی اس کی دعوت کے لئے بھیجا، نہ کوئی کتاب اس کی تعلیم کے لئے اتاری، کسی مسلمان کے نزدیک بھی واجب ہے نہ مستحب، نہ کسی صحابی نے اس پر عمل کیا نہ تابعی نے اور نہ کسی امام نے اسے جائز بتایا۔ اگر کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو زہد و عبادت کی چادر اوڑھ کر اسے جائز رکھتے، اس پر عمل کرتے، اس کی تائید میں افسانے، حکایتیں اور خواب سناتے ہیں تو اس سے یہ جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو کچھ اس کی تائید میں بیان کیا جاتا ہے شیطان کی طرف سے ہے، اس لئے کہ خدا اور اس کے رسول نے اس کی اجازت نہیں دی بلکہ ممانعت کی ہے۔  
باتفاق جملہ ائمہ اسلام گمراہی ہے

انہی لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو مردوں کی شان میں تصدیق لکھ کر ان سے عیب کرتے، مرادیں مانگتے، منتیں مانگتے اور امداد و اعانت چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب باتفاق جملہ ائمہ اسلام نہ مشروع ہے نہ واجب ہے، نہ مستحب ہے، اور یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو شخص ایسی عبادت اختیار کرتا ہے جو نہ واجب ہے، نہ مستحب، تو وہ گمراہ ہے، بدعتِ سیئہ کا موجد ہے، کیونکہ خدا کی پرستش صرف وہی یا مستحب عبادتوں ہی سے ہونا چاہئے، کسی کو حق نہیں کہ اپنے دل سے عبادتیں ایجاد کرے۔

## فصل (۷) شک اور نام نہاد منافع و مصالح

مُضَرَّتیں کہیں زیادہ

اس قسم کے شرک میں بہت سے لوگ قسم قسم کے فوائد و مصالح بیان کرتے اور ان کی صحت پر زید، عمرو، بکر کے آراء و اذواق، تقلید و خواب وغیرہ سے استدلال

کرتے ہیں۔ ان کے لئے دو جواب ہیں: پہلا جواب جو اصل ہے، نص و اجماع کا جواب ہے، اور دوسرا قیاس و ذوق اور ان معضلوں کی تشریح میں ہے جو اس شرک سے پیدا ہوتی ہیں اور جو نام نہاد منافع و مصالح سے کہیں زیادہ ہیں۔  
تواتر اور اجماع دونوں خلاف

پہلے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ کتاب و سنت کے تواتر اور سلف صالح و ائمہ اسلام کے اجماع سے یہ بات پوری طرح پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ اس طرح کی کوئی چیز بھی نہ واجب ہے نہ مستحب، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ آپ سے پہلے کسی اور نبی نے کبھی کہا کہ ملائکہ و انبیاء و صالحین سے دعائیں مانگو، شفاعت چاہو، نہ ان کی قبروں سے نہ ان کی غیبت میں۔ کبھی کسی نبی نے یہ کہنے کی اجازت نہیں دی کہ اللہ کے فرشتوں! خدا سے ہماری سفارش کرو، دعا کرو کہ ہم قیام ہوں خوشحال ہوں، ہدایت یاب ہوں، یا کسی مردہ نبی یا بزرگ کو مخاطب کیا جائے کہ "اے نبی اللہ! اے رسول اللہ! خدا سے ہمارے حق میں دعا کرو، مغفرت طلب کرو، ہماری لئے فتح، رزق، ہدایت، تندرستی کی درخواست کرو۔" یا یہ کہ "میں تم سے اپنی سیرگی کا، غربت کا، بے چارگی کا شکوہ کرتا ہوں" یا یہ کہ "میں تمہارے درپر پڑا ہوں، تمہارا مہمان ہوں، تمہاری حمایت میں ہوں" یا یہ کہ "جو تم سے پناہ مانگتا ہے اُسے تم پناہ دیتے ہو، تم لاچاروں کا سہارا ہو، ناامیروں کا آسرا ہو" نیز کسی کے لڑے جانے نہیں کیا کہ کاغذ پر اپنی فریاد لکھ کر قبر پر لٹکا لے، یا دستاویز میں لکھے کہ "میں فلاں ولی کی پناہ میں ہوں" وغیرہ اقوال و اعمال جو بدعتی اہل کتاب اور بدعتی مسلمان کرتے ہیں، اہل کتاب اپنے گرجوں اور عبادت گاہوں میں اور نام نہاد مسلمان، انبیاء و صالحین کی قبروں پر یا ان کی غیبت میں۔

صحابہ، تابعین و ائمہ اربعہ کا عمل: پوری تحقیق سے ثابت ہے کہ کسی نبی کی

شریعت میں بھی یہ چیز موجود نہیں اور نہ مذہب اسلام میں اس کا کہیں وجود ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو اس کا حکم دیا، نہ نبیؐ کے اصحابؓ نے کبھی اس پر عمل کیا، نہ تابعینؒ نے اس طرف رُخ کیا، نہ ائمہ اربعہؒ نے اسے مستحب بتایا، بلکہ کسی امام نے اس کا ذکر بھی نہیں کیا کہ مناسک حج یا کسی اور موقع پر کسی مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ رسول اللہؐ کی قبر کے سامنے جا کر شفاعت کی درخواست کرے، یا اُمت کی دینی یا دنیاوی مصیبتوں کی شکایت کر کے دُعا کی التجا کرے۔ خود صحابہؓ پر آپؐ کی وفات کے بعد طرح طرح کی سختیاں آئیں، قحط پڑا، غربت نے ستایا، خطرہ پیش آیا، دشمن کا غلبہ ہوا، گناہوں نے گھیرا مگر کہیں ثابت نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی نبی صلعم یا ابراہیم خلیلؑ یا کسی اور نبی کی قبر پر گیا ہو اور کہا، ”ہم آپ سے قحط سانی کی شکایت کرتے ہیں، دشمن کی قوت و غلبہ کی فریاد کرتے ہیں، گناہوں کا شکوہ کرتے ہیں“ یا یہ کہ ”اللہ سے ہمارے لئے یا اپنی اُمت کے لئے رزق، فتح، مغفرت کی دُعا کیجئے۔“

### بدعت کی دو قسمیں اور گمراہی

یہ سب بعد کی ایجاد ہیں، بدعت ہیں جن کی ائمہ میں سے کسی نے بھی تحسین نہیں کی، بلا نزاع کسی امام کے نزدیک بھی یہ نہ واجب ہیں، نہ مستحب، بلکہ سراسر بدعت ہیں، پھر بدعتِ حسنہ نہیں، بدعتِ سیئہ ہیں کیونکہ دین میں ہر وہ چیز جو واجب یا مستحب نہیں، بدعتِ سیئہ ہے اور بلا اختلاف تمام مسلمانوں کے نزدیک گمراہی ہے۔

بعض لوگوں نے بدعت کی دو قسمیں کی ہیں: سیئہ اور حسنہ، مگر انہوں نے بھی

سے بدعتِ اصل میں ایک ہی قسم ہے، اس میں حسنہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ تمام علمائے حق کا یہی مسلک ہے، اور خود شیخ الاسلام کا بھی یہی مذہب ہے، اسی لئے انہوں نے بدعت کی تقسیم ”بعض لوگوں“ کی طرف منسوب کی ہے۔ جن لوگوں نے بدعت کی تقسیم کی ہے وہ اس غلطی میں پڑ گئے



حسنہ اسی بدعت کو کہا ہے جس کے استحباب پر کوئی دلیل شرعی موجود ہو۔ اور جو ایسی نہیں اسے کسی مسلمان نے بھی حسنات میں شمار نہیں کیا جو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں۔ پس جو کوئی ایسی چیزوں سے تقرب چاہتا ہے جو حسنات نہیں ہیں، جن کے وجود یا استحسان پر کوئی دلیل نہیں ہے تو وہ گمراہ ہے، شیطان کا پیروہی، شیطان کے راستہ پر چلنے والا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک لکیر پینچی اور اس لکیر کے دائیں بائیں چند اور لکیریں کھینچیں پھر فرمایا: یہ (زیچ کی) لکیر خدا کا راستہ ہے اور یہ (دوسری لکیریں) ایسے راستے ہیں کہ ہر ایک پر شیطان موجود ہے اور اپنی طرف بلاتا رہتا ہے۔ پھر آیت پڑھی:

وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ (۶)

یہ دوسری سیدھی راہ، اسی کی پیروی کرو، دوسرے راستوں پر نہ پڑو جو تمہیں اس کے راستے سے بھٹکا دیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲) ہیں کہ دین اور دنیا کے معاملات میں جو بات بھی ایسی کی جائے جو عہد نبویؐ میں نہ تھی، بدعت ہے، پھر اس میں جو امت کے لئے مفید ہو (مثلاً علوم و فنون ایجادات وغیرہ) بدعت حسنہ ہے، ورنہ سبیہ۔ حالانکہ یہ غلطی ہے، بدعت کا تعلق صرف دین کے معاملہ سے ہے، دنیا سے نہیں۔ جو کوئی دین میں ایسی نئی بات پیدا کرے، کوئی نئی عبادت گڑھے، تقرب الی اللہ کے نئے طریقے نکالے، یہ بدعت ہے، جیسا کہ حدیث میں صاف فرمادیا: من احدث فی

امرنا ہذا مالیس منه الخ "تمارے اس معاملہ میں جس نے ایسی بات گڑھی جو اس میں نہیں ہے الخ" یہی دنیا تو اس کے معاملات میں تغیر و تبدل ناگزیر ہے اور شریعت نے مسلمانوں کو اجازت دی ہے کہ اس کے کئی اصول کے ماتحت اپنی مصلحت کے مطابق جس طرح چاہیں کریں چنانچہ فرمادیا ہے: استمروا علمہ یا مورد نیا کہہ" (تم اپنے دنیاوی معاملات زیادہ سمجھتے ہو)۔

نابریں بدعت کی تقسیم غلط ہے، بدعت ایک ہی چیز ہے اور وہ بدعت سبیہ ہے اور حتمی کی

آگ ہے: لا کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار" (مترجم)

## سُنّت اور اجتماعِ قدیم کے مخالف

یہ ایک جامع اصل ہے جو اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کے لئے واجب العمل ہے، کسی کے لئے جائز نہیں کہ سُنّت معلومہ اور سابقین اولین من المہاجرین والانصار اور تابعین لهم باحسان کی راہ چھوڑ کر اپنی انگ براہ نکالے، پھر کسی کے لئے جائز نہیں کہ سُنّت اور اجتماعِ قدیم کے مخالف کی پیروی کرے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ ائمہ اسلام میں سے کوئی امام، کوئی معتد علیہ مجتہد، کوئی قابلِ اعتماد عالم اس کی بدعت میں اس کا ساتھی نہیں۔

### اجماعِ اُمت سے مقصود

اور یہ کہنا کہ جب مخالفت موجود ہے تو اجتماع کہاں رہا؟ بے معنی بات ہے، کیونکہ اجتماع نہ ہر کس و ناکس کی موافقت پر موقوف ہے اور نہ ہر ہما و شہما کی مخالفت سے ٹوٹ سکتا ہے، حتیٰ کہ اس باب میں بعد کے کسی مجتہد کی مخالفت بھی اس کمزور نہیں کر سکتی، کیونکہ متواتر سُنّت اور سلفِ اُمت کا اجتماع موجود ہے۔ جب مجتہد کا یہ حال ہے تو پھر زید، عمرو، بکر کس شمار میں ہیں؟ ان کی مخالفت و موافقت وزن ہی کیا رکھتی ہے؟ خصوصاً جبکہ اپنے پاس کوئی دلیل شرعی نہیں رکھتے، بلکہ ایسے لوگوں کی پیروی کرتے ہیں جو دین میں بغیر کسی علم، ہدایت، بصیرت اور روشنی کے گفتگو کرتے ہیں۔

## فصل (۸)

### محائرت و حرمت سدِّ الذریعہ

#### قبروں کو مسجد ٹھہرانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہی نہیں کیا کہ اس شرک کی اجازت نہیں

دی، بلکہ اُسے حرام قرار دیا ہے، صرف اسی کو نہیں بلکہ اُن تمام باتوں کو بھی جو اس کا ذریعہ  
و سبب بن سکتی تھیں۔ چنانچہ انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد بنانا حرام ٹھہرایا ہے۔  
صحیح مسلم میں خندب بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات  
سے صرف پانچ دن پہلے فرمایا تھا:

ان من کان قبلكم قالوا يتخذون القبور  
مساجد، الا فلا تتخذوا القبور مساجد  
فانما انها كمن ذلك۔  
تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بناتے تھے، دیکھو  
تم قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کر  
رہا ہوں۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وفات سے پہلے فرمایا:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا  
قبور انبيائهم مساجد۔  
خدا کی لعنت یہود و نصاریٰ پر کہ اپنے انبیاء کی  
قبروں کو مسجد قرار دے لیا ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اسی اندیشے سے کہ آپؐ کی قبر مسجد قرار دے دی جائے  
اُسے اونچا نہیں کیا گیا۔

### قبر کو مسجد قرار دینے کے معنی

کسی جگہ کو مسجد قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ پچگانہ نمازوں اور دوسری عبادتوں  
کے لئے اُسے مخصوص کر لیا جائے جیسے کہ مسجدیں مخصوص ہوتی ہیں کہ جن میں صرف  
اللہ واحد کی عبادت اور اسی سے دُعا ہوتی ہے، نہ کسی مخلوق سے۔ لیکن نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے سرے سے قبروں کو مسجد قرار دینا یعنی وہاں نماز پڑھنے کے لئے اس طرح  
جانا جس طرح مسجدوں میں جاتے ہیں، قطعاً حرام کر دیا گیا ہے اگرچہ جانے کی نیت  
اللہ واحد کی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ اس لئے کہ مبادا لوگ ایسی مسجدوں میں  
محض صاحب قبر کی عقیدت، اُس سے دُعا مانگنے، منگوانے یا قبر کو متبرک جان کر اُس  
کے پاس اللہ سے دُعا مانگنے کو افضل سمجھ کر آنا جانا شروع کر دیں۔ لہذا آپؐ نے

ایسی جگہوں کو اللہ واحد کی عبادت کے لئے کام میں لانے ہی سے روک دیا کہ شرک کا ذریعہ نہ بن جائیں۔

### شرعیّت کی مصلحت

اور شرعیّت کا عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی فعل موجب فساد و مضرت ہو اور کوئی بڑی مصلحت نہ رکھتا ہو تو اس سے منع کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً اوقاتِ ثلاثہ میں نماز سے روک دیا گیا ہے کہ بڑی مضرت کا موجب تھی، اس میں مشرکین کی مشابہت تھی جو شرک کی طرف لے جاسکتی تھی، اور کوئی خاص مصلحت نہ تھی جس کی رعایت کی جاتی، کیونکہ دوسرے اوقات میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ پس اگر ان اوقات میں نماز کی مانعت، شرک کی راہ بند کرنے کے لئے تھی کہ آفتاب پرستی کا ذریعہ نہ بن جائے تو خود آفتاب پرستی کا کیا حکم ہوگا؟ ظاہر ہے وہ ان اوقات میں نماز سے بھی زیادہ حرام ہوگی۔ اسی طرح جب انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد قرار دینے کی مانعت کی گئی ہے تاکہ مردوں کی دعا و عبادت کا سبب نہ بن جائے تو خود یہ دعا و عبادت قبر کو مسجد قرار دینے سے بھی زیادہ حرام ہوگئی۔

## فصل (۹) زیارتِ قبور

### شرعی زیارت

بنا بریں مسلمان قبروں کی زیارت دو قسم کی ہوگئی: شرعی زیارت، بدعی زیارت۔ شرعی زیارت یہ ہے کہ مردے کے لئے دعا کی غرض سے جایا جائے جس طرح نماز جنازہ

لے طلوع، غروب، نصف النہار۔

میں شرکت دعا کی فرض سے ہوتی ہے۔ قبر پر جانا اور نماز جنازہ پڑھنا دونوں ایک ہی قبیل سے ہیں۔ قرآن میں ہے :

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيكَ بِهِ  
وَلَا تَقُمْ عَلَيْهِ قَبْرَهُ - (۸۴:۹)

ان میں سے کوئی مرے تو نہ کبھی اُس کی نماز پڑھو  
نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہو۔

### منع وجواز نماز جنازہ

اس آیت میں خدا نے اپنے نبی کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں دنیا سے کوچ کیا۔ نیز یہیں سے یہ حکم بھی نکلا کہ جن لوگوں میں یہ علت (کفر) نہ پائی جائے ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور ان کی قبروں پر جایا جائے، کیونکہ اگر یہ بات سب کے حق میں غیر مشروع ہوتی تو منافقین کا خصوصیت سے ذکر نہ کیا جاتا اور نہ اُس کی علت کفر قرار دی جاتی۔

### سنت متواترہ

یہی وجہ ہے کہ مومنین کے جنازوں پر نماز پڑھنا اور ان کی قبروں پر جانا سنت متواترہ سے ہو گیا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان جنازوں کی خود نماز پڑھی اور امت کو اس کا حکم دیا، نیز جب کوئی مسلمان دفن ہوتا تو آپ قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور فرماتے: سلوا لہ التثبیت فانہ الان یسئل (اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اُس سے سوال ہو رہا ہے)۔

### قبرستان بقیع و شہدائے احد

نیز بقیع کے قبرستان اور احد کے شہداء کی زیارت کو جاتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم دیتے کہ جب قبروں پر جاؤ تو کہو:

السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین | اے مومنوں کی بستی کے بسنے والو، تم پر سلام،

والمسلمین، وانا انشاء اللہ تعالیٰ  
بکرم لا حقون، ویرحم اللہ المستقدمین  
منا و منکر والمستأخرین، نسأل  
اللہ لنا و لکم العاقبۃ، اللہم لا تغر منا  
اجرہم ولا تفتننا بعدہم۔

ہم انشاء اللہ تم سے مل جانے والے ہیں، خدا  
ہمارے اور تمہارے آگے جانے والوں اور پیچھے  
جانے والوں پر رحم کرے، ہم اپنے اور تمہارے  
لئے خدا سے عاقبت طلب کرتے ہیں، اے خدا  
ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کرنا، ہمیں انکے

بعد امتحان میں نہ پھنساتا، ہماری اور ان کی مغفرت کر۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ نبی صلعم قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا:  
السلام علیکم دار قوم مومنین، انا ان  
شاء اللہ بکرم لا حقون۔

مومنوں کے گھر کے بسنے والو، تم پر سلام، ہم  
انشاء اللہ تم سے مل جانے والے ہیں۔

اس باب میں بکثرت احادیث صحیحہ موجود اور عام طور پر معلوم ہیں۔

قبرِ مسلمین کی یہ شرعی زیارت ہے جس سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ مردے  
کی مغفرت و رفع درجات کے لئے دعا کی جائے۔

### زیارت مشترکہ

اسی ضمن میں وہ زیارت بھی ہے جسے زیارت مشترکہ کہتے ہیں اور جو کفار کی

لہ اس قسم کی احادیث اور قلیب بدر کی حدیث سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں کہ مردے اپنی  
قبروں میں سنتے ہیں، اس لئے اگر ہم اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر ان سے دعا کی درخواست کریں تو  
کیا حرج ہے، ضرور ہے وہ ہماری درخواست خدا کے حضور پہنچا دینگے۔ اگر اس استدلال کے اول حصہ  
کو تسلیم کر لیا جائے، جب بھی دوسرا اور تیسرا حصہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے  
کہ اولیاء اللہ موت کے بعد بندوں کی حاجتیں حضور خداوندی میں پہنچا سکتے ہیں تو بھی ان سے  
دعا کرنا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اول تو وہ بغیر حکم الہی کسی کی سفارش نہیں کر سکتے، اور اگر کر بھی سکیں  
تو چونکہ مانعت موجود ہے اس لئے خدا کو چھوڑ کر ان سے رجوع کرنا جائز نہیں۔ (مترجم)

قبروں کے لئے بھی جائز ہے۔ اس سے مقصود محض عبرت اور ذکر موت ہوتا ہے جیسا کہ  
مُسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے، روئے، رُلا یا اور فرمایا:

استأذنت ربي في ان استغفر لها فلم | میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لئے استغفار کی  
يأذن لي، فاستأذنته ان اذور قبرها | اجازت چاہی تو نہ دی، پھر میں نے اُن کی قبر کی  
فاذن لي، فزوروا القبور فانها | زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے دی، تم قبروں کی  
تذكركم الاخرة - | زیارت کرو کیونکہ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلاؤ گی۔

پس ایسی زیارت جو موت کی یاد تازہ کرے مشروع ہے اگرچہ قبر کسی کافر ہی  
کی کیوں نہ ہو۔ بخلاف اُس زیارت کے کہ جس سے مقصود مُردے کے حق میں عاہوتی  
پے تو وہ صرف مومنین کی قبروں ہی کے لئے جائز ہے۔

### از قبیل شرک بدعت

زیارت کی دوسری قسم بدعتی زیارت ہے اور یہ وہ ہے جس سے مقصود مُردے  
سے منت ماننا، دُعا چاہنا، شفاعت طلب کرنا، یا براہِ راست خدا سے یہ سمجھ کر دُعا  
کرنا ہوتا ہے کہ اس قبر کی بزرگی کی وجہ سے دُعا مقبول ہوگی۔ اس قسم کی تمام زیارتیں  
بدعت ہیں جن کا نہ نبیؐ نے حکم دیا نہ صحابہؓ نے انھیں برتنا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ  
نہ کسی اور کی قبر کے ساتھ، بلکہ یہ جنس شرک اور اسباب شرک میں سے ہے۔

### مورد لعنت و غضب سے بھی زیادہ سخت جرم

اور جب انبیا، وصالحین کی قبروں کے پاس نماز پڑھنا بغیر ان سے دُعا کرنے یا ان کے  
پاس دُعا کو بہتر جاننے کے بھی حرام اور خدا کے غضب و لعنت کا مورد بننا ہی جیسا کہ فرمایا:  
اشتد غضب الله على قوم اتخذوا | خدا کا غضب ایک قوم پر سخت ہو گیا کہ انہوں نے  
قبور انبياءهم مساجد - | اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد ٹھہرا لیا ہے۔

تو اُس شخص کا کیا حکم ہوگا جو مردوں سے دُعا کرتا اور اُن کی قبروں کے پاس دُعا کو بہتر جانتا، اُسے دُعا کے قبول ہونے اور مردوں کے برآئے کا ذریعہ سمجھتا ہے؟

بُت پرستی کی ابتداء

یہی چیز تھی جس سے سب سے پہلے قوم نوح پھر دوسری قوموں کی بُت پرستی شروع ہوئی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آدم اور نوح کے مابین دس صدیاں ایسی گزریں جن میں مخلوق اسلام پر تھی، پھر صالحین کی قبروں کے اعزاز و تکریم کی وجہ سے شرک پھیل گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول صحیح بخاری، کتب تفسیر اور قصص الانبیاء میں مشہور ہے کہ آیت: وَقَالُوا لَا تَدْرِيْنَ اِلٰهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وُدَّ اَوْلَادِكُمْ وَلَا يَغُوْثَ وَاَيُّوْقَ وَاَنْسُرًا" (۱۰: ۲۹) میں جن ناموں کا ذکر آیا ہے یہ قوم نوح میں صالح لوگوں کے نام تھے، جب وہ مر گئے تو لوگوں نے اُن کی قبروں کی تعظیم شروع کی پھر اُن کی تصویریں اور مورتیاں بنائیں اور عبادت کرنے لگے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ پھر یہ بُت قبائل عرب میں منتقل ہو آئے۔

## فصل (۱۰)

### قبر پرستی کی جھوٹی حتمت لعات

ابن سینا وغیرہ ملحدوں کے مقالات باطلہ

ملحد فلاسفہ مثل ابن سینا وغیرہ نے زیارتِ قبور کے سلسلہ میں شرک کو ایک نیا جامہ پہنایا ہے۔ وہ اس بات کے قائل نہیں کہ خُدا نے آسمان زمین چھ دن میں پیدا کئے اور یہ کہ وہ جزئیات کا علم رکھتا، اپنے بندوں کی صدائیں سُنتا، دُعائیں قبول کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک انبیاء و صالحین کی شفاعت کے وہ معنی نہیں جو مومنین



کے نزدیک ہیں کہ شفاعت صالح آدمی کی دعا ہے جسے خدا قبول کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دعا بے اثر چیز ہے اور دنیا کے تمام حوادث و واقعات میں اصلی مؤثر تو انفس یا حرکات فلک یا طبعی اسباب ہیں۔

### نعوذ باللہ من ذالک الخرافات

اُن کا خیال ہے کہ انسان جب کسی صالح میت سے محبت کرتا ہے خصوصاً جب اُس کی قبر پر جاتا ہے تو اُس کی رُوح کو مُردے کی رُوح سے اُن عمل میں اتصال حاصل ہو جاتا ہے جو میت کی رُوح پر عقلِ فعال کا فیضان کرتی ہیں، یہ نفسِ فلکیہ زائر کی رُوح پر اپنا فیضان اس طرح شروع کر دیتا ہے کہ خدا کو ذرا بھی خبر نہیں ہوتی بلکہ کبھی خود زائر کی رُوح کو بھی احساس نہیں ہوتا۔ اس کی مثال وہ یہ دیتے ہیں کہ آفتاب کے سامنے جب آئینہ آتا ہے تو اُس پر شعاعوں کا فیضان ہوتا ہے اور اگر اس آئینہ کے مقابل کوئی اور آئینہ آ جائے تو اُس میں بھی شعاعیں آ جاتی ہیں اور اگر اس آئینہ کے سامنے کوئی دیوار یا پانی ہو تو اُس پر بھی فیضان شروع ہو جاتا ہے۔ اُن کے زعم میں شفاعتِ دُعا کا بھی یہی حال ہے اور اسی طریقہ سے زیارت کرنے والے کو نفع ہوتا ہے۔

### جنوں اور شیطانوں کا دکھائی دینا

اس رائے پر کفر و ضلالت کا جس قدر غبار ہے، ہوشمند لوگوں سے مخفی نہیں۔ بلاشبہ جنوں کے ذریعہ شیاطین کا جو کچھ تصرف ہوتا ہے، انسانوں کی گمراہی کا ایک بڑا سبب ہے۔ قبر کو بت بنانا، شرک کا آغاز ہے، اس لئے اس کے پاس بھی بعض لوگوں کو کبھی آوازیں سنائی دیتی ہیں، صورتیں دکھائی دیتی ہیں، کوئی عجیب تصرف نظر آتا ہے، جسے وہ مُردے کی کرامت تصور کرتے ہیں۔ مثلاً کبھی دکھائی دیتا ہے کہ قبر بھٹ گئی، مُردہ نکل آیا، گھٹنگو کی، معاف نہ کیا۔ اس طرح کی

باتیں انبیاء اور غیر انبیاء سب کی قبروں پر ہو سکتی ہیں، مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب شیطان کی باتیں ہیں جو آدمی کا روپ اختیار کرتا اور فریب دہی کی راہ سے کہتا ہے کہ میں فلاں نبی یا فلاں شیخ ہوں۔

### شیطانی شُعبدے

اس باب میں بے شمار واقعات مشہور ہیں جن کی تفصیل کے لئے یہاں گنجائش نہیں۔ جاہل سمجھتا ہے کہ قبر سے جو نکلا، باتیں کہیں، معاف نہ کیا، وہ بذات خود مردہ تھا، نبی یا ولی تھا، لیکن مومن کامل جانتا ہے کہ وہ شیطان تھا جو گمراہ کرنے کے لئے آیا تھا۔

### حقیقت معلوم کرنے کے طریقے

اس قسم کے واقعات کی حقیقت معلوم کرنے کی چند تدبیریں ہیں: مثلاً صدقِ دل سے آیت الکرسی پڑھے، اگر شیطان ہے فوراً غائب ہو جائیگا یا زمین میں دھنس جائیگا، اور اگر صالح انسان یا فرشتہ یا مومن جتنی ہوگا تو اسے آیت الکرسی سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، کیونکہ اس سے صرف شیطان ہی کو نقصان پہنچتا ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اُن سے ایک جن نے کہا: جب سونے لگو آیت الکرسی پڑھو تا کہ خدا نگہبان رہے اور شیطان فریب نہ آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: جھوٹے نے سچ کہا، یا یہ کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے۔

## فصل

### شیاطین کا رسول اللہ کو ستانا

جنوں کا حملہ: شیاطین انبیاء کو بھی ستاتے اور اُن کی عبادت خراب کرنے کی کوشش

کیا کرتے تھے، چنانچہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ جنوں نے حملہ کیا تھا جیسا کہ ابوالتیاح رضی کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عبد الرحمن بن حبش سے دریافت کیا کہ جب شیاطین نے شرارت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تھا؟ کہا پہاڑ کی گھائی میں شیاطین آپ پر ٹوٹ پڑے، ایک شیطان کے ہاتھ میں بھڑکتا ہوا شعلہ تھا اور آپ کو جلا ڈالنا چاہتا تھا، آپ پر خوف طاری ہو گیا، مگر معاً جبرئیل آگئے اور کہنے لگے محمد! جو کچھ میں کہتا ہوں تم بھی کہو، کہو:

اعوذ بکلمات اللہ التامات التي لا  
يجاوزهن برولا فاجر من شر ما خلق  
وذرا وبرأ و من شر ما ينزل من السماء  
ومن شر ما يعرج فيها ومن شر ما يخرج  
من الارض ومن شر ما ينزل فيها و  
من شرفتن الليل والنهار ومن شر  
كل طارق يطرق الاطارق ايطرق  
بخير يا رحمن - کے آنے والے کے شر سے جو آئے بجز اس آنے والے کے جو اسے رحمت خیر لکھتا ہے۔  
چنانچہ شعلہ بجھ گیا اور شیطان بھاگ گئے۔

نماز میں جن سے سامنا

صحیحین میں ابوہریرہ رضی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک  
لے شیخ الاسلام نے یہ حدیث بلا تنقید روایت کر دی ہے، حالانکہ محدثین نے اس کی تضعیف  
کی ہے۔ یہ حدیث مرا سیل کجول میں سے ہے اور کجول کو مدلس بتایا گیا ہے، ابن سعد نے  
اس کی تضعیف کی ہے۔ (المناہ) پھر حدیث کے الفاظ کچھ اس وضع کے ہیں کہ کلام نبوی  
معلوم نہیں ہوتے خصوصاً اس کا آخری جملہ کسی طرح دل کو نہیں لگتا۔ واللہ اعلم (مترجم)

جتنی دیورات کو آیا کہ میری نماز خراب کرے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس پر قابو دیا، ارادہ ہوا کہ پکڑ کر مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم اُسے دیکھو، مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دُعا

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ أَعْدَائِي (۳۵:۳۸) بخش جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو۔ یاد آگئی، خدا نے اُسے ذلیل و خوار لوٹا دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان آگیا، آپ نے اُسے پچھاڑ ڈالا اور گلا دیا یا۔ آپ فرماتے تھے کہ اُس کی زبان کی سرد رطوبت میں نے اپنے ہاتھ پر محسوس کی، اگر سلیمان کی دُعا نہ ہوتی تو وہ صبح بندھا ملتا" (نسائی)

### ابلیس کو پکڑ لینا

ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اور میں پیچھے تھا کہ اچانک قرآۃ غلط ہو گئی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کاش تم مجھے اور ابلیس کو دیکھتے، میں نے ہاتھ بڑھا کے اُسے پکڑ لیا اور برابر گلا دیا بتا رہا یہاں تک کہ اُس کے لعاب کی ٹھنڈک اپنی ان دونوں انگلیوں (انگوٹھے اور انگلی شہادت) میں محسوس کی، اگر میرے بھائی سلیمان کی دُعا نہ ہوتی تو وہ مسجد کے ستون سے بندھا ملتا اور مدینہ کے لڑکے اُسے چھیڑتے ہوتے، جہاں تک ممکن ہوا اپنے اور قبلہ کے مابین کوئی چیز حاصل نہ ہونے دو۔ (احمد و ابوداؤد)

### شیطان پر لعنت

صبحِ مسلم میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ہم

نے یہ کہتے سنا: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ (تجھ سے خدا کی پناہ) پھر تین مرتبہ: الْعَنْكَ  
 بِلَعْنَةِ اللّٰهِ (تجھ پر خدا کی لعنت) پھر ہاتھ بڑھایا گو یا گوئی چیز لے رہے ہیں، جب  
 نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ کو نماز میں  
 ایسی بات کہتے سنا جو پہلے نہ سنی تھی، نیز آپ کو ہاتھ بڑھاتے دیکھا۔ فرمایا: دشمن  
 خُدا ابلیس آگ کا شعلہ لے کر آیا کہ میرے مُنہ میں لگا دے، اس پر میں نے تین مرتبہ  
 کہا: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ پھر کہا: الْعَنْكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ اس پر وہ ہٹ  
 گیا، میں نے چاہا کہ پکڑ لوں اور سچا اگر بھائی سلیمان کی دُعا نہ ہوتی تو بندھا ملتا  
 اور مدینہ کے لڑکے اُس سے کھیلنے ہوتے۔

## فصل شیطان اور عوام الناس

### شیطان پر فحشیاں

پس جب شیاطین انبیاء سے مقابلہ کرتے، انھیں ستانے اور انکی عبادت خراب  
 لہ انبیاء پر جو روحانی کیفیات طاری ہوتی ہیں، شیطان قوتوں سے ان کا جو روحانی مقابلہ ہوتا  
 ہے، اُس کے متحمل ہمارے یہ مادی الفاظ نہیں ہو سکتے اور نہ کوئی انسانی تعبیر ان کی پوری تصویر  
 کھینچ سکتی ہے، حدیث میں جو کچھ آیا ہے ماننا چاہئے، مگر یہ سب کیونکر ہوا، اُس کی کیفیت  
 کیا ہے؟ ہم نہیں سمجھ سکتے، ہاں اس قدر ضرور کہہ سکتے ہیں کہ یہ روحانی مقابلہ تھا، جس  
 میں جسم کو بھی بے اختیار شرکت ہوئی اور جسے عام فہم انسانی تعبیر میں بیان کر دیا گیا۔  
 ورنہ معلوم ہے کہ شیطان مجسم نہیں کہ پکڑا اور باندھا جاسکے، الا یہ کہ خدا کبھی کسی مصلحت  
 سے ایسا چاہے۔ (مترجم)

کرنا چاہتے تھے تو اور لوگ کس شمار میں ہیں؟ انبیاء اپنی دُعا، ذکر، عبادت، عملی جہاد اور خدا کی دی ہوئی قوتوں سے انھیں دفع کر دیا کرتے تھے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھی علوم و اعمال، صلاۃ و جہاد کے ذریعہ انسی و حتی شیاطین کا قلع قمع کر دیا تھا اور وہ آپ کو نقصان پہنچا نہیں سکتے تھے، اسی طرح ان لوگوں کو بھی خدا شیطان پر فتیاب کرتا ہے جو انبیاء کے مُتَّبِع ہوتے ہیں۔

### شیطان کا تختہ مشق کون لوگ؟

لیکن جو لوگ اپنے لئے ایسا دین ایجاد کرتے ہیں جس کا انبیاء نے حکم نہیں دیا، ان کی بتائی ہوئی عبادتوں سے گریز کرتے ہیں، اللہ و وحدہ لا شریک لہ سے اعراض کرتے ہیں، اُس کے رسول کی پیروی سے روگردانی کرتے ہیں، انبیاء و صالحین کو معاملے میں غلو و شرک کرتے ہیں، تو شیطان انھیں اپنا تختہ مشق بنا لیتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

شیطان کو ان لوگوں پر ذرا بھی قدرت نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، اُس کا اختیار صرف انھیں پر ہے جو اُس سے دوستی رکھتے اور جو خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ، إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ۔ (۱۶: ۱۶)

میرے بندوں پر تجھے کچھ بھی اختیار نہیں سجز ان کے جو گمراہوں میں سے تیری پیروی کریں۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ (۳۲: ۱۵)

### شناخت شیطان کی تدبیر

اسی طرح شیطان کے پرکھنے کی یہ صورت بھی ہے کہ اللہ سے ان کی حقیقت ظاہر کر دینے کے لئے دُعا کرے، یا خود دکھائی دینے والے سوچھے، کیا تو واقعی فلاں شخص ہے؟ بڑی بڑی قسمیں دلائے، آیات قرآنی پڑھے، وغیرہ طریقے جن سے شیطان گھبراتا اور زک اٹھا جاتے ہیں۔

# فصل ۱۳

## شیطان کی شتم سازیاں

کعبۃ اللہ دکھائی دینا

اسی طرح بعض لوگوں کو کبھی دکھائی دیتا ہے کہ کعبہ ہے جس کے گرد طواف کر رہے ہیں عظیم الشان عرش ہے جس پر ایک عظیم الشان پر جلال ہستی جلوہ گر ہے، بے شمار آدمی اوپر نیچے آ جا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر سادہ لوح سمجھ لیتا ہے کہ یہ آدمی ملائکہ ہیں اور وہ ہستی اللہ عزوجل ہے جو اپنے پر شکوہ تخت پر متمکن ہے۔ حالانکہ حقیقت میں یہ سب شیطان کے کرشمے ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

اس طرح کے واقعات ایک سے زیادہ آدمیوں کو پیش آچکے ہیں، بعض کی اللہ نے دستگیری کی اور ظاہر کر دیا کہ شیطان دھوکا دے رہا ہے جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مشہور قصہ میں ہے کہ انھوں نے کہا: ایک دن میں عبادت میں مصروف تھا، اچانک عظیم الشان تخت نظر آیا جس پر نور ہی نور تھا، نور میں سے آواز آئی: عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں اور تیرے لئے وہ سب حلال کئے دیتا ہوں جو دوسروں کے لئے حرام کر چکا ہوں۔ میں نے جواب دیا: کیا تو ہی وہ خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں؟ دور ہو اے دشمن خدا! اس پر نور پھٹا، تاریکی پھیل گئی اور آواز آئی: عبدالقادر! تو اپنے نفقہ فی الدین علم اور احوال میں سوخ کی کی بدولت میرے پنجہ سے بچ گیا، ورنہ میں اس شعبدہ سے ستر مشائخ کو گمراہ کر چکا ہوں! شیخ سے پوچھا گیا آپ نے کیونکر جاننا وہ شیطان تھا؟ فرمایا: اس کی

اس بات سے کہ تیرے لئے وہ سب لال کئے دیتا ہوں جو دوسروں کے لئے حرام ہے، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ شریعت محمدیہ اٹل ہے بدلنے والی نہیں، دوسری بات جس سے میں نے اسے پہچا زایہ تھی کہ اس نے کہا "میں تیرا رب ہوں" اور یہ نہ کہہ سکا کہ "میں ہی وہ اللہ ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

### دنیا میں خدا کو دیکھنا

لیکن کچھ ایسے بے وقوف بھی ہوتے ہیں جو اس طرح کے شعبدے کو کھینچ کر لیتے ہیں کہ ہم نے بیداری میں خدا کو دیکھا ہے اور دلیل میں اپنا مشاہدہ پیش کرتے ہیں۔ ہم انہیں جھوٹا نہیں کہتے، واقعی ان کا مشاہدہ ایسا ہی ہوتا ہے مگر ان کی اصلی غلطی یہ ہے کہ شیطان کو خدا سمجھ بیٹھتے ہیں۔

اس قسم کے بہت سے واقعات جاہل عابدوں کو بھی پیش آئے اور وہ خیال کرنے لگے کہ ہم اس دنیا ہی میں اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھتے ہیں، یا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا خضر یا کسی اور بزرگ کو ہم نے دیکھا ہے، حالانکہ وہ شیطان ہی ہوتا ہے جو مختلف بھیسوں میں آکر دھوکا دیتا ہے۔

### رسول اللہ کو بیداری میں دیکھنا

بلاشبہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ہرآنی فی المناہر فقد رآنی حفاہ | جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھ کو واقعی  
فان الشیطان لا یتمثل فی صودتی۔ | دیکھا کیونکہ شیطان میرا روپ نہیں بھر سکتا۔

مگر یہ خواب کے بائیں میں ہے، اگرچہ کبھی خواب بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے شیطان سے یہ قدرت چھین لی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کر کے خواب میں دکھائی دے۔ رلا بیداری میں دیکھنا تو آپ کو وصال کے بعد دنیا میں کوئی بھی دیکھ نہیں سکتا، اور جو کوئی یہ خیال کرے کہ جسے اس نے



دیکھا ہے، آپ تھے، تو وہ جاہل ہے اور جہالت کی راہ سے شیطان کا شکار ہوا ہے، اسی لئے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے کہیں مروی نہیں کہ انہوں نے آپ کو وفات کے بعد بھی بیداری میں دیکھا ہو۔

### اعراض سے بچنے کی عقلی دلیل

جس کسی نے اس طرح کی کوئی بات دیکھی یا دیکھنے والے کی تصدیق کی تو سنا ہی یہ بھی تسلیم کر لیا کہ شخص واحد ایک وقت اور ایک حالت میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے، جو صریحاً خلاف عقل ہے۔ اس اعراض سے بچنے کے لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ دکھائی دینے والی شکل، میرت کی روحانیت یا معنوی ہیئت ہے، جس نے مادی صورت اختیار کر لی ہے، یہ سب تاویلیں رکبیک ہیں اور واقعہ یہی ہوتا ہے کہ جنات مردے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

### فرشتہ دیکھنا

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس طرح کی چیزیں دیکھ کر خیال کر لیتے ہیں کہ انہوں نے فرشتہ دیکھا ہے، حالانکہ وہ فرشتہ نہیں ہوتا کیونکہ فرشتوں اور جنوں میں بہت فرق ہے۔ جنوں میں کفار و فساق، جاہل و عالم، مُتَّبِعِ مُحَمَّدٍ (صلعم) اور مُتَّبِعِ شَيْطَانٍ سب ہی قسم کے لوگ ہیں۔ وہ کبھی دکھائی بھی دیتے ہیں اور حقیقت نہ جاننے والے انہیں فرشتہ سمجھ لیتے ہیں۔

### مشرکین پر ارواحِ خبیثہ کا نزول

اسی طرح ستاروں اور بتوں کے پجاریوں پر بھی ارواح کا نزول ہوتا ہے، جنہیں وہ کواکب کی روحانیت یا فرشتوں کا نزول یقین کرتے ہیں، حالانکہ وہ جن و شیطاں ہی ہوتے ہیں جو مشرکین کی گمراہی بڑھاتے رہتے ہیں۔

شیطان فساق کے مددگار ہیں: جو لوگ شرک، فسق، نافرمانی وغیرہ شیطانی

افعال کے مُرتکب ہوتے ہیں، شیطان اُن کی مدد کرنے لگتے ہیں، چنانچہ کبھی غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں تاکہ یہ اوروں کو گمراہ کریں، کبھی اپنے بدچلن پیروؤں کے دشمنوں کو قتل کرنے یا ستاتے ہیں، کبھی آدمیوں کو اُن کے سامنے اُٹھالاتے ہیں، اُن کے لئے چوری کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ بدکاریاں جنہیں دیکھ کر جاہل متعجب ہوتے اور ان شیطان پرستوں میں اولیاء اللہ کی کرامتیں یقین کرنے لگتے ہیں، حالانکہ یہ تمام شعبہ سے، شیطان اُن کے لئے انجام دیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو شیاطین ہو میں دُور دراز ملکوں تک اُڑالے جاتے ہیں، چنانچہ کبھی یوم عرفہ میں مکہ پہنچا دیتے ہیں اور اسی دن لوٹا بھی لاتے ہیں، جسے کرامت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ کرامت نہیں، شیطانی فعل ہے۔ کیونکہ اگر وہ ولی ہوتے تو مکہ پہنچ کر حج کرتے، مگر انھوں نے نہ حج کیا، نہ احرام باندھا، نہ طواف کیا، نہ اُورینا سک پورے کئے، صرف گئے اور چلے آئے۔ پھر ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بخیر عمرہ کے طواف کعبہ کے لئے مکہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ شریعت نے ضروری ٹھہرایا ہے کہ میقات پر پہنچ کے احرام باندھا جائے۔ حتیٰ کہ اگر عبادت مقصود نہ ہو اور کسی دنیاوی غرض سے جانا ہو، تو بھی احرام باندھنا لازمی قرار دیا گیا ہے اور بغیر اس کے داخلہ روا نہیں۔

### سماج موتی کی حکایتیں

غرض کہ بُت پرست مُشرکوں، اُن کے ہم مشرب نصاریٰ اور اس اُمت کے مُبتدع گرد ہوں میں اس طرح کے بہت سے قصے مشہور ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ہر وہ شخص جو مُردوں سے دُعا مانگتا اور فریاد کرتا ہے عام اس سے کہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء، اُس کی گمراہی کی بنیاد میں اسی قسم کی کوئی نہ کوئی حکایت ہوتی ہے۔

# فصل (۱۴)

## تصرفاتِ شیطانی

### جنوں شیطانوں کا فریب

اسی طرح وہ لوگ بھی ہیں جو صالحین سے اُن کی عدم موجودگی میں عا اور فریاد کرتے ہیں اگر اُن کا کوئی ہم شکل دیکھ لیتے ہیں جو اُن سے باتیں کرتا اور اُن کی بعض ضرورتیں پوری کر دیتا ہے تو یقین کر لیتے ہیں کہ مُردہ یا غیر موجود بزرگ نے خطاب کیا اور حاجت برآری کی ہے، حالانکہ وہ جن و شیاطین ہوتے ہیں جو روپ بدل کر آتے ہیں، انھیں فرشتہ سمجھنا سخت غلطی ہے، کیونکہ فرشتے مُشرکین و سزا باز نہیں رکھ سکتے، وہ صرف شیطان ہی ہیں جو راہِ راست سے گمراہ کرنے کے لئے اس قسم کی شعبدہ بازیاں کیا کرتے ہیں۔

### جہنم کی دو قسمیں

اس باب میں اہل جاہلیت دو قسم کے ہیں: ایک وہ ہیں جو سرسبز سنسار کی تکذیب کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اسے اولیاء اللہ کی کرامت یقین کرتے ہیں۔ تکذیب کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ دیکھنے والے کا وہم ہوتا ہے اور واقع میں کوئی اصلیت نہیں رکھتا۔ اُن کا یہ خیال جب وہ مشرک و مبتدع سنتے ہیں جو ان باتوں کو خود دیکھ چکے یا معتبر آدمیوں سے سن چکے ہیں تو اپنے اعتقاد و یقین میں اور زیادہ پختہ ہو جاتے ہیں۔

### ولی اللہ کا جھوٹا نام دینا

پھر یہ جاہل تکذیب کرنے والے اگر خود کبھی اپنی آنکھ سے اس طرح کی کوئی

بات دیکھ لیتے ہیں تو عجز و زاری کے ساتھ ایسے تصرّفات رکھنے والے کو سامنے جھک جاتے اور اُسے ولی اللہ یقین کر لیتے ہیں، حالانکہ ایسا اوقات اُسکی حقیت نہ جانتے ہوتے ہیں کہ وہ نہ فرائضِ الہی ادا کرتا ہے حتیٰ کہ نماز تک نہیں پڑھتا، اور نہ محرمات و فواحش و ظلم سے پرہیز کرتا ہے، بلکہ اُس ایمان و تقویٰ بھی کو سول دور ہے جسے خدا نے اپنے اولیاء کا امتیازی نشان قرار دیا ہے:

الْاٰیٰتِ الْاُولٰٓئِیَآءِ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ  
وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ، الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
كَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ (۱۵: ۶۲، ۶۳)

خدا کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہو نہ وہ رنجیدہ ہوں گے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

### علاماتِ ولایت کی دلیل

اس طرح کے مکاشفات و تصرّفات دیکھ کر ولی سمجھ لینے والے جاہلوں کا حشر یہ ہوتا ہے کہ اُلٹے پاؤں اسلام سے نکل جاتے ہیں اور ایسے شخص کو جو بے کاری رسولوں کا منکر، بلکہ ان کا عیب جو اور اُنھیں گالیاں دینے والا ہے، اعظم ترین اولیاء اللہ میں سے یقین کرنے لگتے ہیں، یا یہ ہوتا ہے کہ شک بے اطمینانی کی دلیل میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک پاؤں اگر اسلام کی طرف اٹھاتے ہیں تو دوسرا کُفر میں دھنسا جاتا ہے۔

### گمراہی کی وجہ

اس گمراہی کی وجہ یہ ہے کہ وہ ولایت کو ایسی چیزوں سے پہچانتے ہیں جو اُس کی علامتیں نہیں ہیں، کیونکہ اگر اس طرح کے تصرّفات، ولایت کی علامت ہوتے تو کافر و مشرک، ساحر و کاہن بھی اپنے شیاطین کی مدد سے بعینہ ہی تصرّفات بلکہ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر رکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں۔ خود قرآن میں ہے:

هَلْ أَنْبَشُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنْزَلُ الشَّيْطَانُ؟ | تمہیں بتاؤں کس پر شیاطین اترتے ہیں؟ ہر  
تَنْزَلُ عَلَىٰ كُلِّ آفَاكٍ رَتِيمٍ (۲۷/۲۲۲) | جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔  
ولائلِ خبیثِ نفس

مگر ضرور ہے کہ ان میں جھوٹ اور شرع کی مخالفت موجود ہو، جس قدر  
یہ امر وہی الہی سے دور ہوں گے اسی قدر گناہ اور خبیث کی ان میں کثرت ہوگی،  
یہ شیطانی احوال و تصرفات اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کی گمراہی، شرک، بدعت،  
جہالت اور کفر کے نتائج بلکہ بدباطنی اور خبیث نفس کے لائل و علامات ہیں  
مگر اہل یقین کرتا ہے کہ یہ ان کے ایمان و ولایت کے نتائج ہیں، ان کے تقدس و  
علو درجات کی علامات ہیں، حالانکہ یہ یقین سراسر لاعلمی پر مبنی ہے۔

### جہالت کا شکار

اس طرح کی غلطی کا شکار وہی شخص ہو سکتا ہے جو اولیاء الرحمن اور اولیاء  
الشیطان کے اوصاف سے ناواقف ہے، جن کی تشریح ہم ایک مستقل رسالہ میں  
کر چکے ہیں، ورنہ معلوم ہوتا کہ یہ حوال و تصرفات جنہیں اس نے جہالت کی  
وجہ سے ولایت کی دلیل قرار دے دیا ہے، مسلمانوں سے کہیں زیادہ مُشرکین و  
کفار اہل کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ ولایت کی دلیل ہوتے تو  
اس کے بغیر کسی طرح نہ پائے جاتے، کیونکہ دلیل وہی ہے جو مدلول کے ساتھ  
پائی جائے، ورنہ دلیل ہی نہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تصرفات مُشرکین و کفار  
میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہ ولایت کیا ایمان کو بھی مستلزم نہیں،  
اور اس لئے کسی حال میں بھی ولایت کی دلیل نہیں ہو سکتے۔

### کرامات کا سپر باغ

اولیاء اللہ صرف مومنون متقون ہی ہو سکتے ہیں، ان کی کرامتیں ان کے

لئے یہ رسالہ سلفہ کتابی شکل میں اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان کے نام سے چھپ چکا ہے۔ (ناشر)

ایمان و تقویٰ کے ثمرات ہوتی ہیں نہ کہ شرک و بدعت و فسق کے کڑوے پھل۔  
 اکابر اولیاء اپنی کرامات کا استعمال صرف دین و امت کی بھلائی کے لئے کرتے  
 ہیں اور بعض مباحات میں بھی کرتے ہیں۔ لیکن جو شخص اپنی کرامت، عصیانِ کفران  
 میں صرف کرتا ہے وہ ظالم ہے، اپنے رب کا نافرمان ہے، اگرچہ اُس کی کرامت  
 کا سرچشمہ ایمان و تقویٰ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ مجاہد اللہ  
 کی راہ میں جہاد شروع کرتا ہے، مگر جب غالب ہوتا ہے اور مالِ غنیمت پاتا ہے  
 تو شیطان کے پنجہ میں پڑ کر اس حلال مال کو حرام میں صرف کرتا ہے، ظاہر ہے اُس کا  
 پیالہ اُس پر وبال ہوگا حالانکہ اُس کا حصول ایک نہایت حلال و مقدس راہ سے ہوا تھا۔

**بد نصیبی و حرمان کا موجب**

جب یہ حکم ان کرامات کا ہے جن کی بنیاد ایمان و تقویٰ پر اور استعمال ناجائز  
 امور میں ہے تو ان تصرفات و خوارق کا کیا حکم ہوگا جو کفر و فسق و عصیان کے  
 گندے چشموں سے نکلتے اور اپنے ہی جیسے کفر و فسق و عصیان کے گندے چشموں  
 میں بہ کر جاتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ اس راہ کے اکثر راہرو جاوہ اسلام سے  
 بھٹک کر کفر و شرک کی تاریک غاروں میں گر جاتے ہیں اور بد نصیبی و حرمان کی  
 موت مرتے ہیں۔ اس بحث کے لئے یہاں اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔

### اوہام پرستی کا نتیجہ

مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ مُشرکین کی گمراہی کا ایک سبب بڑا سبب وہ  
 مشاہدات و مسموعات ہیں جو انھیں بتوں کے پاس سے حاصل ہوتے ہیں چنانچہ  
 جب کبھی دیکھتے ہیں کہ قبر بھٹی اور ایک پیر بزرگ باہر نکل آیا، مُعانقہ کیا، یا  
 گفتگو کی تو یقین کر لیتے ہیں کہ خود صاحبِ قبر ہے جو اپنی کرامت سے اس طرح  
 باہر آ گیا ہے۔ حالانکہ نہ قبر بھٹی نہ صاحبِ قبر نکلا، بلکہ جو کچھ ہوا صرف یہ تھا

کہ شیطان آیا اور اپنا شعبدہ دکھا کے گمراہ کر گیا۔ اسی طرح کبھی دکھائی دیتا ہے کہ دیوار پھٹی اور ایک آدمی نکل کے سامنے آ گیا۔ یہ بھی محض شیطان کی بازیگری ہوتی ہے اور فی نفسہ کوئی اصلیت نہیں رکھتی۔

رنگ روپ بدل کر ظاہر ہونا

پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قبر سے نکلنے والا شخص دیکھنے والے سے کہتا ہے کہ ہم اپنی قبروں میں نہیں رہتے بلکہ دفن کے بعد ہی باہر نکل جاتے ہیں اور زندوں کے ساتھ رہتے سہتے ہیں۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مردہ خود اپنے جنازے کے ساتھ چلتا اور کاندھا دیتا نظر آتا ہے، وغیرہ وغیرہ مشاہدات جو گمراہوں اور دوسرے لوگوں میں مشہور ہیں۔ سننے والے اس طرح کی باتوں کی یا تو قطعی تکذیب کر دیتے ہیں اور یا انھیں اولیاء اللہ کی کرامات تصور کر لیتے ہیں کہ دکھائی دینے والا شخص خود صاحبِ قبر نبی یا ولی تھا یا فرشتہ اُس کی صورت میں ظاہر ہوا تھا، یا یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ اُس کی رُو حانیت ہے یا ہمزاد ہے جو مجسم ہو کر ظاہر ہوا ہے۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ شخص واحد دو جگہ دکھائی دیتا ہے جس سے لوگ یقین کر لیتے ہیں کہ ایک ہی جسم بیک وقت دو جگہ ہوتا ہے حالانکہ اصل یہ نہیں جانتے کہ یہ شخص وہ مردہ نہیں ہے جس کی شکل میں دکھائی دے رہا ہے، بلکہ شیطان ہے جو روپ بدل کر گمراہ کرنے آیا ہے۔

۱۔ شیخ الاسلام نے جنوں اور شیطانوں کی بحث کو بہت طویل دیا ہے، اس طرح کے واقعات و خیالات اسی زمانہ میں زیادہ رواج پاتے ہیں جب قوم سست اور اُس کی عملی زندگی سست ہو کر اہام و خرافات کا شکار ہو جاتی ہے۔

مسلمان جب تک جہان نابی و حکمرانی کی مشغول زندگی بسر کرتے رہے نہ جن دیکھتے تھے نہ شیطان۔ صدر اولیٰ میں اس قسم کے چرچے ہی نہ تھے، کیونکہ قوم اولو العزم تھی اور

# فصل

## غیر اللہ سے رجوع

### داخلہ زمرہ مشرکین

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ انبیاء و صالحین کو ان کی قبروں پر سے یا ان کی غیر حاضری میں انھیں پکارنے والے لوگ ان مشرکین کے زمرے میں داخل ہیں جو غیر اللہ سے رجوع کرتے ہیں، ستاروں کو یا انبیاء و ملائکہ کو ازابا باتن دون اللہ بناتے ہیں، حالانکہ خدا نے فرمادیا ہے :

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ	کسی بشر کی شان سے نہیں کہ خدا اُسے کتاب
	حکمت و نبوت بخشے اور وہ لوگوں سے کہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵) اندرونی و بیرونی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھی، لیکن جب تنزل ہوا، عملی زندگی کا خاتمہ ہو گیا، تو اوہام و خرافات نے بھی سر اٹھایا اور بتدریج پوری امت کو گھیر لیا، ہم جنوں اور شیطانوں کے آدمیوں کی صورت میں ظاہر ہونے کو ممکن سمجھ سکتے ہیں، شاید کبھی ایسا ہوا ہو اور اب بھی ہوتا ہو، مگر اتنا یقین سے جانتے ہیں کہ عملی آدمیوں کا کبھی جنوں اور شیطانوں سے ایسا سابقہ نہیں پڑتا جیسا ان افسانوں میں بیان کیا گیا ہے یا سست بیکار، غلط دماغی ریاضت کرنے والے، مراقبہ میں بیٹھنے والے، عمل پڑھنے والے، چلہ کھینچنے والے، اس طرح کی باتیں دیکھنے اور بیان کرتے ہیں، کیونکہ بے اعتدالی سے دماغی منت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ دماغ بیمار اور جنون میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جنون کی بہت سی قسمیں ہیں، اس طرح کی چیزیں دیکھنا بھی جنون کی ایک قسم ہے جس سے بچنے کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ ہم دماغ ہمیشہ عملی کاموں میں سرور رکھے جائیں اور سستی و بیکاری کو قریب پہنچنے نہ دیا جائے۔ (مترجم)



خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ، لیکن (یہ  
 کہیں گا کہ) ربانی نواس لئے کہ تم کتاب (تورہ) لے  
 سکتے اور پڑھتے ہو، اور نہ اس بات کا تمہیں  
 حکم دیگا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رتبہ بنا لو،  
 کیا تمہیں مسلمان ہو چکنے کے بعد کفر کا حکم  
 دے گا؟

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ  
 لَكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ  
 تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ  
 تَدْرُسُونَ، وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا  
 الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَوْلِيَاءَ أَيَأْمُرُكُمْ  
 بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (۵۴)

نام نہاد معبودوں کا بھڑکاؤ اور فرمایا:

کہہ دے انھیں پکارو جنہیں تم خدا کے سوا خیال  
 کیے بیٹھے ہو، وہ نہ تم سے مصیبت اٹھا سکتے ہیں  
 نہ بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ پکارتے ہیں (خودی)  
 اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، کون سا  
 ان میں یا وہ نزدیک ہے اور اس کی رحمت کے امید  
 اور اس کے عذاب سے خائف ہیں، بلاشبہ تیرے  
 رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ  
 فَلَا يَمْدِكُونَ كَشَفِ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا  
 تَخْوِيلًا، أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ  
 يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ  
 أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ  
 عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ  
 مُحْتَضِرًا (۵۴ : ۱۷)

بلکیت اور شرکت غیرے اور فرمایا:

کہہ دے ان کو کہ پکارو جو خدا کے علاوہ تمہارے  
 خیال میں ہیں، وہ آسمانوں میں نہ زمین میں  
 ایک ذرہ کی بھی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ  
 شرکت رکھتے ہیں اور نہ ان میں سے کوئی خدا  
 کا مددگار ہے، اس کے حضور اسی کی شفاعت  
 مفید ہوگی جسے وہ اجازت دے دے۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ  
 اللَّهِ، لَا يَمْدِكُونَ مِنْ قَالِ ذَرَّةٍ فِي  
 السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ  
 فِيهَا مِنْ شِرْكِ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ  
 شِرْكٌ ظَهِيرٌ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ  
 إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ۔ (۳۳ : ۲۲)

## شُرک یا ذریعہ شُرک

اس قسم کی آیتیں قرآن میں بکثرت موجود ہیں جن میں ماسوی اللہ سے رجوع کرنے کی قطعاً ممانعت ہے عام اس سے کہ ملائکہ، ہوں یا انبیاء ہوں یا کوئی اور ہو۔ کیونکہ یہ یا تو شرک ہے یا شرک کا ذریعہ ہے۔

## فصل (۱۶)

### ماسوی اللہ سے درخواست و عاوشفا عت زندگی میں دعا کی اباحت

بخلاف اس کے انبیاء و صالحین سے اُن کی زندگی میں دعا یا شفا عت کی درخواست کرنا مُباح ہے کیونکہ یہ شرک کی طرف نہیں لے جاتا۔ کسی نبی یا ولی کی اُس کی زندگی میں پرستش نہیں کی گئی، اس لئے کہ اُنہوں نے اسے جاہِل نہیں رکھا اور ہمیشہ اس کا سدباب کرتے رہے۔

### اہل کتاب کفار اور مُبتدع مسلمانوں کا شرک

اسی طرح اُن کی عدم موجودگی میں اُنہیں پکارنا بھی ذریعہ شرک ہے جیسا کہ واقع بھی ہو چکا ہے، اور یہ اس لئے کہ مُردہ یا غیر موجود کسی کو شرک سے منع نہیں کر سکتا، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس سے قلبی وابستگی بڑھتے بڑھتے شرک تک پہنچا دیتی ہے، اُس سے دعائیں ہونے لگتی ہیں، اُس کی تبر یا بُت یا تصویر، دُعاؤں اور منتوں کے پورا ہونے کی جگہ خیال کر لی جاتی ہے اور لوگ اُسکی زیارت کو موجب ثواب و برکت سمجھنے لگتے ہیں، جیسا کہ مُشرک اور اُن کے ہم مشرب کتابی کفار اور مُبتدع مسلمانوں کا حال ہے۔

## ملائکہ سے دُعا کی التجار

پھر ملائکہ سے دُعا کی التجار کرنا تحصیل حاصل ہے، کیونکہ وہ بغیر اس کے بھی مومنین کے لئے دُعا و استغفار کرتے رہتے ہیں:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ  
يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ  
بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا  
وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةٌ وَعِلْمًا غَفْرًا  
لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ  
عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ  
جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ  
صَلَاحٍ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَ  
ذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ  
السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَ  
ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سُورَةُ

اور فرمایا:

تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَنْفَطَرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ  
وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ  
وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا  
لِمَنْ لَمْ يَأْتِ اللَّهَ بِالْحُجَّةِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ (۵: ۳۲)

جبار امت کی شفاعت: اسی طرح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے

جو عرش اٹھائے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، اپنے رب کی ستائش کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں کہ اے رب تیری رحمت و علم ہر چیز کے لئے وسیع ہے، پس انھیں معاف کر جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ اختیار کی، انھیں جہنم کے عذاب سے بچا، اے رب انھیں جناتِ عدن میں داخل کر کہ جن کا وعدہ تو نے ان سے کیا ہے اور ان کے باؤ اجداد اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں (انھیں بھی داخل کر)..... اور انھیں برائیوں سے بچا اور جسے تو نے آج برائیوں سے بچالیا، اس پر تیری رحمت ہوگی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

قریب ہو کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور ملائکہ اپنے رب کی ستائش کی تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں، خدا ہی غفور و رحیم ہے۔

انبیاء و صالحین بھی بغیر کسی کی التجا کے اپنے اُن خیارِ امت کے لئے دعا و شفاعت کریں گے جن کے بارے میں خدا اجازت دیگا۔

## فصل مخلوقات سے سوال

### انبیاء و اولیاء کو پکارنا

اگر ملائکہ کا پکارنا روا نہیں تو فوت شدہ انبیاء و اولیاء کا پکارنا اور اُن سے دعا و شفاعت کی التجا کرنا بھی روا نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ خدا کے ہاں دعا و شفاعت کریں گے، اور یہ دو وجہ سے ہے:

ایک؛ جس کے بارے میں خدا انھیں دعا و شفاعت کا حکم دے دیگا، وہ لا محالہ شفاعت کریں گے، چاہے درخواست کی جائے یا نہ کی جائے، اور جس کو ایسے میں حکم نہ ہوگا کتنی ہی ناک رگڑی جائے ہرگز زبان نہ کھولیں گے، بنا بریں اُن درخواست کرنا فضول ہے۔

دوسرا؛ اور اس لئے کہ موت کے بعد انھیں پکارنا اور التجا کرنا، شرک تک لے جاتا ہے، لہذا اگر اس میں کوئی مصلحت ہوتی بھی تو یہ شرک کی مضرت ایسی موجود ہے کہ اس کی وجہ سے ہر مصلحت چھوڑ دی جائیگی۔ لیکن یہاں تو ہرے کوئی مصلحت موجود ہی نہیں کہ جس میں بحث کی جائے بنا بریں اُن سے درخواست کرنا روا نہیں۔

### منفعت و مضرت

رہا اُن کی زندگی اور موجودگی میں التجا کرنا، تو روا ہے، کیونکہ کوئی مضرت موجود نہیں، بلکہ منفعت ہے اور یہ کہ خود انھیں اس دارالعمل میں مخلوق کی خدمت

وفائدہ رسائی کا ثواب حاصل ہوگا۔

رہی آخرت تو وہاں ان کی شفاعت ان کے لئے طرہ امتیاز اور باعثِ صد

عزت و افتخار ہوگی۔

حُرْمَتِ وَاِبَاحَتِ كِي شَهَادَتِ

مخلوق سے سوالِ اصل میں حرام، ضرورتاً مباح اور توکل کی راہ سے اس کا ترک

افضل ہے۔ قرآن میں ہے :

جب فارغ ہو جاؤ تو محنت کرو اور اپنے رب ہی  
کی طرف رغبت کرو۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ، وَالِی رِبِّكَ  
فَاذْغَبْ۔ (۹۴: ۸۷)

یعنی اللہ ہی کی طرف رجوع ہو، کسی اور کی طرف نہ ہو۔ اور فرمایا:

مگر وہ خدا اور اس کے رسول کے لئے پراضی  
ہو جائے اور کہتے کہ خدا ہمارے لئے کافی ہے خدا  
اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہیں (اور) دیکھا،  
ہم اللہ ہی طرف رغبت کرتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوا مَا اَنَا هُمْ اللّٰهُ  
وَرَسُوْلُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سِوَتٰیْنٰ  
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُوْلُهُ اِنَّا اِلٰهُ اللّٰهُ  
ذٰ اِغْبٰیوْنَ۔ (۵۹: ۹)

عَطَاؤُ خَشِشٍ اَوْ كِفَايَتٍ وَرَغْبَتِ

اس میں عطاؤ خَشِشِ کو اللہ اور رسول دونوں سے منسوب کیا گیا مگر کفایت کی نسبت

صرف اپنے ہی لئے رکھی ہے اور حکم دیا ہے کہ کہیں: حَسْبُنَا اللّٰهُ، (خدا ہمارے لئے  
کافی ہے) نہ یہ کہ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، (خدا اور اس کا رسول ہمارے لئے کافی

ہیں) پس رغبت و رجوع صرف اللہ ہی کی طرف ہونا چاہئے۔ دوسری آیت میں ہے:

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت  
کی اور اللہ سے ڈرا اور پرہیز کیا تو ایسے ہی  
لوگ کامیاب ہیں۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَخْشِ  
اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ  
الْفٰاِئِزُوْنَ۔ (۵۲: ۲۳)

اس میں بنی اطاعت کو اللہ اور رسول دونوں میں عام رکھا ہے مگر خشیت تقویٰ کو بلا شرکتِ رسول صرف خدا کے لئے مخصوص کیا ہے۔

### ایک جامع حدیث

مشہور و معروف حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ سے فرمایا:

لڑکے میں تجھے چٹہ بول سکھاتا ہوں: اللہ کو یاد رکھو وہ تجھے محفوظ رکھے گا، اللہ کو یاد رکھو اُسے اپنے سامنے پائیگا، فراخی میں اپنے تئیں خدا کے سامنے پیش کردہ سختی میں تجھے پہچائیگا، جب سوال کرو تو خدا سے سوال کرو، جب مدد طلب کرو تو خدا سے طلب کرو، جو کچھ تجھ پر سینے والی ہے اُسے لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے، پس اگر تمام مخلوق کو شمش کرے کہ تجھے نقصان پہنچانے تو نہیں پہنچا سکتی، بجز اُس کے جو خدا نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے، پس اگر تجھ سے ہو سکے کہ یقین کے ساتھ خوشی خوشی خدا ہی کے لئے عمل کرے تو کرو اور اگر نہ ہو سکے تو

یا غلام، انی معلمک کلمات: احفظ اللہ یحفظک، احفظ اللہ تجبده تجاهک، تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدة، اذا سالت فاسأل اللہ، واذا استعنت فاستعن باللہ، جعت القلم بما انت لاق، فلو جهدت الخليفة علی ان یضروک لم یضروک الابشی کتبت اللہ علیک، فان استطعت ان تعمل اللہ بالرضاء مع الیعتین فافعل، فان لم تستطع فان فی الصبر علی ما تکره خیرا کثیرا“

شدت میں ثابت قدم رہنے میں بہت بہتری ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اگر چاہا بک گر جاتی تو کسی سے نہ کہتے کہ اٹھا دو، اور فرماتے: میرے یار نے منع کر دیا ہے کہ لوگوں سے کچھ بھی سوال کروں۔“

### بیعت نبویؐ

صحیح مسلم میں عوف بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ

کی ایک جماعت سے بیعت لی اور ان کے کان میں کہا کہ لوگوں سے کچھ بھی مانگنا۔  
عوف کہتے ہیں، ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ ہاتھ سے چابک گر جاتی تھی  
مگر کسی سے نہ کہتے تھے کہ ذرا اٹھا دو۔

جھاڑ پھونک سے پرہیز

صحیحین میں ہے کہ فرمایا:

<p>میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونگے، وہ وہ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، اپنے کو دغواتے نہیں، سنگون بد کے قائل نہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔</p>	<p>يدخل من امتي الجنة سبعون الفا بغیر حساب (وقال) هم الذين لا يسترقون ولا يكتون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون۔</p>
---	--

اس حدیث میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو پھونک نہیں ڈلواتے، جھاڑ  
پھونک بھی دعا کی ایک قسم ہے، یعنی دعا کی کسی سے خواہش نہیں کرتے۔  
یرقون بجائے یسترقون

اس حدیث میں بعض راوی یسترقون کی جگہ یرقون (پھونک ڈالتے ہیں)  
روایت کر گئے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خود اپنے لئے اور دوسروں کے لئے  
دعا کرنا نیکی ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور دوسروں کے حق میں دعا کیا  
کرتے تھے مگر کسی اور سے دعا یا پھونک کی خواہش نہیں کرتے تھے۔ صرف  
آپ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء کا یہی حال تھا کہ صرف اللہ سے سوال و دعا کرتے تھے،  
جیسا کہ خدا نے حضرت آدم، ابراہیم، موسیٰ وغیرہم (علیہم السلام) کے قصوں میں  
بیان فرمایا ہے۔

حسبى الله من سواى علمه بحالى

اور یہ جو روایت کیا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالنے

کے لئے منجینق میں رکھا گیا تو جبریلؑ نے کہا: سوال کرو اور انہوں نے جواب دیا: حسبی اللہ من سوالی علمہ بحالی۔ (مجھے سوال کی کیا ضرورت ہے جبکہ خدا میرا حال جانتا ہے) تو بالکل بے بنیاد ہے بلکہ برعکس اس کے صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا: حسبی اللہ و نعم الوکیل۔ (مجھے اللہ ہی ہے اور وہی سب سے اچھا ساتھی ہے)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے یہ اُس وقت کہا جب آگ میں ڈالے گئے

اور حضرت محمدؐ نے اُس وقت کہا جب لوگوں نے ڈرایا کہ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكَ فَاخْشَوْهُمْ (۹:۴) (لوگوں نے تمہارے لئے جاؤ کیا ہے ان سے ڈرو)۔

البتہ امام احمدؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ سے جبریلؑ نے کہا: آپ کچھ چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تم سے نہیں، کرنا خدا سے ان کا التجا کرنا تو قرآن میں متعدد جگہ مذکور ہے جس کے بعد کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کہا ہو: حسبی اللہ من سوالی علمہ بحالی۔

## فصل اثابت و عبادت کا حکم شرعی

### اجابت و منظوری کا سبب

اللہ سب کچھ جانتا ہے مگر باوجود اس کے اُس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اُس سے سوال و دعا کریں، اُسی پر بھروسہ رکھیں، اُسی کی عبادت کریں، کیونکہ اُس نے ان چیزوں کو دُعاؤں کی اجابت اور عبادتوں کی منظوری کا سبب بنا دیا ہے۔ گناہ دھلنے کے ذرائع: علم الہی کا ازلی اور محیط ہونا، محتاجوں اور گنہگاروں



کی حالت سے اُس کا بخوبی واقف ہونا اس کے منافی نہیں کہ وہ ذاتِ برتر گنہگار و  
کو توبہ و استغفار، حاجتمندوں کو دُعاؤں اور سب بندوں کو عبادت و امانت  
کا حکم دے تاکہ ان ذرائع سے گناہ و وصل جائیں، اُمر اور پوری ہو جائیں، درجے  
بلند ہو جائیں۔

### دُعا سے بھی افضل بات

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ کو اُس بات کا حکم دیا جاتا ہے جو دُعا  
سے بھی افضل ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

جسے میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے  
غافل کر دیا، اُسے میں وہ بہتر سے بہتر دیتا ہوں  
جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں۔

من شغله ذكرى عن مشلتى  
اعطيته افضل مما اعطى السائلين

ترندی میں ہے:

جسے قرآن کی تلاوت نے میرے ذکر و سوال  
سے مشغول کر لیا، اُسے وہ بہتر سے بہتر دیتا  
ہوں جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں۔

من شغله قراءة القرآن عن ذكرى  
ومسألتي اعطيته افضل مما اعطى  
السائلين۔

### مستحسن و مشروع سوال

بدنی عبادتوں میں سے افضل عبادت نماز ہے کہ نماز میں قراۃ، ذکر،  
دُعا سب کچھ موجود ہے اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ ضروری ہے۔ چنانچہ قیام میں  
قراۃ قرآن کا حکم ہے لیکن رکوع و سجود میں قراۃ کی ممانعت ہے۔ نماز میں دُعا  
کا حکم ہے جیسا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں دُعا مانگتے اور اُس کا حکم  
دیتے تھے۔ سجدہ میں بھی دُعا مستحسن ہے بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز قیام  
و رکوع میں بھی دُعا جائز ہے، اگرچہ قیام میں قراۃ و ذکر، دُعا سے افضل ہے۔

غرض بندے کا اپنے رب سے سوال کرنا مستحسن و مشروع ہے۔  
حضرت ابراہیمؑ کی یادگارِ دُعاء

خود حضرت ابراہیمؑ خلیلؑ اور دو سر انبیاءؑ نے بھی سوال کیا ہے قرآن میں ہے:

اے رب میں نے اپنی کچھ اولاد بے کھیتی کے مقام میں  
تیرے معزز گھر کے پاس آباد کی ہے تاکہ اے بے  
نماز قائم کریں، سو لوگوں کے دل ان کی طرف پھیرے  
اور انھیں پیداوار سے روزی دے تاکہ شکر کریں،  
اے بے تو جانتا ہے جو ہم ظاہر کرتے اور چھپاتے  
ہیں، خدا سے کچھ بھی مخفی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان  
میں، ستائش اُس خدا کے لئے جس نے بڑھاپے میں  
مجھے اسمعیلؑ و اسحقؑ بخشے میرا رب عا سُننے والا ہے  
اے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا  
بنائے، اے رب میری دُعا قبول کر، اے رب  
قیامت کے دن مجھے، میرے الدین کو اور مومنین  
کو بخش دے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُرُودًا  
غَيْرِ ذِي زُرْعَةٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ  
رَبَّنَا لِيقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْتِدَاءَ  
مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْتُقِعْ مِنْ  
الْثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ، رَبَّنَا إِنَّكَ  
تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ، وَمَا يَخْفَى  
عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي  
السَّمَاءِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي  
عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ، إِنَّ رَبِّي  
لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ، رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ  
الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ  
دُعَاءَنَا، رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَ  
لِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿۱۳۲﴾

حضرت ابراہیمؑ و اسمعیلؑ دونوں کی دُعاء

جب ابراہیمؑ و اسمعیلؑ نے کعبہ کی بنیاد اٹھائی تو دُعا  
کی، اے رب اسے قبول کر..... اے رب  
ہم دونوں کو اپنا مطیع کر دے اور ہماری نسل سے اپنے  
لئے ایک مطیع جماعت بنالے ہماری عبادتیں ہیں

إِنِّي أَرْفَعُ اِبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ  
وَاسْمِعِيلَ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، إِنَّكَ أَنْتَ  
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ  
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ

دکھا، ہماری قوبہ قبول کر..... اے رب ان  
میں ایک رسول بھی میں سے بھیج جو تیری آیتیں ان  
پر تلاوت کرے، انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور  
پاک کرے.....

وَأَرْسَلْنَا سَكَنًا وَثَبَّ عَلَيْهِمْ إِلَهُكَ  
أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، رَبَّنَا وَابْعَثْ  
فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ  
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ  
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۱: ۱۷۴ تا ۱۷۶)

غائب کی غائب کے لئے وعاء

اسی طرح مسلمان کا اپنے بھائی مسلمان کے لئے دعا کرنا بھی مستحسن اور شرعی حکم کے  
مطابق ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
جو آدمی بھی اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے  
لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے، جب وہ اپنے بھائی  
کے لئے دعا کرتا ہے فرشتہ کتابے آمین پورے ہو  
بھی اسی کی مانند۔

مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو لِأَخِيهِ بِنَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا  
وَكَلَّ اللَّهُ بِهِ مَلَكًا كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ  
بِدَعْوَةٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمَوْكَلُ آمِينَ وَلَكَ  
بِمِثْلِهِ -

یہ تو خود خدا سے سوال و دعا کا معاملہ تھا، بر خلاف اس کے مخلوق سے سوال و دعا کرنا  
ہے، جس کی اجازت نہیں دی گئی

## فصل (۱۹)

### جواز وعاء جواز سوال

#### شواہد مشران

البتہ علم کے لئے سوال و التجا جائز بلکہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:  
فَسْتَنْوُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (۲۱) اہل ذکر (علم) سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

اگر ہماری اتاری ہوئی باتوں میں سے کسی میں ہتھے  
شک ہو تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے  
کتاب پڑھتے ہیں۔

اپنے پہلے کے رسولوں سے پوچھ کیا ہم نے رحمان کے  
علاوہ اور معبود ٹھہرائے جن کی پوجا کی جائے؟

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ  
كِتَابًا مِنَ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْكِتَابَ مِنَ  
تَبْلِيغِهِ - (۹۴:۱)

وَسَأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا  
أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً  
يُعْبَدُونَ - (۴۳: ۲۳)

## کون سوال مباح

اور یہ اس لئے کہ علم کی اشاعت و تعمیم واجب ہے، اور جو کوئی سوال جو نے پر بھی  
اپنا علم چھپائے، قیامت کے دن اس کے منہ میں آتشیں ننگام دی جائیگی۔ کیونکہ وہ ایک ایسی  
دولت میں نخل کرتا ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، بڑھتی ہے۔ نیز حقوق کا غلبہ کرنا،  
مال فی و غیرہ مشترک اموال میں اپنا حصہ طلب کرنا، وقف، میراث، وصیت میں حق مانگنا  
ضیافت لینا، قرض کا مطالبہ کرنا ایسے سوال ہیں جو مباح ہیں۔

## أَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْهُ

بعض سوال ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی سائل کے لئے اجازت نہیں ہوتی مگر مسؤل  
کو ان کے پورا کرنے کا حکم ہوتا ہے: وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْهُ (سائل کو نہ جھڑک)۔ حدیث  
میں ہے کہ: إِنْ أَحَدُكُمْ لِيَسْأَلُ الْمَسْأَلَةَ فَيُخْرِجُ بِهَا يَتَا بَطْهَانَ نَارًا (تم مجھ سے سوال کرتے  
ہو پھر اُسے لے کر آگ بنل میں دابے لکھتے ہو)۔ بعض سوال مکروہ اور حرام ہوتے ہیں مگر مسؤل  
کے لئے ان کے پورا کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمال اخلاق کی وجہ سے  
کسی سائل کو بھی مایوس نہ لٹاتے تھے اگرچہ خود سائل کے لئے سوال جائز بھی نہ ہوتا۔

## اکابر صحابہ اور رسول اللہ

یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اور دوسرے اکابر صحابہ کبھی اپنے لئے آپ سے کوئی

سوال حشے کہ دعا کی بھی درخواست نہ کرتے تھے۔ البتہ مسلمانوں کے حق میں دعا کی التجار کرتے تھے، جیسا کہ ایک جنگ کے موقع پر جب لوگوں نے سواریوں کو ذبح کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کل دشمن کے مقابلہ میں ہمارا کیا حال ہوگا جب ہم بھوکے اور پیدل ہونگے، لیکن اگر آپ مناسب سمجھیں تو باقی ماندہ رسد جمع کریں اور خدا سے برکت کی دعا کریں، خدا آپ کی دعا سے ہمیں برکت دینگا، البتہ عام مسلمان اپنے حق میں بھی دعا کی درخواست کرتے تھے جیسا کہ اندھے نے بیانی کے لئے درخواست کی اور ام سلمہؓ نے آپ کے خادم انس کے لئے دعا چاہی اور ابو ہریرہؓ نے دعا کی التجار کی کہ انہیں اور ان کی ماں کو خدا مومنوں کی نظر میں محبوب بنا دے۔

### حضرت صدیق کا استغناء و توکل

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے توکل و استغناء کا یہ حال تھا کہ خدا نے ان کی اور ان جیسے

لوگوں کی شان میں فرمایا ہے:

وَسَيُجَازِيهَا الْآلِافُ، الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ  
يَتَزَكَّى، وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ  
عُجْزَى، إِلَّا ابْتِغَاءً وَجْهٍ رَبِّهِ  
الْأَعْلَى، وَالسُّوفَ يُرَعَى. (۹۳-۲۱۱)

البتہ اس (دو نرخ) سے بچایا جائیگا زیادہ پرہیزگار کو جو اپنا مال پاک ہونے کو دیتا ہے، اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، مگر وہ احسان کرنا ہوتا ہے صرف اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی کے خیال سے اور عنقریب وہ راضی ہوگا۔

## فصل

وَمَا مَعَاوِضَهُ كِيَاكِ صَوْرَتِ هِي

انبیاء کے احسان کا معاوضہ

صالح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من الناس علینا فی صحبتہ و ذوات  
 یدہ ابو بکر ولو کنت متخذ امن اهل  
 الاوصی خلیلاً لا تلحدت ابا بکر خلیلاً  
 اپنی دوستی اور مال میں ہم پر سب سے زیادہ احسان  
 کرنے والا ابو بکرؓ ہے، اگر میں زمین و آسمان میں سے  
 کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو خلیل بناتا۔

پس حضرت صدیقؓ سے زیادہ اپنے مال و جان سے احسان کرنے والا صحابہؓ میں کوئی  
 نہ تھا۔ حضرت صدیقؓ یہ کسی دنیاوی غرض یا کسی مخلوق سے معاوضہ کی امید پر نہ کرتے تھے بلکہ  
 محض اپنے ربؐ علی کی خوشنودی کے لئے کرتے تھے۔ خود حضرت صدیقؓ پر کسی کا احسان تھا  
 جس کا بدلہ اُتارتے، وہ اپنے مال و تجارت کی وجہ سے سب سے مستغنی تھے، صرف ایک رسولؐ  
 کا احسان تھا کہ ایمان و علم کی دولت انھیں مقدس ہاتھوں سے پہنچتی تھی، مگر یہ ایک ایسا احسان  
 تھا جس کا معاوضہ کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ انبیاء کے احسانات کا معاوضہ خدا پر ہے،  
 بندے نہ ادا کر سکتے ہیں نہ ان سے اس کا مطالبہ ہی ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ - اِنَّ  
 اَجْرِيْ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ - (۲۳ : ۱۳)  
 کہہ دیجئے تم سے کچھ بھی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا  
 معاوضہ تو صرف خدا پر ہے۔

### صدیق اکبرؓ کا خلوص نیت

لیکن بر خلاف حضرت صدیقؓ کے زید و علیؓ کا معاملہ ہے جن پر رسولؐ کا ایسا  
 احسان تھا جس کا دنیا میں معاوضہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ زید غلام تھے، آپؐ نے آزاد کیا،  
 علیؓ کی پرورش آپؐ کے گھر میں ہوئی، کیونکہ تھپڑ لگایا تھا اور ابو طالب کا بار بھگائے  
 کے لئے علیؓ کو رسولؐ نے اور جعفر کو عباسؓ نے لے لیا تھا۔ غرض کہ حضرت صدیقؓ  
 اپنی دولت و دوستی میں سرور کائنات کے ساتھ سب سے اچھے تھے اور ایسا مال راہِ خدا  
 میں ہمیشہ پانی کی طرح بہایا کرتے تھے۔ خود رسولؐ کو اپنی ذات خاصہ کے لئے کسی  
 کی بھی محتاجی نہ تھی، نہ ابو بکرؓ کی نہ کسی اور فرد بشر کی۔ چنانچہ جب ہجرت کے موقع پر  
 حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں، ایک آپؐ کے لئے تو سات

فرمادیا "لیکن قیامتاً غرض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے سب سے بہتر دوست اور کمال ایمان و کمال استغناء و کمال توکل کی وجہ سے اپنے تمام کام خالصتہً لوجہ اللہ کرتے اور کسی مخلوق سے بھی عام اس سے کہ ملائکہ ہوں یا انبیاء ہوں کسی معاوضہ کی خواہش نہ رکھتے تھے۔

### ہل جزاء الاحسان الا الاحسان

معاوضہ و بدلہ کی ایک سورت دُعا بھی ہے، حدیث میں ہے:

من اسدی الیکم معروفا فکافئوہ	جو کوئی تم پر کچھ احسان کرے تو اُسے معاوضہ دو۔
فان لم تجدوا ما تکافؤنہ بہ فادعوا	اگر معاوضہ نہ رکھتے ہو تو اُس کے لئے دُعا کرتے رہو۔
لہ حتی تعلموا ان قد کافئوہ۔	یہاں تک کہ سمجھو معاوضہ او اکر چکے۔

### دستور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دستور تھا کہ جب کسی کو صدقہ بھیجتیں تو خادم سے کہہ دیتیں "سُننا وہ ہمارے لئے کیا دُعا کرتا ہے تاکہ ہم بھی اُس کے لئے ویسی ہی دُعا کر دیں اور صدقہ کا ثواب اللہ میرا باقی رہے۔" اسی لئے بعض علمائے سلف نے کہا ہے اگر رسا مل تم سے کہے: بارک اللہ فیک "تو تم بھی اُسے کہو" وہیک باریک اللہ "غرض کہ جو نیکی کسی مخلوق سے کی جائے عام اس سے کہ وہ مخلوق نبی ہو یا ولی ابوشاہ ہر یا غنی خالصتہً لوجہ اللہ ہوئی چاہئے اور اس کا معاوضہ کسی مخلوق سے بھی نہ طلب کرتا چاہئے اگرچہ وہ مخلوق نبی یا فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ اس لئے کہ خدائے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اُسی کی عبادت کریں اور عبادت کو اُسی کے لئے بے میل قالس رکھیں۔

# فصل ۲۱

## دینِ فطرتِ اسلام پر

### مقبول ترین دین

یہی وہ دینِ اسلام ہے جسے دے کر اللہ نے اپنے تمام اگلے پچھلے رسول بھیجے

اور جس کے علاوہ کوئی اور دین وہ کسی سے قبول نہیں کریگا:

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا غُلًّا  
يُقْبَلْ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ  
الْخٰسِرِيْنَ - (۲۱: ۸۵)

جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کریگا  
تو اُس سے یہ برگزیدہ مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں  
نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

### اولوالعزم انبیاء کا دین

نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ تمام انبیاء (علیہم السلام) اور ان کے سچے پیرو سب کو

سب اسی اسلام پر تھے۔ نوح نے اعلان کیا تھا:

وَأَمْرٌ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۱۳: ۱۱) | مجھے حکم ملتا ہے کہ مسلمان ہوں۔

### ملتِ ابراہیمی

حضرت ابراہیم کی بابت فرمایا:

وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا  
مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ، وَكَانَ صِدْقًا  
فِي الدُّنْيَا وَآتًا فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ  
الْعٰلَمِيْنَ، اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمْ  
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲: ۱۳۰)

ابراہیم کی ملت سے وہی منہ پھیرتا ہے جو بے قوت  
ہے اہم نے اُسے دنیا میں امتیاز، یا اور وہ آخرت  
میں صالحین میں سے ہے، جب اُس کے رب نے اُس سے  
کہا فرماں بردار ہو اُس نے کہا میں رب العالمین کا  
فواں بردار ہو گیا۔



## اسرائیلی دین

پھر ابراہیم دیعقوب سے اپنی نسلوں کو اسی دین کی وصیت کی :  
 وَوَصَّي بِهٖمَا اِبْرٰهٖمَ بَنِيهٖ وَيعقوبُ ، ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ  
 يَبْنِيَنَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ لَكُمْ الدِّينَ قُلُوْا لِيَسْمُوْا اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۱۲۲: ۱) اے میرے بچو خدا نے تمھارے لئے دین کو چن دیا جو  
 پس تم اسلام کی حالت ہی میں مرنا۔

## دین موسوی

حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:

يٰۤاَقُوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ فَعَلَيْهٖ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ (۱۲۲: ۱۰) اے قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ  
 کرو اگر تم ذراں بردار ہو۔

ساحروں نے ایمان لانے کے بعد دعا کی تھی :

سَرَبْنَا اَفْرٰغَ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَقَّنَا مُسْلِمِيْنَ - (۱۳۹: ۴) اے رب ہم پر صبر عطا کر اور ہمیں فرماں بڑاری میں  
 وفات دے۔

حضرت یوسفؑ کی مناجات :

تَوَقَّفِنِيْ مُّسْلِمًا وَّ اَلْحَقِّنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (۱۰۱: ۱۲) مجھے اطاعت کی حالت میں وفات دے اور صالحین  
 میں سے کر دے۔

## دین عیسوی

حواریین کے بارے میں فرمایا:

وَ اِذْ اَوْحٰنَا اِلَى الْحَوٰرِیِّیْنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ، قَالُوْا اَمَّا وَاَشْهَدُ بِاَنَّنا مُسْلِمُوْنَ - (۱۱۵: ۵) جب میں نے حواریوں پر وحی کی کہ مجھ پر اور میرے  
 رسولوں پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ ہو کہ ہم فرما بردار ہیں۔

## بنیاد اسلام بہ اختلاف زمانی

دین فطرت اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: اللہ واحد کی بلا شریک غیر عبادت کرنا اور ان طریقوں پر کرنا جو خود اس نے مقرر کر دئے ہیں۔ یعنی جن طریقوں کو انبیائے واجب یا مستحب ٹھہرایا ہے انھی پر خدا کی پرستش کرنا چاہئے۔

مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء آئے اور عبادت کے مختلف طریقے لائے، جو سب اپنے اپنے زمانوں میں اسلام تھے۔ جب توراہ قائم تھی، انجیل نافذ تھی تو اس وقت ان کی پابندی کرنے والے مسلمان تھے۔ اسی طرح جب لوائل اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو یہی اسلام تھا، پھر جب کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا تو یہ اسلام ہو گیا اور اس کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کرنا اسلام سے خروج قرار پایا۔

## اسلمان کون ہے؟

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جو کوئی شریعت محمدیہ کے واجبات و مستحبات کے بموجب خدا کی عبادت نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ پھر تمام واجبات و مستحبات میں ضروری ہے کہ خاص رب العالمین ہی کے لئے ہوں۔ فرمایا:

وَمَا أَمُرُوا إِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّینَ حُنْفَاءً وَ یَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقِیَمَةِ (۹۹)

اور فرمایا:

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ، اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ - (۳۷:۲۸)

ہم نے تجھ پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے، پس اللہ کی عبادت کر خالص کر کے اسی کے لئے عبادت، خبردار اسی کے لئے خالص عبادت ہے۔

## رضائے الٰہی کی طلب

پس مسلمان جو بھی واجب یا مستحب عبادتیں کرتا ہے مثلاً ایمان، عبادت، زکوٰۃ و مالیت، محبتِ خدا و رسول، بندوں سے نیکی، تو ان سب میں اُسے یہی حکم ہے کہ صرف رضائے الٰہی پیش نظر رکھے اور کسی مخلوق سے بھی کسی شرح کے معاوضہ کی خواہش نہ کرے، چاہے وہ معاوضہ مادی نفع کی صورت میں ہو یا دُعا وغیرہ ہو، کیونکہ یہ خدا کو پسند نہیں

## سوال کی تین مُضرتیں

ربا مخلوق سے اس کے سوال کرنا، تو نہ واجب ہو نہ مستحب، بجز بعض موقعوں کے اور رسول کو حکم ہے کہ سوال سے پہلے ہی دیدے۔ اگر مومنین کو مخلوق سے سوال کرنے کا حکم نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ اس سے دُور ہونگے جو کہ افضل خلق اور غیر اللہ سے سب سے زیادہ مستغنی ہیں، کیونکہ مخلوق سے سوال کرنے میں تین خرابیاں ہیں: غیر اللہ کی طرف احتیاج جو شرک کی قسم سے ہے، رسول کی ایذا دہی جو ظلم خلق کی قسم سے ہے، غیر اللہ کے سامنے عاجزی اور یہ ظلم نفس کی قسم سے ہے۔ پس سوال میں تینوں قسم کے ظلم موجود ہیں، اور محمد نے اپنے رسول کو اس سے پاک رکھا ہے۔

## فصل ۲۲

### صلوا علیہ وسلموا تسلیما

## منجملہ احکام نفع اُمت

ربا اُمت کو خدا کا حکم کہ رسول کے لئے دُعا کریں تو یہ بھی منجملہ ان حکموں کے ہیں جن سے خود اُمت کو نفع ہوتا ہے، مثلاً تمام واجب و مستحب عبادت و احکام کہ جو اُمت ہی کے نفع کے لئے ہیں، خدا کو ان سے کوئی فائدہ نہیں۔

رسول اللہ کو فائدہ: بلاشبہ مسلمانوں کی دُعا سے رسول اللہ کو فائدہ ہوتا ہے مگر یہ

ویسا ہی فائدہ ہے جیسا آپ کی بتائی ہوئی دوسری عبادتِ اعمالِ صالحہ پر مسلمانوں کے عمل سے آپ کو ہوتا ہے، کیونکہ راہِ راست دکھانے والے کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس راہ پر چلنے والے کو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا:

<p>من دعی الی ہدی کان لہ من الاجر مثل اجور من اتبعہ من غیر ان ینقص من اجورہم شیئا۔</p>	<p>جس نے کسی ہدایت کی طرف دعوت دی تو اسے اُن لوگوں کے برابر ثواب ملتا ہے جو اس پر چلتے ہیں بغیر اس کے کہ اُن کے ثواب میں کچھ بھی کمی ہو۔</p>
--	--

### ثواب ہدیہ کرنا؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو راہِ راست دکھائی ہے اس لئے امت کی تمام نیکیوں کا ثواب آپ کو بھی حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سلفِ صالح اپنے اعمال کا ثواب آپ کو ہدیہ نہیں کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ بغیر ہدیہ کے بھی آپ کو انھیں کے برابر ثواب مل جاتا ہے۔

### والدین کے لئے دعاء

لیکن والدین کی یہ حالت نہیں ہے انھیں اولاد کے تمام اعمال کا ثواب نہیں ملتا، بلکہ اُن کی دعاء وغیرہ سے نفع حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے:

<p>اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث: صدقة جاریة وعلد ینتفع به وولد صالح یدعوه۔</p>	<p>جب ابن آدم مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے بجز (اُس کی) تین چیزوں کے: جاری رہنے والا سودہ، نفع بخش علمِ اولادِ صالح جو اس کے لئے دعا کرے۔</p>
--	---

### امت کی دعائے ترغیب

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے دعا کی جو طلب کی ہے وہ حکم و ترغیب کے سوال نہیں ہے، چنانچہ ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ پر صلوة و سلام بھیجا کریں اور خود خدا نے بھی ہمیں حکم دیا ہے: سَلُّوا عَلَیْهِ وَتَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۲۲: ۱۷) (اُن پر درود پڑھو اور خوب سلام بھیجو)۔

## طالبِ وسیلہ کے لئے شفاعت

اسی طرح آپ نے سکھ دیا ہے کہ آپ کے لئے وسیلہ و فضیلہ و مقامِ محمود کی دعا کریں،

جیسا کہ صحیح مسلم میں عبدالقہر بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اذان کو سنو تو ویسا ہی کہو جیسا وہ کہتا ہے، پھر مجھ

پر درود بھیجو کیونکہ بڑھچکا ہے، پھر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، خدا

اُس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے، پھر میرے لئے وسیلہ

طلب کرو اور وہ بہت میں ایک ہے جو اللہ کے

بندوں میں سے ایک ہی بندے کے لئے سزاوار ہے،

میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، بس نے میرے

لئے وسیلہ طلب کیا، اُس کیلئے قیامت میں میری شفاعت ہوگی

اذا سمعتم المأذون فقولوا مثل ما یقولون

ثم صلوا علیّ فانہ من صلی علیّ مرّة

صلی اللہ علیہ عشرًا ثم صلوا اللہ لی

الوسیلة فانہا دو جنة فی الجنة لا تنبغی

الا لعبد من عبد اللہ وان یوان ا کون

انا ذلک العبد ثم سأل اللہ لی الوسیلة

حلت علیّ شفاعتی یوم القیامة۔

## دوسری حدیث

صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

جس نے اذان سن کر کہا: اے خدا میں عورت تمار

اور سلوۃ قائمہ کے رب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

وسیلہ و فضیلہ و درجہ و رفیعہ کہ اور اسے تمام غم

میں اٹھا جس کا تو نے اُس سے وعدہ کیا ہے، تو وعدہ

خلاف نہیں کرتا، تو اُس کے لئے قیامت میں میری

شفاعت حلال ہوگی۔

من قال حين سمع النداء: اللهم رب

هذه الدعوة القائمة والصلوة القائمة

أت محمدی الوسیلة والفضیلة والدرجۃ

الرشیعة وابعث مقاماً محموداً الذی

وعدته انک لا تخلف الميعاد، حسنت

له شفاعتی یوم القیامة۔

## حضرت عمرؓ سے دعا کی خواہش

اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے بواحد ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے، روایت کی

ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت چاہی تو اجازت دی، اور

فرمایا: لا تنسنا یا اخی من دعاک « (جہانی! اپنی دعا میں ہمیں فراموش نہ کرنا) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دعا کی اسی طرح خواہش کی سے جس طرح باقی اُمت سے اپنے لئے صلوات و سلام اور وسیلہ و فضیلہ و درجہ رفیعہ کی طلب اور خود جملہ اعمال صالحہ کرنے کی خواہش کی ہے، جس سے مقصود خود دعا کرنے والے کا نفع اور اس پر اسان ہے اور خود آپ کو بھی اُمت کو نیکی کی تعلیم و حکم سے اور مسلمانوں کے اعمال صالحہ و دعا سے نفع حاصل ہوتا ہے۔

### فضیلتِ درود!

اسی قبیل سے ایک شخص کا آپ سے یہ سوال بھی ہے کہ میں آپ پر بہت زیادہ درود پڑھتا ہوں، بتلائیے اس میں سے کس قدر آپ کو بخشا کروں؟ فرمایا: جتنا بھی چاہو عرض کیا چوتھائی؟ فرمایا: جتنا چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، عرض کیا تو نصف؟ فرمایا: جتنا چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، عرض کیا اچھا دوثلث؟ فرمایا: جتنا چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

### فضیلتِ دعا

اسی قبیل سے ایک شخص کا یہ سوال بھی ہے کہ میں آپ کے لئے بہت دعا کرتا ہوں، بتلائیے کتنے درود پڑھا کروں؟ فرمایا: جتنے چاہو، کہا ایک چوتھائی؟ فرمایا: جتنے چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، عرض کیا تو نصف؟ فرمایا: جتنے چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، عرض کیا اچھا دوثلث؟ فرمایا: جتنا چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، کہا تو میں آپ کے لئے پوری دعا کرو دیتا ہوں، فرمایا: تو تیری پریشانی دور اور گناہ معاف ہوئے، (احمد و ترمذی)

### دنیا و آخرت کی پریشانی دور!

یہ شخص دعا کیا کرتا تھا، جب اس نے دعا کی جگہ درود کو دے دی تو اللہ تعالیٰ نے

اس کی دنیا و آخرت کی پریشانیوں کو دیکھ کر دیں۔ کیونکہ جو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے خدا اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اگر کسی ایک مسلمان کو حق میں دعا کرنے کی فیضیت ہے کہ فرشتے کہنے لگتے ہیں: "امین و لک بمثلہ" (آمین!) اور تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کا جو درجہ ہوگا، ظاہر ہے۔

### رسول اللہ کی پیروی و عدم پیروی

اگر کوئی کسی سے کہے میرے لئے دعا کرو اور نیت یہ ہو کہ خود دعا کرنے والے کو اپنی دعا سے نفع و ثواب ہو، نیز کہنے والے کو بھی اس نیک تعلیم کا اجر ملے تو ایسا شخص بلا شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہے اور اس کا یہ سوال کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں۔ لیکن اگر نیت یہ نہ ہو، خود دعا کرنے والے کے نفع کا خیال ہو، محض اپنی فرض پیش نظر ہو، تو ایسا شخص اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا نہیں اور اس کا یہ سوال ناپسندیدہ اور قابل اعتراض ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رغبت کی وجہ سے ترک سوال اس سے کہیں افضل ہے کہ مخلوق کی طرف رجوع و رغبت حاجت ہو۔ لیکن زندوں سے اس طرح کا سوال ممنوع نہیں، جائز ہے۔

### راجح مصلحت و راجح مضرت

برخلاف اس کے عینت سے سوال نہ مشروع ہے نہ واجب مستحب بلکہ مباح بھی ہے۔ اسے صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ نہ سلف صالح میں سے کسی نے مستحب بتایا، کیونکہ اس میں مضرت زیادہ ہے اور کوئی بڑی مصلحت نہیں۔ شریعت کا یہ عام اصول ہے کہ وہ خالص یا راجح مصلح ہی کا حکم دیتی ہے۔ سوال میں کوئی بھی راجح مصلحت نہیں بلکہ وہ یا تو خاص مضرت ہے یا راجح مضرت، اور یہ دونوں غیر مشروع ہیں۔

## فصل (۲۳)

### مخلوق پر احسان بھی عبادت ہے

اُمت سے دعا چاہنا

واعلم ہو چکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسروں سے اپنے لئے دعا چاہنا اُن پر احسان کے لئے تھا جو واجب یا مستحب۔ اسی طرح جنازہ پر نماز اور قبورِ مومنین کی زیارت، اُن پر سلام اور اُن کے لئے دعاؤں پر احسان کے لئے ہے جو واجب ہو یا مستحب۔

### حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری

خدا نے مسلمانوں کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ نماز دُنیا و آخرت میں خدا کا حق ہے، اور زکوٰۃ مخلوق کا حق ہے۔ رسول اللہ نے لوگوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی بجا آوری کا حکم دیا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کریں۔ اور اللہ کی عبادتوں میں ایک عبادت مخلوق پر احسان بھی ہے، کیونکہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً نماز جنازہ اور زیارتِ قبور۔

### مجرم ہر سب کو نہ جہرا حکم

لیکن شیطان نے اپنے پیروؤں کو گمراہ کر دیا ہے اور اس نیکی کو خالق کے ساتھ شرک اور مخلوق کی ایذا دہی میں تبدیل کر دیا ہے کیونکہ جب وہ انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت محض اس لئے کرتے ہیں کہ اُن سے سوال کریں یا اُن کے پاس دعا کریں یا یہ کہ اس زیارت سے اُن کا مقصود نماز جنازہ کی طرح مُردہ پر سلام و دعا نہیں ہوتا، تو اپنے اس عمل میں مشرک ہوتے ہیں، جن سے سوال کرتے ہیں، انہیں تکلیف دیتے ہیں اور خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ اس طرح تینوں قسموں کے ظلم جمع کر لیتے ہیں۔



## مکارم اسنلاق

اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو کچھ مقرر کیا ہے وہ تو امید ہے، عدل ہے، احسان ہے، اخلاق ہے، بندوں کے لئے دنیا و عقبیٰ میں صلاح و فلاح ہے۔ اور اللہ اور اس کو رسولؐ نے من گھڑت عبادتوں میں سے جو مقرر نہیں کیا اس میں شرک ہے، ظلم ہے، ایذا ہے۔ بندوں کے لئے دنیا و عقبیٰ میں فساد و خسار ہے۔ چنانچہ خدا نے مومنین کو اپنی عبادت اور اپنے بندوں سے نیک سلوک کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا  
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ  
خدا کی پرستش کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی  
شرک نہ بناؤ، والدین اور رشتہ داروں سے اچھا  
برتاؤ کرو۔

یہی مکارم اسنلاق ہیں کیونکہ خدا مکارم اخلاق پسند کرتا ہے اور بُرے اخلاق ناپسند کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بُعِثْتُ إِذْ يَتَخَمَّرُ مَكَارِمُ الْأَخْدَاقِ (رواہ المحکم فی صححہ) (میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق پورے کروں)۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا: أَلَيْسَ الْعُلَيَّا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَىٰ (اُبلند ہاتھ

پست ہاتھ سے بہتر ہے)۔ اور فرمایا: الْيَدِ الْعُلَيَّا عِي الْمَعْطِيَّةُ وَالْيَدِ السُّفْلَى السَّأَلَةُ (اُبلند ہاتھ دینے والا ہاتھ ہے اور پست ہاتھ مانگنے والا ہے)۔

## فصل (۲۴)

### فرق مراتب

احسان و ایذا دہی برابر نہیں

کہاں یہ طریقہ محمدیؐ بتدوں پر احسان اور کہاں سوال کر کے مخلوق کی ایذا دہی

اور درپوزہ گرمی؟ کہاں صرحت ایک ایسے خدا کی طرف رجوع، رغبت، امید، توکل و ذریعہ سے توحید خالص کا نمونہ بننا اور کہاں مخلوق کی طرف رجوع، رغبت، امید، اعتماد اور غیر اللہ سے خدا کی محبت کر کے عناق کے ساتھ شرک کرنا؟ کہاں اللہ کی غلامی اسی کے آگے زاری، اسی کی محتاجی، اور کہاں مخلوق کی غلامی، اُس کے آگے زاری، اُس کی محتاجی؟ دونوں کب برابر ہو سکتے ہیں؟

### حکم نبوتی اور شیطانی گمراہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں محمودہ مستحسن باتوں کا حکم دیا ہے جو دنیا و آخرت میں انسان کی بھلائی اور بہتری کی ذمہ دار ہیں اور ان تینوں ذلیل فاسد باتوں سے منع کیا ہے جو انسان کو پستی و خواری کی طرف دھکیلتی ہیں۔ لیکن شیطان رسول کی راہ سے بھٹکاتا اور کج روی کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا:

۱۔ بنی آدم کیا ہم نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان	الَّذِي آتَمَّذُ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ
کو نہ پوجو (کیونکہ) وہ تمہارا علانیہ دشمن ہے اور	لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ
یکہ میری عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے اللہ	مُبِينٌ وَإِنْ أَشْبَدُ وَنِي هَذَا صِرَاطٌ
شیطان نے تم میں سے ایک بڑی غلقت کو گمراہ	مُسْتَهْتِكُمْ وَلَقَدْ أَخَذَلْنَا مِنْكُمْ جِبِلًّا
کیا، کیا تم نہیں سمجھتے۔	كَثِيرًا، أَقَلَّمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ (۲۶: ۲۱-۲۲)

اور فرمایا:

میرے بندوں پر تجھ کچھ بھی اختیار نہیں، بجز ان	إِنَّ عِبَادِي لَشَاءُ لَيْسَ عَلَيْكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ
کے بجز ان میں سے میری پیروی کریں۔	إِلَّا مَنْ أَتَىكَ مِنَ الْغَوِيں (۲۲: ۱۸)

### شیطانی تسلط

اور فرمایا:

جب قرآن پڑھو تو مرد و شیطان، و زہد کی پناہ مانگو	فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ
--	---

اُسے اُن پر ذرا بھی قدرت نہیں جو ایمان لائے  
اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، اُس کا اختیار  
صرف اُن لوگوں پر ہے جو اُس سے دوستی رکھتے  
اور اُس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، اِنَّهُ لَيْسَ لَهُ  
سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلَىٰ رَجِيْمٍ  
يَتَوَكَّلُوْنَ، اِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِيْنَ  
يَتَوَكَّلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۶﴾

**شیطان کی ہم نشینی**

اور فرمایا:

جو کوئی رحمن کی یاد سے اعراض اختیار کرتا ہے ہم  
اُس کیلئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اُس کا  
ہم نشین ہوتا ہے البتہ وہ اُنھیں سیدھی راہ سے بند  
کھینچے ہیں اور گمان کہتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔

وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نَقِيْضٌ  
لَّهُ شَيْطٰنًا فَاَهْوٰهُ قٰرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ  
لَيَصُدُّوْنَ عَنْ السَّبِيْلِ وَيَجْتَبُوْنَ  
اِنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ - (۲۴: ۲۳)

**تذکارِ الٰہی اور اُس سے اعراض**

رحمن کا ذکر وہی ہے جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر اتارا ہے۔ فرمایا:

ہم ہی نے ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان  
ہیں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ  
لَحٰقِفُوْنَ - (۹: ۱۵)

تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئیگی، جو اُس  
ہدایت پر چلیگا وہ تمہارا نہ ہوگا نہ بدعتی میں پڑیگا،  
اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرےگا، اُس کی معیشت سُرُود  
تنگ ہوگی اور ہم اُسے قیامت میں اندھا اٹھائیں گے  
وہ کیسے کہے کہ تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ  
میں تو آنکھوں والا تھا، جواب ملیگا ہاں جس طرح  
تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں اور تو اُنھیں بھول

فَاِمَّا يٰۤاٰتِيْنٰكُمْ مِّنۡنَا فَاَمِّنْ تَبِعَ  
هٰذَا مٰى فَلَا يَفۡضِلُ وَلَا يَشۡفٰى، وَاَمِّنْ  
اِنَّ مَرۡسَمَۃً مِّنۡ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهُۥ مَعِيۡشَةً  
حٰضِنًا وَاَعۡذِرۡهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعۡمٰى  
قَالَ رَبِّ اِنَّ ذٰلِكَ لَشَرٌّ لِّىْ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنْتُ  
بَعِيْرًا، قَالَ كَذٰلِكَ اَتٰتٰكَ اٰيٰتُنَا  
فَنَسِيۡتَهَا وَاٰتٰتٰكَ اَلۡيَوْمَ شَعۡمٰى -

گیا اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا جائیگا۔

(۲۰: ۱۲۳ تا ۱۲۴)

## نصیحت و پیروی

اور فرمایا:

کتاب کہ تیری طرف اتاری گئی ہے تیرے دل میں اس سے تنگی نہ ہوتا کہ تو اس سے ڈرائے (اور تاکہ وہ ہو نصیحت مومنین کیلئے، اُسکی پیروی کرو جو تمہارے ب کی طرف سے تمہارے لئے اتارا گیا ہے اور اس کے ماسوا مددگاروں کی پیروی نہ کرو۔

الَّذِينَ كُتِبَ إِلَيْكَ الْكِتَابُ فَلَا يَكْفُرُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَرْجٌ مِّنْهُ لِيُذَكَّرَ بِهِ وَذِكْرُنَا لِّلْمُؤْمِنِينَ يَا تَبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (۲: ۱۲۳ تا ۱۲۴)

## راہنمائی صراطِ مستقیم

کتاب جسے ہم نے تیری طرف اس لئے اتارا ہے کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں، ان کے ب کے حکم سے عزیز حمید کی سیدھی راہ کی طرف نکال لئے، اللہ وہی ہے جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور کافروں کے لئے سخت عذاب سے ہلاکت ہے۔

كُتِبَ إِلَيْكَ الْكِتَابُ الْيَقِينُ لِيُذَكَّرَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ رَوْيِلٌ لِّلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ (۲: ۱۲۳ تا ۱۲۴)

اسی طرح ہم نے تیری جانب اپنے معاملہ میں سے ایک رُوح پوشیدہ بھیجی، تو نہیں جانتا تھا کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے، لیکن ہم نے اُسے نور بنا دیا ہے تاکہ اُس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہیں ہدایت کریں، تو البتہ سیدھی راہ کی طرف

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَكُنْ جَعَلْنَا نورهَا نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صِرَاطَ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ  
وَمَا فِي الْأَرْضِ، أَلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ  
الْأُمُورُ۔ (۲۳: ۵۲، ۵۲)

ربنمانی کرتا ہے یعنی اللہ کی راہ کی طرف کہ جس کا وہ  
سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے،  
ہاں اسی کی طرف سب کچھ پھر جاتا ہے۔

### صراطِ مستقیم کیا ہے؟

صراطِ مستقیم وہی ہے جس پر خدا نے اپنے رسول کو بھیجا۔ پس وہی کیا جائے  
جس کا اُس نے حکم دیا ہے اور اُسے چھوڑ دیا جائے جس سے اُس نے منع کیا ہے،  
اُس کے رسول کی جملہ باتوں میں تصدیق کی جائے۔ یہی صراطِ مستقیم ہے، یہی اولیاء اللہ  
المتقون کا راستہ ہے، یہی حزب اللہ المفلحون کا طریقہ ہے، یہی جند اللہ الغالبون  
کا دستور العمل ہے، جو اس کے خلاف تے گمراہی ہے، ضلالت ہے، گمراہوں کا راستہ  
ہے، خاص روئے کی راہ ہے، جس سے اللہ نے اپنے نبی کو الگ رکھا ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ، مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ  
وَمَا غَوَىٰ، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ،  
إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔  
قسم تارے کی جب ڈو بیے، تمہارا ساتھی نہ بہک  
گیا ہو اور نہ راہ سے پھرا ہوا ہے، وہ اپنی خواہش  
سے نہیں بولتا، (وہ جو کچھ بولتا ہے) صرف وحی  
ہے جو اُس پر آتی ہے۔

(۵۳: ۲۳)

### طلبِ دعا کا حکم

خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنی نمازوں میں کہیں:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ  
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ  
عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ (فاتحہ)

ہمیں سیدھی راہ دکھا، اُن کی راہ جن پر تُو نے  
احسان کیا، نہ وہ جن پر غضب ہوا ہے اور نہ  
گمراہ۔

ترمذی وغیرہ نے عدی بن عاتم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: یہود، مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ، ضالون ہیں۔

# فصل (۲۵)

## فِتنہ مشابہت یہود و نصاریٰ

### قول سلف اور بجاؤ کا راستہ

سُفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سلف کہتے تھے "ہماری عالموں میں سے جو بگڑ جائے اُس میں یہودیوں کی خوبو ہے اور ہمارے عابدوں میں سے جو بہک جائے اُس میں عیسائیوں کی خوبو ہے" علماء سلف اُمت کو ڈرایا کرتے تھے کہ "فاجر عالم اور جاہل عابد کے فتنہ سے بچو کیونکہ اُن کا فتنہ ہر کمزور کیلئے فتنہ ہے" جس نے حق جانا اور جاننے کے بعد اُس پر عمل نہ کیا وہ یہود کے مشابہ ہے جن کے بارے میں خدا نے فرمایا:

اتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ  
وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ . (۲۴ : ۲)

اور جس نے بغیر علم، مگر غلو و شرک کے ساتھ عبادت کی وہ نصاریٰ کے مشابہ ہے جن کے بارے میں خدا نے فرمایا:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ  
الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا هَوٰٓءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا  
مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَ ضَلُّوْا عَنْ  
سَوَآءِ السَّبِيْلِ . (۵ : ۷۷)

اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناقص غلو نہ کرو، اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے خود گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔

پہلے اصحابِ غمی ہیں اور دوسرے اصحابِ ضلالت، غمی نفس کی پیروی اور ضلالت عدمِ ہوائی فرمایا ہے اصل میں اسی طرح ہے، عبارت میں تحریر ہو گئی ہے، قرینہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہوی ہو۔ اس لئے ضلالت، راہِ راست سے بھٹکنا۔

## حکامِ الٰہی کو جھٹلانے والوں کی مثال

ان پر اس شخص کا قصہ پڑھ جسے اپنے نشانیاں  
دیں مگر وہ ان سے نکل گیا پس شیطان اس کے پیچھے  
لگا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا، اور اگر ہم چاہتے  
تو اسے نشانیں کے ساتھ بلند کرتے، لیکن وہ  
زمین کی طرف گرا گیا اور اپنی خواہش کا پیرو ہوا،  
پس اسکی مثال کتے کی مثال ہو جس پر اگر بوجھ  
رکھو تو زبان نکال دے اور اگر اسے چھوڑ دو تو زبان  
لٹکا دے، یہ مثال اس قوم کی ہو جس نے ہماری نشانیاں  
جھٹلا دیں، پس انھیں قصے سنا شاید وہ سوچیں

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا  
آيَاتِنَا فَنَسَخْنَا مِنْهَا فَأَتَتْهُمُ الشَّيْطَانُ  
فَكَانُوا مِنَ الْغَاوِينَ أَوْ لَوْ شِئْنَا لَكُنَّا  
بِهَاهُمْ لِنَبَأِ أَخْلَدُوا إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ  
هُمُوهُمْ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ  
تَجِلَّ عَلَيْكَ يُلْهَثْ أَوْ تَمُرَّكَهُ يَلْهَثْ  
ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا  
بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ  
يَتَفَكَّرُونَ - (۴ : ۱۷۵، ۱۷۶)

## خدا کی پھٹکار کی دوسری مثال

میں اپنی نشانوں سے منکر ہیں لوگوں کو بھیر  
دونگا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں، وہ اگر  
سب نشانیاں دیکھیں جب بھی ایمان لائیں، اور  
اگر بھلائی کی راہ دیکھیں تو اسے اپنی راہ نہ بنائیں  
اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے راہ بنالیں،  
یہ اس لئے کہ انھوں نے ہماری نشانیاں جھٹلا دیں  
اور ان سے غافل رہے۔

سَأَصْرَفُ عَنْ آيَاتِي الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ  
فِي الْأَرْضِ بغيرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا  
كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا  
سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا، وَ  
إِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا،  
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا  
عَنْهَا غَافِلِينَ - (۱۷۶ : ۱۷۷)

پس جس میں غی و ضلالت دونوں جمع ہو گئے وہ یہود و نصاریٰ دونوں کے  
مشابہ ہو گیا۔ خدا سے غائب ہے کہ ہمیں اور ہمارے سب بھائیوں کو اس راہ کی طرف  
لے جائے جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی راہ ہے! (آمین)

# باب (۲)

## لفظ وسیلہ اور اُس کا مفہوم

### فصل

#### وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ كَمَا حَمَّ رَبَّانِي

بدحواسی کی وجہ

اس تفصیل سے واضح ہوگا کہ لفظ وسیلہ میں اجمال و اشتباہ ہے، اُس کے معانی کا سمجھنا اور ہر معنی کو اُس کی جگہ میں رکھنا ضروری ہے۔ کتاب و سنت میں اُس کا استعمال ہوا ہے تو کن معانی میں ہوا ہے؟ صحابہؓ اُسے بولے ہیں، اُس پر عمل کیا ہے تو کون سے معنی مراد لئے ہیں؟ بعد کے لوگوں نے اُسے اپنی زبان سے نکالا ہے تو کیا معنی فرض کئے ہیں؟ ان سب کا فرق جاننا از بس ضروری ہے۔ اس باب میں لوگوں کو زیادہ تر بدحواسی صرف الفاظ کے اجمال و اشتراک اور معانی کے عدم ضبط کی وجہ سے ہوتی ہے اور حق گم ہو کر رہ گیا ہے۔

”وسیلہ“ قرآن میں

قرآن میں لفظ وسیلہ دو آیتوں میں وارد ہوا ہے:

وَايْتُهُمُ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ



کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

کہہ دئے انیس پکارو جنہیں تم خدا کے علاوہ خیال  
کئے بیٹھے ہو، وہ تم سے نہ مصیبت اٹھا سکتے ہیں  
نہ بدل سکتے ہیں جنہیں یہ پکارتے ہیں (خود ہی)  
اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں: کون سا  
ان میں سے زیادہ نزدیک ہو اور اس کی رحمت کی  
امید کرتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک  
تیرے سب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے

ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ (۲۵۱۵)  
(۲) قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ  
فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا  
تَحْوِيلًا، أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ  
يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ  
أَقْرَبُ وَيُرْجُونَ أَرْحَمَهُ وَيَخَافُونَ  
عَذَابَهُ، إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ  
مَحْذُورًا. (۵۷:۱۴)

### واجبات و مستحبات کے ذریعہ تقرب

پس اللہ کی طرف جس وسیلہ کا حکم دیا ہے اور جس کے متعلق خبر دی گئی ہے  
کہ طاکہ و انبیاء چاہتے ہیں، وہ وہی واجبات و مستحبات کے ذریعہ سے اس ذات برتر  
سے تقرب ہے۔ پس یہ وسیلہ جس کی جستجو کا خدا نے مومنین کو حکم دیا ہے تمام واجبات  
و مستحبات کو شامل ہے اور جو واجب و مستحب نہیں وہ اس میں داخل بھی نہیں، عام  
اس کو کہ حرام ہو یا مباح ہو، کیونکہ واجبات و مستحبات ہی وہ چیزیں ہیں جن کا رسول  
نے وجوب یا استحباب کے ساتھ حکم دیا ہے اور ان سب کی بنیاد اس شریعت پر  
ایمان کو قرار دیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔

### خلاصہ کلام

بنابریں وہ وسیلہ جس کے چاہنے کا خدا نے حکم دیا ہے، تمام تر یہی ہے کہ  
رسول کی پیروی کے ذریعہ سے تقرب حاصل کیا جائے، اس کے سوا خدا تک  
کسی کے لئے کوئی اور وسیلہ نہیں۔

# فصل (۲)

## سَلُّوا إِلَى الْوَسِيلَةِ كَمَا حَكَّمَ نَبِيُّ

”وسیلہ“ حدیث میں

لفظ ”وسیلہ“ احادیث میں بھی آیات مثلاً فرمایا:

میرے لئے وسیلہ طلب کرو اور وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کیلئے سزاوار ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا اُس کیلئے قیامت میں میری شفاعت حلال ہوگی۔

سَلُّوا لِلَّهِ إِلَى الْوَسِيلَةِ فَإِنَّهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا الْعَبْدَ مَنْ حَبَّادَ اللَّهَ وَارْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا ذَلِكَ الْعَبْدُ فَمَنْ سَأَلَ لِلَّهِ إِلَى الْوَسِيلَةِ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

شفاعت کا ذریعہ

اور فرمایا:

جس نے اذان سن کر کہا: اے خدا! اس عورت تاملہ و صلوة قائمہ کے رب! محمد کو وسیلہ و خلیفہ سے اور اس مقام محمود میں اُسے اٹھا جس کا تو نے اُس سے وعدہ کیا ہے تو وعدہ خلاف نہیں کرتا، تو اُس کے لئے میری شفاعت روا ہوگی۔

مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الدَّاعِيَ الْوَسِيلَةَ رَبِّ هَذِهِ الدَّاعِيَةُ الثَّامَةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ، أَدَّتْ عَمَلِي الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَارْتَبَعْتُهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتُهُ أَنَا أَنِّي لَا تُخْلِفُ الْمِعَادَ، حَلَّتْ لَهَا الشَّفَاعَةُ -

طلب وسیلہ کا مطلب

یہ وسیلہ خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ کے لئے اُس کی دعا کریں اور خبر دی ہے کہ وسیلہ اللہ کے بندوں میں

صرف ایک ہی بندہ کے لئے ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ وہ بندہ آپ ہی ہونگے نیز بشارت دی ہے کہ جو کوئی آپ کے لئے یہ وسیلہ طلب کرے قیامت کے دن اُس کے لئے آپ کی شفاعت ہوگی، کیونکہ ثواب عمل کی جنس سے ہوتا ہے، ہم رسول اللہ کے لئے دُعا کریں گے تو آپ بھی ہمارے لئے دُعا کریں گے شفاعت بھی دُعا کی قسم سے ہر جیسا کہ فرمایا جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا خدا اُس پر دس دفعہ درود بھیجے گا۔

### وسیلہ صحابہ اور بعد کے لوگوں کے کلام میں

صحابہ کے کلام میں بھی لفظ وسیلہ آیا ہے اور اس سے اُن کی مُراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا و شفاعت سے وسیلہ چاہنا ہے۔ اور اسی طرح بعد کے لوگوں کے کلام میں بھی وسیلہ آیا ہے، تو اُن سے اکثر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ خدا کو رسول اللہ کی قسم دلائیں یا آپ کی ذات سے وسیلہ چاہیں جیسا کہ دوسرے انبیاء و صالحین کے ساتھ کرتے ہیں۔

## فصل (۳)

### سہ گانہ مفہوم لفظ وسیلہ

#### وسیلہ کے کون معنی درست؟

بنابریں لفظ وسیلہ کے تین مفہوم ہو گئے جن میں سے دو باتفاق اہل اسلام صحیح ہیں اور تیسرا سنت میں کہیں وارد نہیں۔ پہلے دو معنی میں اول تو ایمان و اسلام کی بنیاد ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان و اطاعت کے ذریعہ وسیلہ چاہنا۔ اور دوسرا معنی آپ کی دُعا و شفاعت ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ وسیلہ کی یہ دونوں

صورتیں بلا نزاع جائز ہیں، اور اسی قبیل سے حضرت عمرؓ کا استسقاء کے موقع پر یہ قول ہے:

<p>اے خدا جب ہم قحط میں پڑتے تھے تو تیرے پاس اپنے نبیؐ کا وسیلہ لاتے تھے اب ہم تیرے پاس اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں ہمیں سیراب کرو۔</p>	<p>اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا اِذَا جَدْنَا تَوَسَّلْنَا اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا۔</p>
---	--

یعنی عباسؓ کی دعا و شفاعت سے وسیلہ چاہتے ہیں۔

### خدا و رسولؐ کی اطاعت

رہی آیت: **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** (اُس کی طرف وسیلہ چاہو) تو اس سے مراد یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ذریعہ سے تقرب چاہو، نیز اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کو وسیلہ بناؤ کیونکہ رسولؐ کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت ہے فرمایا:

وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ۔

جس نے رسولؐ کی اطاعت کی، اُس نے خدا کی اطاعت کی۔

(ہم: ۸۰)

### مشروع و ممنوع وسیلہ

پس وسیلہ کی پہلی صورت دین کی جڑ ہے اور کوئی ایک مسلمان بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ رہا آپؐ کی دعا و شفاعت کے ذریعہ سے وسیلہ، جیسا کہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے، تو یاد رہے وہ آپؐ کی دعا سے وسیلہ ہے نہ کہ آپؐ کی ذات سے۔ اسی لئے وفات کے بعد آپؐ سے وسیلہ چاہنے کے بجائے آپؐ کے چچا عباسؓ کا وسیلہ چاہا گیا۔ ورنہ آپؐ کی ذات سے وسیلہ جائز ہوتا تو ظاہر ہے آپؐ عباسؓ کے وسیلہ سے کہیں اولیٰ تھے۔ لیکن جب صحابہؓ نے وفات کے بعد آپؐ کا نہیں، عباسؓ کا وسیلہ چاہا تو معلوم ہوا کہ یہ چیز (دعا) جو آپؐ کی زندگی میں ہوتی تھی وصال کے بعد نامکن ہو گئی، بخلاف اُس وسیلہ کے جو آپؐ کے ایمان و اطاعت کے ذریعہ سے ہے تو وہ





غیر اللہ کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا۔ ایک روایت میں فقد اشرك کے بجائے  
 فقد كفر ہے یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، وہ از تکاب کفر کا مجرم ٹھہرا۔  
 صحیحین میں ہے کہ فرمایا:

من كان حالفاً فليحلف بالله - جسے قسم کھانا ہے، خدا کی قسم کھائے۔

اور فرمایا:

لا تحلفوا بأبائكم فان الله ينهاكم ان تحلفوا بأبائكم۔ اپنے آبا و اجداد کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ خدا تمہیں  
 اپنے آبا و اجداد کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے۔

اور فرمایا:

من حلف باللات والعزى فليقل لا اله الا الله۔ جس نے لات و عزی (بُت ہیں) کی قسم کھائی  
 تو لا اله الا الله کہے۔

### مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

تمام مسلمان مُتَّفِقٌ ہیں کہ جس نے محترم مخلوقات (حقیقت میں یا بزعم خود)  
 مثلاً عرش، کرسی، کعبہ، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی، ملائکہ، صالحین، بادشاہوں  
 مجاہدین کی تلواروں، انبیاء و صالحین کی قبروں، ..... کی قسم کھائی، نہ اُس کی قسم واقع  
 ہوئی نہ اُس پر کوئی کفارہ ہے۔

### حرام اور مکروہ تنزیہی

مخلوقات کی قسم کھانا جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ کا مذہب  
 ہے اور یہی مذہب شافعیؒ و احمدیؒ میں ایک مشہور قول ہے اور اسی پر صحابہؓ کا اجماع  
 بیان کیا جاتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے مخلوقات کی قسم کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن پہلا قول

زیادہ صحیح ہے، حتیٰ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

لان احلف باللہ کاذباً احب الی | خدا کی جھوٹی قسم کھانا، میں اپنے لئے، غیر اللہ کی  
ان احلف بغير الله صادقاً۔ | سچی قسم کھانے سے بہتر سمجھتا ہوں۔

اور یہ اس لئے کہ غیر اللہ کی قسم شرک ہے اور شرک جھوٹ سے کہیں بڑھ کر ہے۔  
انبیاء کی قسم محل نزاع

ہاں انبیاء کی قسم کھانے میں نزاع ضرور ہے، چنانچہ امام احمدؒ سے اس باب میں دو قول مروی ہیں: ایک یہ کہ ہرے سے قسم کا وقوع ہی نہ ہوگا جیسا کہ جہوہ علماء: مالکؒ و ابوحنیفہؒ و شافعیؒ کا مسلک ہے۔ اور دوسرا یہ کہ قسم واقع ہو جائیگی، اصحاب احمدؒ میں سے ایک گروہ مثل قاضی اور ان کے اتباع کا یہی مسلک ہے اور ابن المنذرؒ نے بھی ابن ابی عمیر کی موافقت کی ہے۔ پھر ان میں بھی زیادہ تر اختلاف خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کے بارے میں ہے اور ابن عقیلؒ نے اسے تمام انبیاء میں عام کر دیا ہے۔ مخلوق کی قسم میں کفارہ واجب بتانا اگرچہ وہ مخلوق نبی ہی کیوں نہ ہو ایک نہایت ہی کمزور اور اصول و نصوص کے مخالف قول ہے۔ پس خدا کو رسولؐ کی قسم دلانا اور قسم دلانے کے معنی میں آپ کے ذریعہ سے اس سے دعا کرنا اسی جنس سے ہے۔

لہذا نزاع اس میں نہیں ہے کہ انبیاء کی قسم کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ اس کے عدم جواز پر سب متفق ہیں بلکہ نزاع اس میں ہے کہ اگر کسی نے قسم کھانی تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں؟ کفارہ کی وجہ سے اس قسم کو کفارہ نہیں کہتا ہے، کیونکہ یہ قسم ہی نہ ہوئی تو کفارہ کیوں ہوگا؟



# فصل (۶)

## لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ربِّ مخلوق سے سوال تو دیکھنا چاہئے جملہ میں بے کس قسم کی ہے سبب کی ہے یا قسم کی؟ اور دونوں میں فرق ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور صحیحین میں آپ سے مروی ہے کہ فرمایا:

ان من عباد الله من لو اقسم على  
فداك ايسه بندے بھی ہیں جو اگر کسی قسم لائیں  
تو وہ اُسے پوری کر دیتا ہے۔

یہ اُس وقت فرمایا تھا جب انس بن النضر رضی اللہ عنہ کی ایک رشتہ دار عورت لگاوا توڑا جانے لگا۔ انس نے کہا "کیا ربیع کا بھی دانت توڑا جائیگا؟ نہیں قسم ہے اُس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اُس کا دانت نہیں توڑا جائیگا!" آپ نے جواب دیا "انس رضی اللہ عنہ قصاص ہے" مگر خدا نے ایسا کیا کہ دانت توڑنے کی نوبت نہ آئی اور مدعی نے سمجھوتہ کر لیا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

ان من عباد الله من لو اقسم على الله لا يبره -

اور فرمایا:

ربما شئت اخبر من فوع بالابوا | کتنے ہی ایسے ہوئے باپوں کے اعضاء اور اعضاء بدلتے ہوئے ہیں  
لو اقسم على الله لا يبره - | ایسے ہیں کہ اگر خدا کو قسم دلائیں تو خدا ان کی قسم پوری کر دے۔

لَا عَرَبِيٌّ فِي بَيْتِ كَثِيْفٍ مَعَانِي كَيْ اَظْهَرَ كَيْ لَمْ يَأْتِ هِيَ - لفظ سوال کے ساتھ جِبِّ ب کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے بھی کئی معنی پیدا ہوتے ہیں مثلاً قسم اور سبب قرینہ معنی کو متعین کرتا ہے۔ (امترجم)

## دوسری حدیث

اور فرمایا:

کیا تمہیں جنتیوں کی خبر دوں؟ ہر کمزور منکسر،  
جو اگر خدا کو قسم دلائے تو خدا اُس کی قسم پوری  
کر دے۔ کیا تمہیں دوزخیوں کی خبر دوں؟ ہر بیچارہ  
اگر نے والا متکبر۔

الا خبرکم باهل الجنة، كل ضعيف  
مستضعف لو اقسام على الله لابره  
الا خبرکم باهل النار، كل عتل  
جواز مستکبر۔

## حضرت براء کا خدا کو قسم دلانا

حدیث لو اقسام على الله کے آخر میں اتنا اور روایت کیا جاتا ہے:

ومنهم البراء بن مالك " (اُن میں سے براء بن مالک ہے)، براء، انس بن  
مالک کے بھائی تھے، اُن کی حالت یہ تھی کہ جب جنگ سخت ہو جاتی تو مسلمان اُن  
سے کہتے براء، اپنے رب کو قسم لاؤ، چنانچہ وہ قسم دلاتے اور کفار کے پلوں اکھڑ جاتے۔  
سوس میں یہی ہوا، لڑائی سخت تھی، مسلمانوں نے قسم کی فرمائش کی، انھوں  
(حضرت براء رضی اللہ عنہ) نے خدا کو پکارا:

يا رب اقسمت عليك لما منعتنا  
اكنافهم وجعلتني اول شهيد۔  
اے رب، میں تجھے قسم دلاتا ہوں کہ ہمیں اُن پر قابو  
دیدے اور مجھے پہلا شہید کر دے۔

چنانچہ یہی ہوا، دشمن کو شکست ہوئی اور انہیں شہادت ملی، براء وہ شخص  
ہیں جنہوں نے تن تنہا بلا شرکت غیرے گن کے سو کا فرق قتل کئے تھے۔ جنگِ مسیلہ  
میں انہیں ڈھال پر رکھ کر قلعہ میں اچھال دیا گیا تھا اور انھوں نے رُستمانہ جا کر  
پھاٹک کھول دئے تھے۔

## کفارہ قسم کا حکم

کسی کو قسم دلانا یہ ہے کہ کہے تمہیں قسم ہے ایسا کرو۔ لیکن اگر وہ نہ کرے تو

عامہ فقہاء کے نزدیک کفارہ قسم دلائے ہوئے پر ہے نہ کہ جسے قسم دلائی گئی ہو بالکل  
اسی طرح جس طرح اپنے غلام یا لڑکے یا دوست کے بارے میں خود قسم کھانے کے  
کہ اُسے یہ کرنا ہوگا، اور وہ نہ کرے تو کفارہ خود قسم کھانے والے پر ہے۔ لیکن  
اس طرح کہنا کہ خدا کے لئے یہ کرو، تو یہ سوال ہے قسم نہیں۔

### سوال بحوالہ قسم خدا

حدیث میں ہے: من سألکم بالله فاعطوه "اچھا خدا کا حوالہ دے کر قسم  
سے مانگے اُسے دے دو" اور اگر سوال پورا نہ کیا جاسکے تو کفارہ نہیں کیونکہ  
جملہ مخلوق مومن و کافر سبھی خدا سے سوال کرتے ہیں جیسے وہ کبھی غلو بھی کر لیتا ہو  
کبھی کفار کا سوال پورا کر دیتا ہے اور مومن کا نہیں کرتا، وہ رزق مانگتے ہیں  
تو دیتا ہے، پانی مانگتے ہیں تو برساتا ہے، مٹی سے چمکتے ہیں تو اٹھا لیتا  
ہے۔ مگر جو لوگ اُسے قسم دلاتے اور وہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے تو وہ خاص لوگ  
ہوتے ہیں، برکس و ناکس کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔

## فصل

### قسم دلانے اور سوال دینے کا فرق

#### بحوالہ اسماء و صفات

پس خدا سے ایسا سوال جیسے کوئی کہے:

اسألك بانك الحمد، انت، الله	چونکہ اے ذوالجلال والاکرام! تیرے لئے تمام ستائش
المتان، بدیع السموات والارض	ہے، تو آسمان کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین
يا ذوالجلال والاکرام، واسألك	کا بٹانے والا ہے اس لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں

بانت انت الله الاحد الصمد الذي  
 لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا  
 احد، واسالك بكل اسم هو لك  
 سميت به نفسك او انزلته في  
 كتابك او علمته احداً من خلقك  
 او استاثرت به في علم الغيب  
 عندك -

چونکہ تو ہی اللہ احد صمد ہے جس نے نہ جنما ہے  
 اور نہ جو جنما گیا ہے اور جس کی کوئی برابر ہی نہیں  
 کر سکتا، اس لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ میں  
 تیرے ہر اُس نام کے حوالہ سے سوال کرتا ہوں جو  
 تیرا ہے جسے تو نے اپنا نام قرار دیا ہے یا جسے اپنی  
 کتاب میں اتارا ہے یا اپنی مخلوق کو سکھایا ہے یا  
 اپنے پاس علم غیب میں محفوظ رکھا ہے۔

تو یہ خدا سے اُس کے اسماء و صفات کے حوالہ سے سوال ہے، قسم دلانا نہیں  
 ہے، کیونکہ اُس کے افعال اُس کے اسماء و صفات کے مقتضیات ہیں، مثلاً اُسکی  
 بخشش اور رحم، اُس کے غفور اور رحیم نام کا مقتضی ہے اور عفو اُس کے نام عفو  
 کا مقتضی ہے۔

### لیلة القدر کی دعاء

اس لئے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت  
 کیا کہ اگر لیلة القدر پا جاؤں تو کیا دعا کروں؟ فرمایا: کہنا  
 اللهم انك عفو تحب العفو فاعف  
 عني

اے خدا، تیرا نام عفو ہے، تو عفو پسند کرتا ہے  
 پس مجھے معاف کر دے۔

### مقتضائے اسمائے الہی

اسی طرح اُس کی ہدایت اُس کے نام "ہادی" کا مقتضی ہے، چنانچہ احمد بن  
 حنبل سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو یہ دعا بتائی:  
 يا دليل الحيا ري، دلفي على طريق الصديقين  
 واجعلني من عبادك الصالحين -

اے ہدایت بخشوں کے راہنما! صالحین کا راستہ مجھے دکھا،  
 اور اپنے نیک بندوں میں سے مجھے کر دے۔

اسی طرح خدا اپنے بندوں کے ساتھ جتنی بھلائی کرتا ہے وہ اُسکے نام رب کا مقتضی ہے۔  
اولوا العزم انبیاء کی دعائیں

اسی بنا پر دعائیں "اے رب، اے رب" کہا جاتا ہے جیسا کہ حضرت آدم نے کہا:  
 رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا  
 وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔  
 اے رب، ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اگر تو ہمیں معاف  
 نہ کرے گا اور رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان والوں  
 میں سے ہونگے۔ (۲۳: ۷)

اور نوح علیہ السلام نے کہا:  
 رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ  
 مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ، وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي  
 وَتَرْحَمْنِي أَكُنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔  
 اے رب، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے  
 ایسی بات طلب کروں جس کا مجھے علم نہیں، اگر تو  
 مجھے معاف نہ کریگا اور رحم نہ کریگا تو میں نقصان  
 پانے والوں میں سے ہونگا۔ (۲۴: ۱۲)

اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا:  
 رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ  
 غَيْرِ ذِي ذُرِّعٍ الْحِمْ (۲۵: ۱۳)  
 اے رب، میں نے اپنی نسل بے کھیتی کی وادی  
 میں بسائی ہے الح

### مکروہاتِ دعا اور اسوۂ نبویؐ

امام مالکؒ اور اصحابِ ابو حنیفہؒ میں سے ابن ابی عمران وغیرہ نے دعائیں خدا  
 کو یاسیدی، یاسیدی سے مخاطب کرنا مکروہ بتایا ہے اور کہا ہے پیغمبروں  
 کی طرح "اے رب، اے رب" کہہ کر دعا مانگا کرو۔

اسماءُ الٰہی میں الحی القیوم جملہ اسماء و صفات کے اصولی معانی کو محیط  
 ہے جیسا کہ کسی اور جگہ اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔ اسی لئے نبی صلعم جب

دُعائیں بہت الحاح کرتے تھے تو خدا کو الٰہی القیوم نے خطاب فرماتے تھے۔

# فصل

## دُعاء اور شرف قبولیت

### تحمید و تقدیس الٰہی

پس جب کسی سے سوال کیا جاتا ہے اور ب سبب کی ہوتی ہے تو سوال ایسے سبب کے ساتھ ہوتا ہے جو وجودِ مسؤل کو مقتضی ہے۔ مثلاً اگر سائل کہتا ہے:

اسئالتك بان لك الحمد انت الله المذنان الخ (اس بنا پر تجھ سے مانگتا ہوں کہ تیرے لئے ہر طرح کی ستائش ہے اور تو ہی اللہ احسان کرنے والا ہے) تو معنی یہ ہوتا ہے کہ "مذنان" (احسان کرنے والا) ہونے کی وجہ سے اُسے اپنے سائل بندہ پر احسان کرنا اور "محمود" ہونے کی بنا پر اُسے وہی کرنا چاہئے جس پر اُس کی حمد و ثنا کی جائے۔

### سَمِعَ الشَّاهِدُ حَمْدَهُ

اور معلوم ہے کہ بندہ کی حمد و ثنا اُس کی دعا کے مستجاب ہونے کا سبب ہے؛ اسی لئے مصنفی کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ جس کے مستحق ہونے اُس کی دعا قبول کر لی جس نے اُس کی حمد کی۔

### سَمَاعٌ بِمَعْنَى اجَابَتٍ

یہاں سماع اجابت و قبول کے معنی میں ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

اعوذ بالله من علم لا ينفع ومن قلب لا يشعق ومن نفس لا تسمع ومن

تیری پناہ اُس علم سے جو نفع نہ پہنچائے، اُس قلب سے جس میں خشوع نہ ہو، اُس نفس سے جو سیر

دعاء لا یرسم - نہ ہو، اُس دعا سے جو قبول نہ ہو -

اور جیسا کہ قرآن میں ہے :

(۱) اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاءِ (۱۳۹)

(۲) وَفِيْكُمْ سَمَاعُوْنَ لَهُمْ (۹: ۴۷)

اسی لئے مُصلیٰ کو حکم دیا گیا ہے کہ حمد و ثنا کے بعد دعا کرے -

### ارشادِ نبوی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے اور اللہ کی حمد اور اُس کی رسول پر درود کے بغیر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا اُس نے جلدی کی، پھر اُسے بلا کر فرمایا :

اذا صلی احدکم فلیبدأ بحمد اللہ  
والثناء علیہ ولیصل علی النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم ولیدع سوا شاء علیہ  
پھر جو چاہو دعا کرو -

### سَلُّ تَعْطُهُ

عبداللہ بن مسعود رضی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ابو بکر رضی و عمر رضی ساتھ تھے، جب میں بیٹھا تو پہلے اللہ کی حمد کی پھر اُس کے نبی پر درود بھیجا، پھر اپنے حق میں دعا مانگی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَلُّ تَعْطُهُ (مانگ، دیا جائیگا)۔

### معانی لفظ "سمع"

یہ لفظ سمع کے معنی ادراکِ صوت اور معرفتِ معنی بھی ہیں، اور فہم کی سیاتھ

قبول و اجابت بھی۔ قرآن میں ہے :

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاسْمَعَهُمْ (۸: ۲۳)

اگر خدا ان میں کچھ بھی بھلائی جانتا تو انہیں سُناتا۔

۱۵ اخرجہ الترمذی وحسنہ -

۱۵ اخرجہ ابوداؤد و الترمذی وصحہ -

پھر فرمایا: كُوْا سَمْعَهُمْ یعنی اگر ان کی اس موجودہ حالت میں انھیں سنائے تو بھی وہ حق کو قبول نہ کریں بلکہ كَتُوْا وَاَوْهَمُوْا مَعْزُوْنَ (روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیریں) پس ان کی ندمت کی ہے کہ قرآن نہیں سمجھتے اور اگر سمجھیں تو عمل نہیں کرتے۔

اسئلك بالله کے معنی

اگر سائل کہے: اسئلك بالله تو معنی ہونگے کہ مسؤل کے ایمان باللہ کی حوالہ سے سوال کرتا ہے جو سوال کے پورا ہونے کا ایک سبب ہے۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مخلوق پر احسان کو پسند کرتا ہے خصوصاً اگر سوال ظلم روکنے کے لئے ہو تو اس کی نظر میں اور بھی زیادہ مستحسن ہے کیونکہ وہ عدل کا حکم دیتا اور ظلم سے منع کرتا ہے، اور اس کا حکم وہ سب سے بڑی چیز ہے جسے یا دلا کر فاعل کو فعل پر آمادہ کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ حکم الہی سے بڑھ کر اور کون سا سبب ہوگا جو مسبب کا موجود کرنے والا ہو؟

مُصَلِّي كَوَالِقِيْنَ نَبَوِي

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے جانے والوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی:

اسئلك بحق السائلين عليك وبحق ممشاي هذا فاني لما اخرج اشرا ولا بطرا ولا رياء ولا سمعة ولكن خرجت اتقاء بطنك وابتغاء مرضاتك۔ (رواہ احمد وابن ماجہ)

تجھ پر سائلوں کے حق اور اپنی اس چال کے حق کے حوالہ سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں غرور، گھمنڈ، ریا کاری اور دکھاوے کی غرض سے نہیں بلکہ تیرے غصہ سے بچنے اور تیری خوشی حاصل کرنے کی غرض سے نکلا ہوں۔

سائلوں اور ان کے عمل صالح کے حق کا حوالہ

اس سے معلوم ہوا کہ خود خدا اپنے سائلوں کے حق کی وجہ سے ان کا سوال پورا



کرتا اور اپنے پرستاروں کی عبادت کے سبب انھیں ثواب دیتا ہے اور یہ ایک ایسا حق ہے جو اُس نے خود اپنے ذمہ لیا ہے۔ اسی طرح ایمان و عمل صالح کے واسطے سے سوال ہوتا ہے جسے اُس نے اجابت دعا کا سبب بنا دیا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّن فَضْلِهِ (۲۲)

جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے خدا ان کی دعاء قبول کرتا اور اپنا مزید فضل دیتا ہے۔

## فصل ۹

### خدا کے وعدہ کے حوالہ سے دعاء

#### وعدہ الہی کا تقاضا

اسی طرح اُس کے وعدہ کے حوالہ سے سوال ہوتا ہے، کیونکہ اُس کے وعدہ کا اقتضایہی ہے کہ پورا ہو مومنین کی دعا میں ہے:

رَبَّنَا إِنَّا أَسْمَعْنَا مَنَادِيًا يُنَادِي  
لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا  
رَبَّنَا فَاعْفُرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا  
سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنا مَعَ الْآبِرَارِ۔

اے ہمارے رب! ہم نے پکارنے والے کی پکار سنی جو ہمیں ایمان کے لئے پکارتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، تو اے رب! ہم ایمان لے آئے پس تم سے گناہ بخش دے ہماری برائیاں مہاف کر دے اور ہمیں اچھتوں کے ساتھ وفات دے۔

(۱۹۳: ۳)

#### اور فرمایا:

إِنَّهُ كَانَ فَرِحًا مِّنْ عِبَادِي يُقُولُونَ  
رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ  
خَيْرُ الرَّاحِمِينَ۔ (۱۰۹: ۲۳)

میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، پس ہمیں مہاف کر، رحم کر تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

## رسول اللہ اور حضرت موسیٰ کی دعاء

اسی سے مشابہ یوم بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء ہے: اللھم انجز لی ما وعدتنی "اے خدا اپنا وہ وعدہ پورا کر جو تو نے مجھ سے کیا ہے" اسی طرح توراہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر نفا ہو گیا تو حضرت موسیٰ اپنے رب کو ابراہیم کے وعدے یاد دلا کر دعا کرنے لگے۔

### اصحابِ کہف کی دعاء

اعمالِ صالحہ کے واسطہ سے سوال کی ایک مثال ان تینوں شخصوں کا سوال ہے جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اس عملِ عظیم کے حوالہ سے دعا کی جو خالصتہً بوجہ اللہ کیا تھا: ایک نے والدین کی اطاعت کا حوالہ دیا، دوسرے نے اپنی کاملِ عفت کا ذکر کیا، تیسرے نے اپنی امانتِ احسان کا واسطہ دیا۔ اور یہ اُنہوں نے ٹھیک کیا کیونکہ خدا اس قسم کے اعمال سے محبت اور ایسی محبت کرتا ہے جس کا مقتضی یہی ہے کہ سائل کا سوال پورا ہو۔

### ابن مسعود اور ابن عمرؓ کی دعاء

اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ سحر کے وقت دعا کیا کرتے تھے:

اللھم امرتني فاطحتك ودعوتني  
فاجبتك وهذا سحر فاعف عني۔  
الھمی! تیرے حکم کی میں نے اطاعت کی تیری دعوت  
پر لبیک کہی یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخش دے۔

اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ آپ صفا پر دعا کرتے تھے:

اللھم انك قلت وقولك الحق وادعوني  
استجب لکم وانك لا تخلف الميعاد۔  
خدا یا تو نے کہا اور تیرا کسنا حق ہے کہ مجھے پکارو،  
سنو زکا، اور تو اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

### عدم جوازہ استئذک بکذا

اس سے واضح ہوا کہ سائل کا کہنا: استئذک بکذا "دو معنی رکھتا ہے، کبھی ب

لے سورہ کہف میں یہ قصہ موجود ہے۔

قسم کے لئے ہوتی ہے اور کبھی سبب کے لئے، کبھی اُس سے خدا کو قسم دلائی جاتی ہے، اور کبھی اُس کے حوالہ سے سوال کیا جاتا ہے۔ ان دونوں معنی میں پہلا معنی یعنی مخلوق کی قسم دلانا، توجب وہ خود مخلوق کے حق میں جائز نہیں تو خدا کے حق میں کیونکر جائز ہو سکتا ہے؛ رہا دوسرا معنی، یعنی کسی محترم چیز کے حوالہ سے سوال، مثلاً انبیاء کے حق کا واسطہ دے کر سوال تو اس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے اور ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے اوپر گزر چکی کہ جائز نہیں۔

### عزت و حرمت کے حوالہ سے دعا غیر مفید

بنابریں اگر خدا سے اس طرح سوال کیا جائے کہ اے خدا تیرے ملائکہ و انبیاء صالحین میں سے فلاں فلاں کے حق، عزت و حرمت کا تجھے واسطہ دیتا ہوں، تو معنی یہ ہونگے کہ اُن لوگوں کی خدا کے ہاں عزت و حرمت ہے، اور یہ صحیح ہے کہ خدا فی انہیں جو عزت و حرمت دی ہے وہ اُن کے رفع درجات و علو مقام اور اُن کی شفاعت مقبول ہونے کا ذریعہ ہے۔ خدا نے اُس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ - (۲۵۵:۲) | اُس کے حضور بغیر اُس کی اجازت کے کوئی سفارش کرے گا۔

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ ایسے اختیار کی ان امور میں پیروی کرینگے جن میں پیروی مشروع ہے تو وہ بھی سعادت یاب ہونگے مگر خیال رہے کہ محض اُن کی قدر و منزلت اور عزت و حرمت کے خیال سے لازم نہیں کہ سائل کی دعا پوری ہو جائے۔ البتہ یہ چیز اُس وقت مفید ہوگی جب اُن کی لائی ہوئی ہدایت کی اطاعت و اتباع کیا جائے، نیز اُن کی دعا و شفاعت بھی مفید ہوگی اگر وہ دعا و شفاعت کریں۔ لیکن اگر خدا نخواستہ اطاعت و اتباع موجود نہ ہو تو اُن کی عزت و حرمت کے حوالہ سے دعا کچھ بھی مفید نہ ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں یہ چیز ایک

اجنبی اور غیر متعلق چیز ہوگی، اجابتِ دُعاء کا سبب ہوگی۔  
غیر متعلق چیز کے حوالہ سے دُعاء

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی بادشاہ سے کہا جائے کہ فلاں شخص تیرا حد درجہ مطیع ہے، تو اُس کی اطاعت کی وجہ سے اُس سے محبت کرتا ہے، اُسکی اطاعت کی وجہ سے تیری نظر میں جو اُس کی عزت ہے، میں تجھے اُس کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ سوال پورا کر دے، تو یہ ایک ایسا سوال ہوگا جو ایک غیر متعلق چیز کے حوالہ سے کیا گیا ہے۔

### انحصارِ اجابتِ دُعاء

اسی طرح خدا کا اپنے مقررین پر احسان، اُن سے اُس کی محبت، اُن کی اطاعت و عبادت، ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کا حوالہ سوال کے پورا ہونے کا سبب بن سکے، کیونکہ دُعاء یا تو خود سائل کی طرف سے کسی سبب کی وجہ سے پوری ہوگی مثلاً یہ کہ اُن مقررین کا مطیع ہو، یا خود ان مقررین کی طرف سے کوئی سبب موجود ہو مثلاً یہ کہ اُس کے حق میں سفارش کریں۔ اور جب نہ یہ، نہ وہ کوئی سبب بھی موجود نہ ہو، تو پھر دُعاء کیسے مقبول ہوگی؟

## فصل (۱۰)

### تصفیۂ شفاعتِ نبویؐ

#### قبولیتِ دُعاء کا ذریعہ

ہاں اگر سائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے ایمان، آپ کی محبت و اطاعت و اتباع کا حوالہ دے کر سوال کرے تو بلاشبہ یہ عا ایک بڑے سبب پر مبنی ہوگی جو اجابت

دعا کا ذریعہ ہے بلکہ یہ سب بڑا سبب اور سب سے بڑا وسیلہ ہے جو دعا کے قبول ہونے کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا ہے کہ آخرت میں آپ کی شفاعت صرف موحدین کے لئے ہوگی، مشرکین کے لئے نہیں ہوگی۔ نیز خاص طور پر ان لوگوں کے لئے ہوگی جو آپ کے لئے وسیلہ کی دعا کرینگے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے :

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فانه من صلتى على مرة صلى الله عليه عشرا ثم سلوا الله لى الوسيلة فانها درجة فى الجنة لا تنبى الا لعبد من عباد الله وارجوان اكون انا هو ذلك العبد فمن سال الله لى الوسيلة تحلت عليه شفاعتى يوم القيمة -

جب مؤذن کو سُنو تو ویسا ہی کہو جیسا وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا خدا اُس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا، پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو، کیونکہ وہ جنت میں ایک رتبہ ہے اور خدا کے بندوں میں سے صرف ایک ہی کیلئے سزاوار ہے میں اُمید کرتا ہوں وہ بندہ میں ہوں۔ جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی قیامت میں اُس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

### سب سے زیادہ حقدار شفاعت

نیز صحیح بخاری میں ہے کہ ابو ہریرہؓ نے سوال کیا "قیامت میں آپ کی شفاعت سے زیادہ شاد کام کون ہوگا؟ فرمایا: من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه" (جس نے لا اله الا الله خلوص قلب سے کہا)۔ اس میں آپ نے پوری طرح واضح کر دیا کہ آپ کی شفاعت کے سب سے زیادہ حق دار وہ ہونگے جو سب سے زیادہ توحید و اخلاص کو مالک ہوں گے۔ کیونکہ یہی دین کی بنیاد ہے، خدا شرک کو معاف نہیں کرنے کا اور جو کچھ اس سے کم ہوا ہے جس کے حق میں چاہے گا معاف کر دیگا، اُس کے حضور میں بغیر اُس کی اجازت کے کوئی شفاعت نہ کر سکے گا، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لئے آئیں گے تو خدا آپ کے لئے ایک حد مقرر کر دیگا اور اُس حد کے اندر کے سب لوگوں کو

جنت میں داخل کر دیگا، اور یہ ان کے قلوب کی توحید و ایمان کے لحاظ سے ہوگا۔  
فیصلہ شفاعت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف کر دیا ہے کہ جو کوئی آپ کے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا  
 قیامت میں آپ کی شفاعت اُس کے لئے ہوگی۔ یعنی آپ کی شفاعت آپ کی لائی ہوئی  
 توحید و ایمان کے اتباع اور آپ کے لئے اُس دعا کی بنا پر شامل حال ہوگی جس کا  
 آپ نے ہمیں حکم دیا ہے۔

## فصل

### خالق و مخلوق کا حق

#### دو مسئلے اور دو فرقے

کسی کے حق کے حوالہ سے سوال دو مسئلوں پر مبنی ہے: ایک یہ کہ کیا خدا پر  
 کسی کا کوئی حق ہے؟ اور دوسرے یہ کہ کیا جاہ و حرمت کی طرح اس حق کی بنا پر بھی  
 سوال درست ہے؟ پہلے مسئلہ میں معتزلہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ہاں جس طرح خالق کا مخلوق  
 پر حق ہے اسی طرح مخلوق کا بھی خالق پر حق ہے۔

برخلاف ان کے جہمیہ و اشعریہ وغیرہ فرقے جو اہل سنت ہونے کے مدعی  
 ہیں، کہتے ہیں کہ مخلوق کا خالق پر کسی حال میں بھی کوئی حق نہیں، لیکن وہ اپنے  
 وعدہ و فرمان کے بموجب عمل ضرور کرتا ہے۔

#### تیسری جماعت

ایک تیسری جماعت بھی ہے جس کی راہ بین بین ہے، وہ کہتی ہے "خدا نے  
 جس طرح اپنے لئے ظلم حرام کر لیا ہے ٹھیک اسی طرح اپنے آپ پر رحمت فرض کر لی ہے،

اور اپنے مومنین بندوں کا حق واجب کر لیا ہے۔ خدا پر یہ پابندیاں کسی مخلوق نے عاید نہیں کی ہیں اور نہ اُسے مخلوقات پر قیاس کرنا چاہئے، بلکہ اُس نے محض اپنی رحمت و حکمت و عدل کے بموجب اپنے آپ پر رحم و کرم لازم اور ظلم و جور حرام کیا ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:

اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر لیا ہے اور تمہارے مابین بھی اسے حرام قرار دیا ہے، پس اپنی ظلم نہ کرو۔

یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم حرما فلا تظالموا۔

قرآن میں ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (۱۲:۴) | تمہارے بے اپنے اور پر رحمت فرض کر لی ہے۔  
خدا کے وعدے پورے ہو کر رہیں گے

صحیحین میں معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

اے معاذ، تجھے معلوم ہے خدا کا حق اُس کو بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا خدا اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اُن پر اُس کا حق یہ ہے کہ اُس کی عبادت کریں اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک کریں۔ اے معاذ، تجھے معلوم ہے کہ بندوں کا خدا پر کیا حق ہے؟ اگر وہ ایسا کریں، اُس پر اُن کا حق یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے۔

یا معاذ! تدری ما حق اللہ علی عبادہ؟ قلت اللہ ورسولہ اعلم، قال: حقہ علیہم ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئاً، یا معاذ! تدری ما حق العباد علی اللہ اذا فعلوا ذالک؟ قال حقہم علیہ ان لا یعدّ بہم۔

پس اس آخری قول کے مطابق انبیاء و صالحین کا خداوندِ عالم پر حق ہے جو اُس نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے اور جس کی خبر بھی دے دی ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق صورتِ مسئلہ یہ ہوگی کہ جو وعدے خدا نے انبیاء و صالحین سے کئے ہیں،

وہ قطعاً پورے ہو گئے، اگرچہ وہ اس پر مجبور نہیں۔

## ایک غلط خیال

جن لوگوں کا خیال ہے کہ مخلوق کا خالق پر کوئی ایسا حق نہیں جس کی بنیاد پر سوال کیا جاسکے، جیسا کہ روایت کیا جاتا ہے کہ خدا نے حضرت داؤد سے کہا: بھلا اباہیل کا مجھ پر کیا حق ہے؟ تو یہ خیال صحیح ہے اگر اس سے مقصود یہ ہو کہ خدا پر کسی مخلوق کا ایسا حق نہیں جیسا مخلوق کا مخلوق پر ہوتا ہے، جیسا کہ بہت سے عاہل خیال کر بیٹھتے ہیں کہ عبادت و ریاضت کی وجہ سے خدا پر ان کا حق ہو گیا ہے۔ ان سادہ لوحوں کو یہ خیال اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ جہالت و بلاوت کی موجودگی میں انسان اس دہم میں پڑ جاتا ہے کہ عبادت و علم کے سبب فانی انسان کا خدا پر ویسا ہی حق ہو جاتا ہے جیسا مخلوق کا مخلوق پر ہوتا ہے۔

## عبد و معبود کا غلط تصور

یہ عبد و معبود کو بادشاہ اور اس کے خادموں پر قیاس کرتے ہیں جو اپنے آقاؤں کی خدمت کرتے ہیں، نفع پہنچاتے ہیں، نقصان سے بچاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا اپنے آقاؤں پر حق ہو جاتا ہے جس کے صلہ کے ہمیشہ خواہشمند رہتے اور ذرا سی بے قدری پر، اگر زبانِ قال سے نہیں تو زبانِ حال سے کہہ دیتے ہیں کیا میں نے تیرے لئے یہ اور وہ نہیں کیا؟ خدا کی جناب میں اس طرح کا خیال انسان کو جہل و ظلم کا ثبوت ہے۔

## فصل

### شکر گزاری و ناشکری

انسان کا عمل اور نفع نقصان

وہ ذات برتر مخلوق کی مشابہت سے رافع و اعلیٰ ہے۔ اس نے صاف فرمادیا



ہے کہ انسان اپنے عمل سے خود ہی فائدہ اٹھاتا ہے، خدا کو اس سے کوئی نفع نقصان نہیں، وہ جملہ مخلوقات سے مستغنی ہے۔ ارشاد ہوا ہے :

إِن أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِنَفْسِكُمْ،  
وَإِن أَسَأْتُمْ فَلَهَا۔ (۱۷۱:۱۷۱)

اگر بھلائی کرو گے تو اپنے لئے کرو گے اور بُرائی کرو گے تو اپنے لئے۔

اور فرمایا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ  
فَعَلَيْهَا، وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ۔  
(۲۵۱:۲۵۱)

جس نے بھلائی کی اپنے لئے کی اور جس نے بُرائی کی اپنے حق میں کی تیرا رب بندوں کے حق میں ظالم نہیں۔

رضا مندی و نارا ضکی الہی

اور فرمایا:

إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا  
يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ، وَإِن تَشْكُرُوا  
يَرْضَهُ لَكُمْ۔ (۱۷۱:۳۴)

اگر ناشکری کرو تو خدا تم سے بے پرواہ ہے (اگرچہ وہ اپنے بندوں کیلئے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو تو اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔  
جس کو شکر کیا تو اپنے فائدہ کیلئے کیا اور جس نے ناشکری کی تو میرا رب بے نیاز اور فیاض ہے۔

خدا غنی و حمید ہے

لَإِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَإِن كَفَرْتُمْ  
إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ، وَقَالَ مُوسَى  
إِن تَكْفُرُوا أَنَا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ  
جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ (۱۷۱:۱۳)

اگر شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ موسیٰ نے کہا اگر تم اور زمین کے سب لوگ ناشکری کریں تو بھی خدا غنی و حمید ہے۔

اور فرمایا:

جو لوگ کفر کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں تجھے سجدہ نہ کریں، وہ خدا کو ذرا بھی نقصان پہنچا نہیں سکتے۔

وَلَا يَحْزَنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ،  
انَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا۔

(۳۱ : ۱۷۶)

### احسان جتاناً

تجھ پر احسان جتانے ہیں کہ ایمان لے آئے، کہہ دے مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ، بلکہ خدا تم پر احسان جتانے ہے کہ ایمان کی طرف تمہاری راہنمائی کی اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔

يَمُنُونَ عَلَيْكَ أَنْ آسَلُوا، مَثَلًا  
تَمُنُوا عَلَيَّ إِسْلَامًا مَكْرَبًا لِلَّهِ يَمُنُ  
عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَىٰكُمْ لِذِي يَمَانٍ إِنْ  
كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (۵۰ : ۱۷)

### بھلائی پانے والے لوگ

اور جان لو تمہارے پیچ میں رسول اللہ ہیں اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مانیں تو البتہ تم تکلیف میں پڑو، لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان محبوب بنا دیا ہے اور اُسے تمہارے لوں میں خوبصورت کر دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تمہیں متنفر کر دیا ہے، یہی بھلائی پانے والے لوگ ہیں، اللہ کو فضل و نعمت سے، اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ  
يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ  
وَ لَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَ  
زَيَّنَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَ كَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ  
وَ الْفُسُوقَ وَ الْعِصْيَانَ، أُولَٰئِكَ هُمُ  
الرَّاشِدُونَ، فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَ نِعْمَةً،  
وَ اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ (۲۹ : ۸۷)

### حدیث قدسی

حدیث قدسی میں ہے:

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، انس و جن تم میں سے فاجر ترین شخص کی طرح ہو جائیں تو بھی

یا عبادی لو ان اؤ لکم و اخر کم و  
انسکم و جنکم کا نوا علی ا فجر قلب

میری بادشاہی میں سے کوئی کمی نہ ہوگی۔ اے میرے  
 بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انور و جنات میں  
 میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ اے میرے  
 بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انور و جنات میں سے  
 سب ایک ہی زمین پر کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں  
 اور میں ان میں سے ہر ایک کا سوال پورا کروں  
 تو بھی اس سے میرے خزانہ میں فراہمی کمی نہیں  
 ہو سکتی بجز اتنی کمی کے جتنی سمندر میں سونے ڈال  
 کر نکالنے سے ہوتی ہے۔

رجل واحد منكم ما نقص ذلك من  
 ملكي شيئاً، يا عبادي لو ان اولكم  
 اخرجكم وانسكم و جنكم كانوا على اتقى  
 قلب رجل واحد منكم ما زاد ذلك  
 في ملكي شيئاً، يا عبادي لو ان اولكم  
 و اخرجكم وانسكم و جنكم قاموا في  
 صعيد واحد فسألوني فاعطيت كل  
 انسان منهم مسأله ما نقص ذلك  
 مما عندى الا كما ينقص المحيط اذا  
 ادخل البحر۔

## فصل ۱۲

### اہل سنت کا مذہب

#### تصورِ مشابہت ما بین خالق و مخلوق

کہاں وہ ذات بیکتا جو ماسوا سے ہر طرح بے نیاز ہے اور کہاں یہ گوشت پوتہ  
 والے فانی آقا اور بادشاہ جو دوسروں کے قطعاً محتاج ہیں، خالق و مخلوق کے ما بین  
 ادنیٰ مشابہت کا بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں میں بے شمار فرق ہیں مثلاً یہ  
 کہ اگرچہ خدا اعمالِ صالحہ کو پسند کرتا اور توبہ کرنے والوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے،  
 لیکن اصل میں وہی اعمالِ صالحہ اور توبہ کو خلق کرتا ہے اور اسان بناتا ہے۔

## محبوباتِ الٰہیہ کا وقوع پانا

پس اُس کی محبوبات بھی خود اسی کی قدرت و مشیت سے واقع ہوتی ہیں جیسا کہ ظاہر یہ اور اہل سنت کا مذہب ہے جو کہتے ہیں کہ خدا ہی اپنے بندوں کو ایمان کی توفیق دیتا ہے، بخلاف قدریہ کے جو دوسرا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن مخلوق کی یہ حالت نہیں، اُس کی جملہ محبوبات و مشہیات ہمیشہ اُس کے اپنے افعال سے نہیں ہوتیں بلکہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں۔

## حکمت و امر و نواہی

اور (اہل سنت اور ظاہریہ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو وہی حکم دیا دیا ہے جس میں اُن کی بھلائی ہے اور اسی سے منع کیا ہے جس میں اُن کے لئے بُرائی ہے جیسا کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا نے بندوں کو جو حکم دیا ہے اپنی کسی احتیاج کی وجہ سے نہیں دیا اور جو ممانعت کی ہے کسی مُخل کی وجہ سے نہیں کی، بلکہ جو کچھ بھی امر و نہی ہے بندوں ہی کے نفع و نقصان کے لحاظ سے ہے۔ برخلاف مخلوق کے جو اسی بات کا حکم دیتی ہے جس کی اُسے ضرورت ہو اور اسی سے منع کرتی ہے جس میں اُسے مُخل ہے۔

## سلف صالح اور جبریتہ میں فرق

یہ بھی ظاہر یہ اور سلف صالح اور اہل سنت کا مذہب ہے جو اللہ کی حکمت و رحمت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے بندوں کو وہی حکم دیا ہے جو اُن کے لئے مفید ہے اور اسی سے منع کیا ہے جو اُن کے لئے مُضر ہے۔ برخلاف جبریتہ کے جو کہتے ہیں خدا کبھی ایسی بات کا بھی حکم کرتا ہے جو بندوں کے لئے مُضر اور ایسی بات سے منع کرتا ہے جس میں اُن کا نفع ہوتا ہے۔

## ارسالِ رسل وانزالِ کُتُب عبادت و احسان

اور یہ (بھی اہل سنت اور ظاہر یہ کہتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے مخلوق پر احسان کیا ہے، اسی نے قدرت و عقل و حواس بخشے ہیں، جن کے ذریعہ سے علم و عمل صالح کا حصول ہوتا ہے، وہی اپنے بندوں کا راہبر ہے اور اسی سے تمام تر قوت و قدرت ہوتی ہے، اسی لئے اہل جنت کہیں گے:

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ  
لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

ستائش خدا کے لئے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی  
ورنہ اگر خدا ہماری ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے  
بلاشک ہمارے بے رسول حق لائے تھے۔

(۲۳: ۷)

برخلاف مخلوق کے جو اس طرح کی کسی چیز پر بھی قادر نہیں اور یہ (بھی کہتے ہیں) کہ خدا کے اپنے بندوں پر احسان اتنے ہیں کہ شمار نہیں ہو سکتے۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عبادت احسان کا بدلہ ہے تو بڑی سے بڑی عبادت بھی اُس کے ادنیٰ احسان کا شکر یہ بن نہیں سکتی، پھر اُس منعم کا شکر کیونکر ادا ہو جبکہ عبادت بھی اسی کی بخشی ہوئی ایک نعمت ہے!

جنت بدلہ و معاوضہ نہیں

اور یہ (بھی اہل سنت کہتے ہیں) کہ بندے ہمیشہ اُس کی جناب میں قاصر اور اُس کے عفو و مغفرت کے محتاج ہیں، کوئی بھی اپنے عمل کے زور سے جنت نہیں جاسکتا، کوئی نہیں جو قصور و ارا اور مغفرت کے لئے اُس کی رحمت کا محتاج نہ ہو۔ فرمایا:

وَلَوْ يَوَّاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا  
الْكُرْهُ لَوُكُّوا مِنْ أُنْ كُنَّا هُمْ كَمَا مَوَّاضِعُهُ  
مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهِمْ مِنْ دَابَّةٍ،  
کرتا تو زمین پر ایک بھی ذی رُوح نہ چھوڑتا۔

(۴۵: ۳۵)

## بابے مقابلہ و بابے سبب اور عمل ثواب

حدیث میں ہے: **لَنْ يَدْخُلَ أَحَدٌ مِنْكُمْ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهِ** (تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کے زور سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا) اس پر آیت: **بِحَسَنَاتِهِ يَكْسِبُونَهَا** (تمہارے اعمال کا بدلہ) سے اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث میں جو نفی ہے وہ بابے مقابلہ و معاوضہ کے ساتھ ہے یعنی جنت کسی کے عمل کا معاوضہ نہیں ہو سکتی، اور آیت میں جو اثبات ہے وہ بابے سبب کے ساتھ ہے یعنی جنت ان کے اعمالِ حسنہ کے سبب انہیں ملے گی۔ دونوں صورتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ عمل، ثواب کا بدلہ و معاوضہ نہیں ہو سکتا، بلکہ ثواب کا سبب ہوتا ہے۔ اسی لئے جو کوئی خیال کرے کہ اس نے وہ سب انجام دے دیا جو اس پر فرض ہے اور یہ کہ وہ خدا کی مغفرت اور عفو کا محتاج نہیں رہا، تو وہ جاہل اور گمراہ ہے۔

## داخلہ جنت بفضل الہی

صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا:

کوئی بھی اپنے عمل کے زور سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا اور نہ آپ اے رسول اللہ؟ فرمایا اور نہ میں! الایہ کہ اللہ کی رحمت و فضل میرے شامل حال ہو۔

لَنْ يَدْخُلَ أَحَدٌ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهِ قَالُوا  
لَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالُوا لَا نَالِ الْأَنْ  
بِتَعْمَلُوا وَاللَّهُ بِرَحْمَتِهِ وَفَضْلِهِ

اسی قبیل سے سنن والی حدیث ہے کہ:

الذَّالِقَاتُ لِيَوْمِئِذٍ لَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ سَمَاءٌ مِّنْ دُونِ السَّمَاءِ لَيَرَوُنَّ يُوسُفَ فِي عِصْيَانِهِ لَقَدْ جَاءَهُ إِثْقَالٌ  
اَللّٰهُ لَوْ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰتِهٖ وَاَهْلَ

اللہ تعالیٰ کو یہ خیال ہے کہ اگر خدا اپنے آسمانوں اور زمین کے سب رہنے والوں کو عذاب سے محفوظ رکھے گا تو وہ لوگوں کو عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ (مترجم)

ارصنه لعذ بهم وهو غير ظالم ولود محمد  
نکانت رحمة لهم خيرا من اعمالهم۔

کو عذاب میں ڈال دے تو بھی ظالم نہیں، اور اگر ان پر  
رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی۔

## مستحسن سوال اور اجابت

جن لوگوں کا خیال ہے کہ خالق پر مخلوق کا حق ہے تو یہ بھی درست ہے اگر  
اس سے مراد وہ حق ہے جس کے وقوع کی خود اس نے خبر دی ہے، کیونکہ وہ صادق ہے،  
اور اسی نے اپنی حکمت و فضل و رحمت کی بنا پر اپنے اوپر یہ حق واجب کیا ہے۔ پس  
اس حق کا مستحق اگر اس کا حوالہ دے کر سوال کرے تو گویا اس کے وعدہ کا ایفا چاہتا ہے۔  
یاد رہے کہ ان اسباب کے ساتھ سوال کرے جن پر خدا نے مسببات کو معلق کیا ہے، مثلاً  
اعمال صالحہ، اور یہ سوال مستحسن ہے۔ لیکن اگر غیر مستحق، مستحق کا حوالہ دے کر مانگتا  
ہے تو یہ ایسا مانگتا ہے جیسا اس کی عزت و حرمت کے حوالہ سے مانگا جائے،  
جو سائل سے ایک اجنبی چیز اور کسی ایسے سبب پر مبنی نہیں جو اجابت و دعا  
سے مناسبت رکھتا ہے۔

## سوال کا بہترین طریقہ

لیکن خدا سے اس کے ان اسماء و صفات سے سوال کرنا جو بندوں کے لئے  
اس کی بدایت، رزق، نصرت، غیرہ افعال کے مقتضیات ہیں تو یہ سوال کا بہترین طریقہ  
ہے۔ بنا بریں یہ کہنا کہ انبیاء کے حق کے ساتھ سوال جائز نہیں، کیونکہ خالق پر کسی مخلوق  
کا حق نہیں، صحیح نہیں۔ اس لئے کہ صحیحین کی مذکورہ بالا حدیث معاذرف سے ثابت ہے  
کہ بندوں کا خدا پر حق ہے۔ اور قرآن میں ہے:

(۱) كُنْتُمْ رُكْبًا عَلَىٰ نَفْسِ الرَّحْمَةِ (۵۱: ۶) تمہارے بنے اپنے اوپر رحمت فرض کر لی ہے۔

(۲) وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (۲۴: ۴۷) ہم پر مومنین کی نصرت ضروری ہے۔





ہیں اور بعض حرام۔ اُس پر وہی واجب ہے جو خود اُس نے واجب کیا ہے اور وہی حرام ہے جو خود اُس نے حرام کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی مذکورۃ الصلۃ حدیث ابو ذر رضی سے ثابت ہے۔

## ظلم خدا کے حق میں محال

ربا ظلم، تو با تفاق جملہ علماء خدا کے حق میں محال ہے۔ لیکن اس ظلم میں اختلاف ہے جو واقع نہیں ہوتا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ بھی محال ہے کیونکہ ہر ممکن جو خدا سے صادر ہو، عدل ہے ظلم نہیں کیونکہ ظلم کے معنی یہ ہیں کہ غیر کی ملکیت میں تصرف کیا جائے یا اُس حکم سے سرتابی کی جائے جس کی پابندی ضروری ہے اور یہ دونوں صورتیں خدا کے حق میں محال ہیں۔

## دوسرا گروہ

ایک اور گروہ کا خیال ہے کہ بندوں کا ظلم خود خدا کا ظلم ہے۔

بعض کہتے ہیں ظلم وضع الثبیٰ فی غیر موصوعہ (چیز کا اُس کی جگہ پر نہ رکھنے) کا نام ہے اور اس کا تصور بھی خدا کی نسبت نہیں ہو سکتا، وہ عادل حقیقی عدل کرتا ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ فرمایا:

وَمَنْ يَجْعَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ  
فَلَا يَخَافُ فَلِمَا وَلَا هَضْمًا - (۱۱۲: ۲۰)

مفسرین نے آیت میں ظلم "وہضم" کی تفسیر یہ کی ہے کہ ظلم ایک کے گناہ، دوسرے پر رکھنا اور سزا دینا ہے اور ہضم یہ ہے کہ کسی کی نیکیاں ضبط کر لی جائیں فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ، وَإِنْ تَكَ سَتْئَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا - (۴: ۴۰)

اللہ ذرا بھی ظلم نہیں کرتا، اگر نیکی ہو تو اُسے دونا کرویتا ہے اور گناہ اپنے پاس سے بڑا عوس دیتا ہے۔

وَمَا ظَلَمْنَا لَهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ | ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود اپنے  
 اوپر ظلم کیا۔ (۱۰۰:۲۲)

# فصل ۱۵

## بنائے حقوق مسئلہ کا استحقاق

### سائلوں اور عابدوں کا حق

دوسری بحث یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے جس کے بارے میں فرما دیا ہے کہ وہ خدا پر بندوں کا حق ہے تو تسلیم کیا جائیگا کہ وہ حق ہے۔ لیکن گفتگو اس حق کی بنیاد پر سوال کرنے میں ہے کہ درست ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ جس حق سے سوال کیا گیا ہے اگر وہ قبولیت کا سبب ہے تو سوال مستحسن ہے، مثلاً اس حق کی بنیاد پر سوال کیا جائے جو اس نے اپنے سائلوں اور عابدوں کا اپنے ذمہ عاید کر لیا ہے۔

### کسی کے حق سے سوال

یہ مسئلہ صاف ہے البتہ غور طلب یہ ہے کہ دوسروں کے حق کی بنیاد پر سوال کرنا کیسا ہے؟ تو اگرچہ ان لوگوں کا خدا پر اس کے وعدہ کے رد سے حق ہے کہ انھیں عذاب نہ دے بلکہ ثواب دے اور درجے اُوچے کرے، مگر کسی اور کو ان کے حق کی بنیاد پر کیا استحقاق حاصل ہے کہ اس کا بھی سوال پورا ہو جائے؟ کیونکہ ان بزرگوں کو جو کچھ استحقاق حاصل ہوا ہے ان کے ایمان، طاعت کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ بات سائل کو حاصل نہیں۔ ان کی بزرگی اس کی قبولیت دعا کا سبب کیونکہ ان سے دعا کی جاتی ہے، اگر کہا جائے ان کی شفاعت و دعا سبب ہے تو بلاشبہ یہ درست ہے بشرطیکہ وہ اس کے لئے شفاعت و دعا کریں، لیکن اگر وہ کریں تو پھر ان کوئی

سبب بھی باقی نہیں رہا۔

## شرعی سبب اور محبت مفید اور غیر مفید

اگر کوئی کہے رسول اللہ سے میری محبت و موالات اور آپ پر ایمان اجابت و دعا کا سبب ہے تو یقیناً یہ ایک شرعی سبب ہے اور اس کے معنی یہ ہونگے کہ سائل، اللہ سے سوال کرتا اور اُس کے حضور اپنے ایمان اور اُس کے رسول سے اپنی محبت و طاعت کو بطور وسیلہ پیش کرتا ہے۔ لیکن اللہ اور غیر اللہ کی محبت میں فرق کرنا چاہئے۔ کیونکہ جو کوئی مخلوق سے ویسی محبت کرتا ہے جیسے خالق سے کی جاتی ہے تو درحقیقت شرک کا مرتکب ہوتا ہے، اُس کی محبت مفید ہونے کی بجائے اُس کے حق میں کاناٹا بنے گی۔

لیکن جس نے اپنے دل میں اللہ کی محبت کو سب سے زیادہ جگہ دی اور اُس کے نبیوں اور نیک بندوں سے اُس کی محبت کی وجہ سے محبت کی تو اُس کے لئے اللہ کی محبت سب سے زیادہ نفع بخش ہوگی۔ ان دونوں چیزوں میں فرق کرنا بہت بڑی بات ہے۔

## محبت و طاعت کا وسیلہ

ممکن ہے کہا جائے کہ اگر رسول اللہ پر ایمان اور آپ کی محبت و طاعت سے وسیلہ چاہنا کبھی خدا کے ثواب جنت کے لئے ہوتا ہے، جو بقول تمہارے سب سے بڑا وسیلہ ہے، اور کبھی اجابت و دعا کے لئے ہوتا ہے جیسا تم مثالوں میں بتا چکے ہو، تو اسالک بحبیبک محمد، کو اس معنی پر کیوں نہ محمول کیا جائے کہ "میں محمد (صلعم) کے ایمان و محبت کے ساتھ سوال کرتا ہوں اور اس ایمان و محبت کو وسیلہ بناتا ہوں" وغیرہ معانی؟ اور تم کہہ چکے ہو کہ یہ بلا نزاع جائز ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر سائل کی نیت میں یہ معنی ہوں تو

اس کے درست ہونے میں کلام نہیں، اور اگر یہی معنی بعض صحابہؓ و تابعین اور امام محمدؒ وغیرہ نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد بھی وسیلہ قرار دینے کے لئے جائیں تو ٹھیک ہے۔ اس صورت میں مسئلہ صاف اور مستم ہے۔ لیکن بہت سے عوام اس طرح کے الفاظ بول کر یہ معنی مراد نہیں لیتے، جو کچھ اعتراض و انکار ہے انھیں پر ہے۔

### دُعا و شفاعت سے وسیلہ

اسی طرح اگر اس لفظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا و شفاعت سے وسیلہ چاہنا مراد ہو جیسا کہ صحابہؓ کا دستور تھا تو یہ بھی بلا نزاع جائز ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اکثر لوگ ان الفاظ سے یہ معنی مراد نہیں لیتے۔

### رشتہ کے حوالہ سے سوال

اگر کہا جائے رشتہ کا حوالہ دے کر سوال کرنا کیسا ہے؟ تو ہم کہیں گے درست ہے۔ کیونکہ رشتہ سے انسان کا اپنے رشتہ دار پر حق ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَأَقْبُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ  
وَالْآرْحَامِ - (۴: ۱)

اور حدیث میں ہے:

الرَّحِمُ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ مِنْ وَصْلِهَا وَصَلَهُ  
اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللَّهُ -

اور فرمایا:

ولما خلق الله الرحم تعلقت بحقوى  
الرحمن وقالت هذا مقام العائذات  
من القطيعة، فقال: الا ترضين ان  
اصل من وصلك واقطع من قطعك؟

جب رحمن نے رحم (رشتہ) کو پیدا کیا تو وہ رحمن کی کمر سے لٹک گئی اور کہنے لگی: یہ قطع رحم سے تیری سپاہ مانگنے کی جگہ ہے۔ خدا نے فرمایا کیا تو اس پر خوش نہیں کہ اُسے میں جوڑوں گا جو تجھے جوڑے اور اُسے

قالت: بلی قدرضیت - | کاٹوں گا جو تجھے کاٹے؟ کہنے لگی ہاں میں خوش ہو گئی!

اور فرمایا:

يقول الله تعالى انا الرحمن خلقت الرحم  
وشققت لها اسماء من اسمي فمن  
وصلها وصلته ومن قطعها قطعته -  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے رحم (رشتہ) کو پیدا کیا اور  
اپنے نام سے اُس کے لیے نام نکالا، پس جو اُسے جوڑے گا  
میں بھی اُسے جوڑوں گا اور جو اُسے کاٹے گا میں بھی اُسے کاٹوں گا۔

رشتہ دار کا حق مرنے کے بعد

حضرت علیؓ کے متعلق مروی ہے کہ آپ کے بھتیجے جب اپنے باپ حضرت کا حق  
یا دولا کر آپ سے مانگتے تھے تو دے دیتے تھے کیونکہ حضرت کا حق آپ کے بھائی تھے اور  
حق رکھتے تھے۔ رشتہ دار کا حق اُس کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے جیسا کہ پیش  
میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا والدین کے مرجانے  
کے بعد بھی مجھ پر ان کا کوئی حق باقی رہ گیا ہے جسے ادا کروں؟  
فرمایا:

نعم الدعاء لهما والاستغفار لهما  
وانفاذ وعدهما من بعدهما وصلة  
رحمات التي لارحم لك الا من ذابهما  
ہاں ان کے لئے دعا اور استغفار اور ان کے بعد ان  
وعدہ کا پورا کرنا اور اپنے رشتہ داروں کا پاس کرنا کہ  
جن کا رشتہ تیرے والدین ہی کی وجہ سے قائم ہے۔

## فصل (۱۶)

امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تشریح

مخلوق کے واسطے سے دعاء

رہا ابوحنیفہؒ ان کے اصحاب اور دوسرے علما کا یہ کہنا کہ خدا کسی مخلوق

کے بھی واسطہ سے سوال جائز نہیں، عام اس سے کہ انبیاء و نبیوں یا کوئی اور تو اس کے دو مطلب ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ ایک یہ کہ خدا کو اس کی مخلوق کی قسم دلانا، اور یہ، جیسا کہ بیان ہو چکا، باتفاق جمہیر علماء، اسی طرح ممنوع ہے جس طرح باتفاق علماء، کعبہ و مشاعر کی خدا کو قسم دلانا۔

### مخلوق کے ذریعہ سے سوال

دوسرا مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کے ذریعہ سے سوال و دعا، تو اسے بعض لوگوں نے جائز بتایا ہے۔ اور بعض سلف سے بھی اس باب میں آثار منقول ہیں، اور بہت سے اور لوگوں کی دعاؤں میں بھی اس طرح کے الفاظ آئے ہیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں جو کچھ مروی ہے، ضعیف بلکہ موضوع ہے، کوئی حدیث بھی ثابت نہیں کہ جس سے استدلال کیا جاسکے، بجز ایک نابینا والی حدیث کے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے تلقین کی کہ:

اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد  
بنی الرحمة۔

تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد بنی الرحمة کے ذریعہ۔

### حدیث نابینا حجت نہیں؟

لیکن یہ حدیث بھی حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ صاف بتا رہی ہے کہ اندھے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و شفاعت سے وسیلہ چاہا تھا۔ واقعہ یہ ہے اُس نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور آپ نے اُسے تلقین کی کہ کہہ اے خدا، محمد کو میرا شفیع بنا دے۔ اسی لئے جب آپ نے دعا کی تو خدا نے اُس کی بنیائی ٹوٹا دی۔ یہ آپ کو معجزات کی قسم سے ہے، ورنہ اگر اور اندھے جن کے حق میں آپ نے دعائیں کی اس طرح کا وسیلہ چاہتے یا چاہیں تو ان کا یہ حال نہ ہوگا۔

## حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ کا واسطہ

رہی امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ کی سنسقا میں دُعا جو مہاجرین و انصار میں مشہور ہے اور آپؓ کا یہ کہنا کہ:

اللهم انا كنا اذا اجدنا نتوسل اليك  
بنبيتنا فنتسقيننا وانا نتوسل اليك  
بعمر نبيتنا -

خُدا یا، جب ہم قحط میں پڑتے تھے تو تیرے حضور  
اپنے نبیؐ کا وسیلہ لاتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا  
تھا اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں۔

توصاف دلالت کرتا ہے کہ جس طرح کا وسیلہ چاہنا صحابہؓ میں مشہور و معروف تھا، وہ آپؓ کی دُعا و شفاعت کا وسیلہ تھا نہ کہ آپؓ کی ذات کو درمیان میں رکھ کر سوال کرنا۔ کیونکہ اگر یہ مشروع ہوتا تو حضرت عمرؓ اور مہاجرین و انصار آپؓ کو چھوڑ کر دُعا میں حضرت عباسؓ کا حوالہ نہ دیتے۔

## سوال اور قسم کا امتیاز

انبیاء و صالحین کے حوالہ سے دُعا میں نزع ہو سکتی ہے برخلاف خُدا کو قسم دلا کے۔ کیونکہ سوال اور قسم میں فرق ہے۔ سوال عاجزی و غوشا مد ہے اور ایک ایسا سبب ہے جو دُعا کے استجاب ہونے سے مناسبت رکھتا ہے۔ لیکن قسم اس سے مختلف ہے۔ اس میں سوال پورا کرنے کی تاکید ہوتی ہے۔ قسم دینے والا اسی کو قسم دلاتا ہے جسے سمجھتا ہے کہ اُس کی قسم پوری کر دیگا۔ خُدا کی جناب میں ہر کوئی اس خیال کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ اُس کی قسم پوری کر دیگا۔ کیونکہ اُس نے اس طرح کی قسمیں پوری کر دینے کا امتیاز اپنے خاص خاص بندوں ہی کو دیا ہے۔

## سوال اور دُعا کی عمومیت

البتہ سوال و دُعا کو عام رکھنا ہے۔ چنانچہ وہ سب کے سوال پوئے کرتا ہے۔ سب کی دُعا میں قبول کرتا ہے، محتاج کی بھی، مظلوم کی بھی، مؤمن کی بھی، کافر کی بھی

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من داع يدعوا لله بدعوة ليس فيها اثم ولا قطيعة رحم الا اعطاه الله بها احدى خصال ثلاث: امانة ان يعجل له دعوته، واما ان يذخر له من الخير مثلها، واما ان يصرف عنه من الشر مثلها" قالوا: يا رسول الله اذا نكث قال الله اكثر -

جو دعا کرنے والا بھی خدا سے ایسی دعا کرتا ہے جس میں نہ گناہ ہوتا ہے نہ رشتہ کٹتا ہے تو خدا اُسے تین باتوں میں سے ایک بات ضرور دیتا ہے یا تو اُس کی دعا قبول کر لیتا ہے یا اُس کے لئے ویسی ہی بھلائی جمع کر رکھتا ہے یا اُس سے ویسی ہی کاپی ہٹا دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا، تو پھر ہم کثرت سے دعائیں کریں۔ فرمایا، اللہ سب سے اکثر ہے۔

### امام مالک کا مذہب

انبیاء سے اس معنی میں وسیلہ چاہنا کہ ان کے حوالہ سے سوال ہو جائے، تو اسے جیسا کہ مذکور ہوا ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب وغیرہ نے ناجائز قرار دیا ہے اور مشہور مذہب امام مالک میں اس کے مخالف کوئی بات نہیں ملتی۔ جو کوئی مذہب مالک سے ایسی بات پیش کرتا ہے جس میں قسم یا سوال کے معنی میں وسیلہ کو جائز بتایا گیا ہے تو وہ ایک بے بنیاد بات پیش کرتا ہے۔ کیونکہ مالک اور ان کے اصحاب سے اس بارے میں کوئی روایت منقول نہیں بلکہ مالک سے تو یہاں تک مشہور ہے کہ انہوں نے دعائیں یا ستیدی یا ستیدی کہنے کو بھی مکروہ قرار دیا اور تاکید کی کہ انبیاء کی طرح یارب، یارب، یا کریم کہہ کر۔ نیز یا حنان یا مٹان کہنے کو بھی مکروہ بتایا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور نہیں۔

پس اگر امام مالک اس طرح کی دعا بھی ناپسند کرنے تھے جو ان کے خیال میں مشروع نہیں، تو پھر کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے خدا سے مخلوق کا حوالہ

لے لیکن آجل کے حنفی قبر پرستی اور اس طرح کی دعاؤں کو حنفیت کی علامت سمجھتے ہیں یا عبرت دیا اور اب



دے کر سوال کرنے کو جائز قرار دیا ہو گا عام اس سے کہ مخلوق انبیاء ہوں یا غیر انبیاء خصوصاً اس حالت میں کہ انہیں خوب معلوم تھا کہ عام الترادہ میں جب صحابہؓ سخت قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے نبیؐ اور غیر نبیؐ کسی مخلوق کی بھی ذات کے حوالہ سے دعا نہیں مانگی بلکہ حضرت عمرؓ نے کہا: اے خدا، جب ہم قحط میں پڑتے تھے تو تیرے پاس اپنے نبیؐ کا وسیلہ لاتے تھے، اب ہم تیرے پاس اپنے نبیؐ کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں، ہیں سیراب کر۔“

## فصل

### رسول اللہؐ کی ذات سے وسیلہ

#### فعل مشروع، افضل و اولیٰ

یہی صحیح بخاری میں ابن عمرو انس وغیرہ صحابہؓ سے ثابت ہے کہ جب کبھی قحط پڑتا تھا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو وسیلہ بناتے تھے۔ کہیں مذکور نہیں کہ صحابہؓ میں سے کسی ایک نے بھی خود آپؐ کی زندگی میں آپؐ کی ذات یا کسی اور مخلوق کی ذات کے واسطے سے استسقا یا کسی اور موقع پر سوال کیا ہو۔

یہی حدیث اعمیٰ تو اس پر عنقریب گفتگو کی جائیگی۔

اور اگر آپؐ کی ذات کے حوالہ سے سوال کرنا صحابہؓ میں راجح ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ سے ضرور کہتے کہ رسول اللہؐ کی ذات سے سوال و وسیلہ عباسؓ کے ذریعہ سوال و وسیلہ سے کہیں افضل و اولیٰ ہے۔ ہم اس مشروع فعل سے روگردانی نہیں کر سکتے جو آپؐ کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ ہم افضل خلق کا وسیلہ چھوڑ کر آپؐ کو بعض رشتہ داروں سے وسیلہ نہیں چاہیں گے، کیونکہ اس سے سنت مشروعہ کا ترک،

انتقال و ادلی سے روگردانی اور اعلیٰ سبب کو چھوڑ کر ادنیٰ سبب سے سوال کرنا لازم آتا ہے، حالانکہ ہم نہایت سخت خشک سالی میں مبتلا ہیں اور فوراً اپنی مصیبت سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی اس طرح کا کوئی اعتراض نہیں کیا۔

### حضرت عمر رضی کی اقتداء لازمی

پھر حضرت عمر رضی نے جو کچھ کیا تھا وہی بہت سے صحابہ رضی کی موجودگی میں معاویہ نے کیا کہ زید بن الاسود البحرشیؓ کے ذریعہ سے دعا کی۔ اسی طرح شافعی احمد کے اصحاب وغیرہ نے کہا ہے کہ استسقاء میں اہل خیر و صلاح کی دعا کا وسیلہ ڈھونڈنا چاہئے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار موجود ہوں تو حضرت عمر رضی کی پیروی میں ان کا وسیلہ افضل ہے۔ لیکن کسی اہل علم نے بھی نہیں کہا کہ نبی یا غیر نبی کسی مخلوق کی ذات کے حوالہ سے استسقاء میں دعا کرنا روا ہے۔

## فصل

### عزت و حرمت نبوی بعد از رحلت

#### ائمہ پر تہمت

اسی طرح جو کوئی روایت کرے کہ امام مالکؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور سے ان کی وفات کے بعد سوال جائز بتایا، یا مالک کے علاوہ کسی دوسرے امام مثلاً شافعی یا احمد وغیرہ کی طرف اُسے منسوب کرے تو جھوٹا ہے اور ان ائمہ پر تہمت رکھنا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بعض جاہل ایسے گزے ہیں جنہوں نے اس طرح کی ایک بات امام مالکؒ کے سر پھوپ دی ہے اور دلیل میں ایک جھوٹی حکایت

اُن کی جانب منسوب کر دی ہے جو اگر صحیح ثابت ہو جائے تو بھی اُس سے وسیلہ کی یہ ماہہ النزاع صورت جائز نہیں ہوتی بلکہ قیامت میں آپ کی شفاعت سے سید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں اس حکایت کے ماننے سے قطعی انکار ہے، کیونکہ بالکل بے بنیاد اور سراسر من گھڑت ہے جیسا کہ ذیل میں مفصل مذکور ہے۔

### مشقولات قاضی عیاض

قاضی عیاض نے اپنی کتاب کے باب "زیارة قبر النبی صلعم" میں اس حکایت کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف وہ روایتیں نقل کی ہیں جو امام مالک و اصحاب مالک کے مشہور ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اُسے اس بحث کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت وفات کے بعد بھی ویسی ہی ضروری ہے جیسی حیات میں تھی۔ چنانچہ امام مالک کی بابت نقل کیا ہے کہ اُن سے ایوب سختیانی کی نسبت سوال کیا گیا تو کہا: جتنے لوگوں سے حدیث روایت کر کے میں تمہیں سناتا ہوں، اُن میں سے ایوب افضل ہیں، انہوں نے دوج گئے میں انہیں بغور دیکھا کرتا تھا، میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب کبھی نبی صلعم کا ذکر کرتے تو اتنا روتے کہ مجھے ترس آجاتا۔ جب میں نے یہ باتیں خصوصاً آنحضرت ص کی اس قدر تعظیم دیکھی تو اُن سے حدیث لکھی۔

مصعب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ امام مالک جب سوال اللہ صلعم کا ذکر کرتے تو اُن کا رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے یہاں تک کہ اُن کے ہنسی پریشان ہو جاتے! ایک مرتبہ اُن سے اس بارے میں کہا گیا، فرمایا لگے: اگر تم وہ دیکھتے جو میں دیکھا ہے تو معترض نہ ہوتے:

میں نے محمد بن المنکدر کو دیکھا، جو سید القراء تھے، جب کبھی ہم اُن سے کسی حدیث کے متعلق سوال کرتے تو ضرور روتے اور اس قدر روتے کہ میں ترس آجاتا!

میں نے جعفر بن محمدؓ کو دیکھا، جو بہت سہنس مکھ اور زندہ دل تھے، لیکن جو نبی رسول اللہ کا ذکر آتا، ان کا رنگ زرد ہو جاتا، کبھی رسول اللہ کی حدیث بغیر طہارت روایت نہ کرتے، میں ان کے پاس ایک مدت تک آتا جاتا رہا اور ہمیشہ اسی حالت میں دیکھا کہ یا نماز پڑھتے ہوتے یا خاموش رہتے یا تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے، غیر ضروری گفتگو نہ کرتے تھے۔ وہ ان علماء وعباد میں سے تھے جو خدا سے ڈرتے ہیں!

میں نے عبدالرحمن بن القاسمؓ کو دیکھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ہیبت سے ان کی یہ حالت ہو جاتی کہ زرد پڑ جاتے، گویا جسم میں خون سُوکھ گیا ہے اور منہ میں زبان خشک ہو گئی ہے۔

میں عامر بن عبداللہ بن الزبیرؓ کے پاس بھی آتا جاتا تھا، جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آ جاتا تو رونا شروع کر دیتے یہاں تک کہ آنکھیں سُوکھ جاتیں! میں نے زہریؓ کو دیکھا ہے جو نہایت ہی خوشباش اور منساہت تھے، مگر نبی صلعم کا ذکر آتے ہی ایسے ہو جاتے گویا نہ تمہیں جانتے ہیں نہ تم انہیں!

میں صفوان بن سلیمؓ کے پاس بھی آتا جاتا تھا، نہایت عبادت گزار آدمی تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سن لیتے تو روتے اور اس قدر روتے کہ لوگ اکتا کر انہیں مجلس میں اکیلا چھوڑ کر اٹھ جاتے!

یہ تمام روایتیں درست اور قاضی عیاضؒ نے اصحاب مالکؒ کی مشہور کتابوں سے نقل کی ہیں۔ پھر غریب و منقطع اسناد کے ساتھ وہ حکایت درج کی ہے جو امام مالکؒ کی طرف منسوب ہے۔ لکھتے ہیں:

حد ثنا ابوالعباس احمد بن عمر بن ذلہات قال حد ثنا ابوالحسن علی بن فہر، حد ثنا

ابو بکر بن محمد بن احمد بن الفرع، حد ثنا ابوالحسن عبد اللہ بن المہنتاب،

حد ثنا یعقوب بن اسحاق بن ابی اسرائیل، حد ثنا ابن حمید قال: امیر المؤمنین

ابو جعفرؑ نے امام مالکؒ سے مسجد نبوی میں مناظرہ کیا اور وہ چلا کر بولے۔ مالکؒ نے خلیفہ کو لوک دیا کہ اس مسجد میں غل نہ مچاؤ، کیونکہ خدا نے ایک گروہ کو یہ کہہ کر ادب سکھایا ہے:

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (۲۹)

نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

اور دوسرے کی تعریف میں فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَعْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ الْخ (۳: ۴۹)

جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے

ہیں۔

اور تیسرے کی مذمت کی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَنْكُدُونَ دَرَايَ النَّجْرَاتِ (۴۹)

جو تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں۔

مرنے پر بھی آپؐ کی عزت وہی ہے جو جیتے جی تھی۔

یہ سن کر خلیفہ دھیما پڑ گیا اور کہنے لگا اے ابو عبد اللہ (مالکؒ) میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ کی طرف؟ مالکؒ نے جواب دیا: رسول اللہ سے کیوں روگردانی کرو جبکہ وہ قیامت میں خدا تک تمہارا وسیلہ اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں بلکہ آپؐ کی طرف رُخ کرو اور آپؐ کی شفاعت طلب کرو، خدا یہ شفاعت قبول کریگا۔ کیونکہ وہ خود ہی فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ  
وَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَكُمْ الرَّسُولُ  
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

جب اپنے اوپر انہوں نے ظلم کیا تھا تو اگر تیری پاس

آتے اور خدا سے مغفرت چاہتے اور رسول ان کیلئے

مغفرت چاہتا تو البتہ خدا کو توبہ قبول کرنے والا

اور رحم کرنے والا پاتے۔

(۲۴: ۴)

جرح و تعدیل روایت

یہ حکایت منقطع ہے کیونکہ محمد بن حمید الرازی نے مالکؒ کو نہیں پایا۔ خصوصاً

ابو جعفر منصور کے زمانہ میں۔ کیونکہ ابو جعفر نے ۱۵۸ھ میں وفات پائی، اور مالک ۱۶۹ھ اور محمد بن حمید ۲۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ محمد بن حمید کبھی وطن سے باہر نہیں گئے اور جب طلب علم کے لئے نکلے تو اچھی عمر کے ہو چکے تھے۔ مزید برآں یہ کہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک وہ ضعیف ہیں۔ ابو ذر عہ اور ابن دارہ نے انھیں جھوٹا بتایا ہے۔ صالح بن محمد الاسدی کہا کرتے تھے میں نے محمد بن حمید سے زیادہ کسی کو اللہ پر جہمی اور دروغ بانی میں باہر نہیں دیکھا۔ یعقوب بن شیبہ کی رائے ہے: "سخت منکر روایتوں والا ہے" نسائی کا قول ہے "ثقة نہیں" ابن حبان کہتے ہیں: "ثقات سے الگ ہو کر متعلوبات روایت کرتا ہے"۔

امام مالک سے موٹا کے سب سے آخری راوی ابو مصعب ہیں جو ۲۲۲ھ میں فوت ہوئے اور سب سے آخری علی الاطلاق روایت کرنے والے احمد بن اسمعیل السہمی ہیں جو ۲۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ حکایت نہیں کی پھر اسناد میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی حالت مجہول ہے۔

### مذہب مالک کے برخلاف

امام مالک کے مشہور اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ حکایت ذکر نہیں کی۔ محمد بن حمید اگر اسناد سے روایت کریں تو بھی اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں، پھر اگر ارسال کریں تو ظاہر ہے ان کی روایت کس درجہ کی ہوگی۔ اصحاب مالک متفق ہیں کہ ان کے امام سے اس طرح کی کوئی روایت کسی فقہی مسئلہ میں بھی مستحضر نہیں۔ بلکہ اگر ان سے شامی مثل ولید بن مسلم اور مروان بن محمد الطاطری روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت بھی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں صرف مدنیوں اور مصریوں کی روایت معتبر ہے۔ جب حالت یہ ہے تو ایک ایسی حکایت پر کیا حکم لگایا جائیگا، جو مالک کے مشہور مذہب کے بالکل خلاف پڑتی ہے اور صرف ایک ایسے خراسانی

کی زبانی سنی گئی ہے جس نے مالک کو پایا نہیں اور جس کی محدثین نے تضعیف کی ہے۔  
مزید شرح

پھر اس حکایت سے وہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی جسے لوگ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ امام مالک کا یہ کہنا کہ رسول اللہ تیرے اور تیرے باپ آدم کا خدا کے پاس قیامت میں وسیلہ ہیں، صاف بتا رہا ہے کہ آدم اور اولادِ آدم قیامت میں آپ کا وسیلہ چاہیں گے، یعنی آپ کی شفاعت کے خواستگار ہوں گے اور یہ درست ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب قیامت میں لوگ آدم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور شفاعت چاہیں گے تو وہ انھیں نوح علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے، پھر نوح، ابراہیم علیہما السلام کے پاس اور ابراہیم، موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور موسیٰ، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اور عیسیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اور جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا:

اناستید ولد آدم یوم القیامة ولا	میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں
فخر، آدم فمن دونه تحت لوائی	فخر نہیں۔ آدم اور جو ان کے بعد ہیں قیامت میں
یوم القیامة ولا فخر۔	سب میرے جھنڈے تلے ہونگے، فخر نہیں۔

### رسول اللہ پر سلام کا طریقہ

علاوہ ازیں یہ حکایت متعدد وجوہ سے مذہبِ مالک کے بالکل خلاف ہے، ایک یہ کہ جب امام مالک سے خلیفہ نے پوچھا کہ قبلہ کی طرف رخ کروں یا رسول اللہ کی طرف؟ تو انھوں نے کہا "رسول اللہ سے کیوں روگردانی کرو جبکہ وہ تمہارا اور تمہارے باپ آدم کا وسیلہ ہیں۔" کیونکہ مالک اور دوسرے ائمہ اور مجاہد صحابہ رض اور تابعین و سلف صالح کا قول و عمل اس کے خلاف ثابت ہے۔ سب نے ہی کہا ہے کہ مسجدِ نبوی میں رسول اللہ پر سلام کے بعد اگر اپنے لئے دعا کا ارادہ ہو تو قبلہ کی

طرف رخ کرنا چاہئے کہ آپ کی قبر کی طرف۔ ہاں سلام اور آپ کے لئے دعا کر تو وقت  
قبر شریف کی طرف رخ کرنا چاہئے۔ یہی قول اکثر علماء مثل مالک (ذی الحدیث) اور تین  
اور شافعی و احمد وغیرہم کا ہے اور اصحاب ابو حنیفہؒ تو سلام کے وقت بھی قبر کی  
طرف رخ کرنے کو منع کرتے ہیں۔

### حجرہ کو پشت پر کرنے کا رواج

بعینوں نے کہا ہے کہ سلام کے وقت حجرہ کو بائیں ہاتھ کی طرف کرے جیسا کہ  
ابن وہب نے مالک سے روایت کیا ہے اور بعض نے کہا بلکہ حجرہ کو پشت پر  
کرنا چاہئے اور اسی پر اس زمانہ میں عمل تھا لیکن ہر حال میں یہی ثابت ہے کہ امام  
مالک نے قبر کے پاس زیادہ دیر کھڑے ہونے کو مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ قاضی  
عبیاض نے مبسوط میں مالک سے نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک قبر نبوی پر کھڑے  
ہو کر دعا نہ کرنا چاہئے بلکہ سلام کر کے ہٹ جانا چاہئے، کیونکہ نافع رضی اللہ عنہ  
کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا کہ قبر مبارک پر آتے اور کہتے "بنی صلی اللہ  
علیہ وسلم پر سلام، ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سلام، میرے باپ پر سلام" پھر چلے جاتے، نیز ابن عمر رضی  
اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست پر اتار کھٹتے پھر اپنے چہرہ پر رکھتے۔

### منبر کے پاس قبلہ رخ دعا

ابن ابی قیس اور قعنبی سے روایت ہے کہ جب مسجد خالی ہوتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم  
کے اُس بازو میں جو قبر کے سامنے ہے جھکتے اور پھر قبلہ رخ ہوتے اور دعا کرتے یحییٰ  
بن یحییٰ اللیثی سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قبر نبوی پر کھڑے ہوتے اور نبی صلی اللہ  
پر ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) پر صلوٰۃ پھیلتے۔ ابن القاسم اور قعنبی کی روایت میں ہے  
کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرتے۔ روایت ابن وہب میں مالک کا قول ہے کہ  
کہتے: السلام علیٰ ایہا الذی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور مبسوط میں ہے کہ  
ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کرتے۔



## لفظ صلوٰۃ اور آپ پر سلام

ابوالولید الباجی کہتے ہیں میرے نزدیک بہتر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ صلوٰۃ سے دعا کی جائے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے لئے لفظ رحمت سے کیونکہ ابن عمرؓ کی حدیث میں خلافت واقع ہو گیا ہے۔ یہ دعا اس دعا کی تفسیر کرتی ہے جو روایت ابن وہبؓ میں ہے کہ مالکؓ نے کہا "جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے اور دعا کرے تو اس طرح کھڑا ہو کہ منہ قبر کی طرف ہو، قریب ہو کر سلام کرے مگر قبر کو نہ چھوئے" یہ آپ پر سلام ہے اور ہی صلوٰۃ کے ساتھ دعا تو اس کا بیان ہو چکا۔

## فصل ۱۹

### زیارتِ روضہ اطہر اور اس کے آداب

#### قبر مبارک پر کھڑے ہونا

اسی طرح ہر وہ دعا ہے جسے اصحاب مالکؓ نے نقل کیا ہے جیسا کہ ابن حبیبؓ نے روضہ میں اور دوسرے لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ مالکؓ نے مسوط میں کہا "اگر کوئی مسجد میں داخل ہو یا باہر نکلے اس کے لئے قبر پر کھڑا ہونا ضروری نہیں، یہ صرف پڑوسیوں کے لئے ہے، نیز مسوط میں مالکؓ کا قول ہے کہ "سفر پر جانے اور سفر سے لوٹنے والے کے لئے کوئی مضائقہ نہیں اگر قبر اطہر پر کھڑا ہو، رسول اللہؐ پر درود بھیجے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے لئے دعا کرے" لوگوں سے کہا کہ دینہ کے بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر کسی سفر کے بھی ایسا کرتے ہیں، کبھی دن میں ایک مرتبہ، کبھی اس سے بھی زیادہ، بعض جمعہ میں ایک مرتبہ، بعض اور دنوں میں ایک دو اور کئی کئی دفعہ قبر کے پاس کھڑے ہوتے ہیں، سلام کرتے ہیں اور دیر تک دعا کرتے رہتے ہیں۔

امام مالکؒ نے جواب دیا "اپنے اس شہر کے اہل فقہ سے مجھے اس طرح کی کوئی بات نہیں پہنچی، اس کا ترک ہی بہتر ہے، اس امت کا آخر بھی اسی چیز سے بہتر ہو گا جس سے اس کا اول درست ہوا ہے، مجھے اس امت کے اول سے نہیں پہنچا کہ کوئی ایسا کرتا ہو، یہ صرف سفر پر جانے اور سفر سے آنے والوں کے لئے مباح ہے اور مدینہ کے باشندوں کے لئے مکروہ۔"

### اہل مدینہ اور پردیسی

ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ جب سفر پر جانے لگتے یا سفر سے واپس آتے تو قبر پر جاتے اور سلام کرتے۔ ابو الولید الباجیؒ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اور پردیسیوں کے مابین فرق ہے کیونکہ پردیسی اسی ارادے سے آتے ہیں اور اہل مدینہ تو یہیں کے باشندے ہیں۔ قبر اور سلام کے لئے کہیں باہر سے نہیں آتے۔

### آنحضرتؐ کی دعاء و تلقین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

اللہم لا تجعل قبری وثناً بعد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد۔	خدا یا میری قبر کو بت نہ کیجیو کہ پوجی جائے غضب الہی ان لوگوں پر سخت ہو گیا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد قرار دیا۔
--	---

اور فرمایا :

لا تجعلوا قبری عیدا۔ (میری قبر کو بار بار آنے جانے کی جگہ نہ بناؤ)۔

اس جگہ میں حضرت امام مالکؒ نے اصلاح کا سب سے بڑا قاعدہ بیان کر دیا ہے کہ مسلمان آخر زمانہ میں بھی اسی چیز سے سدھریں گے جس سے اول زمانہ میں سدھر چکے ہیں۔ وہ چیز کیا تھی؟ کتاب سنت! پس اگر مسلمان اپنی حالت درست کرنا چاہتے ہیں تو کتاب و سنت پر قائم ہو جائیں۔ (مترجم)

## سلام سے پہلے تحیۃ المسجد

احمد بن شعبہ کی کتاب میں ہے کہ: جو کوئی قبر شریف پر جائے تو اس کے لئے نہیں  
 نہ اسے چھوئے نہ دیر تک کھڑا رہے۔ عتبہ بن مالک کا قول ہے سلام سے پہلے مسجد  
 نبوی میں تحیۃ المسجد ادا کرے۔ نوافل کے لئے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصطفیٰ کو پسند  
 کرتا ہوں، رہے وہ انصاف تو ان کے لئے اگلی سفین بہتر ہیں، پردیسیوں کے لئے نہیں  
 نفل نماز بہ نسبت گھر کے مسجد میں پڑھنے کو ترجیح دیتا ہوں۔“

## سلف صالح کا سلام و غرض سلام

یہ ہیں مالک اور اصحاب مالک کے اقوال اور صحابہ و تابعین کی روایات۔ ان  
 سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سلف صالح قبر شریف پر صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام اور  
 اور خود آپ کے لئے دعا کرنے کو جاتے تھے۔ مالک نے وہاں دیر تک کھڑے رہنے کو  
 بھی مکروہ اور اہل مدینہ کے لئے ہرگز مسجد میں آتے جاتے ہوئے قبر پر جانے کو مکروہ قرار  
 دیا ہے، یہ صرف پردیسیوں کے لئے ہے یا اہل مدینہ میں سے ان لوگوں کے لئے جو سفر  
 جارہے ہوں یا واپس آئے ہوں، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سلام و تحیۃ ہے  
 رہی انسان کی خود اپنے لئے دعا تو اس کے لئے مسجد نبویؐ میں قبائلی رخ  
 ہو کر دعا مانگنا چاہئے جیسا کہ مالکیوں وغیرہ نے صحابہؓ سے روایت کیا ہے۔ کسی صحابی  
 سے بھی منقول نہیں کہ اس نے اپنے لئے دعا فرمائی کہ پاس کی ہو۔ اپنے لئے دعا  
 کیا معنی خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی دعا قبر کے پاس دیر تک ٹھہر کر کی ہو۔

## مخلاف مسلک سلف

ربانی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قبر کے پاس یا آٹیکے رخسار کے بعد دعا کرنا،

مرادیں مانگنا، سفارش و شفاعت کا خواستگار ہونا، تو یہ سلف میں سے کسی ایک شخص نے بھی نہیں کیا۔ خود آپ سے دُعا و شفاعت چاہنا تو بڑی چیز ہے، اگر قبر شریف کے پاس دُعا کرنا یا آپ کے حوالہ سے سوال کرنا بھی مشروع ہوتا تو ظاہر ہے کہ صحابہؓ تابعین ضرور کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا منقطع حکایت میں امام مالکؒ کی طرف یہ الفاظ منسوب کرنا کہ "رسول اللہ کی طرف رُخ کرو اور آپ سے شفاعت چاہو" مالکؒ پر بہتان رکھنا ہے۔ یہ قول خود ان کے اپنے اور مجاہد صحابہؓ و تابعین کے اقوال و افعال کے خلاف ہے، جن پر خود امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا عمل تھا اور جنہیں تمام علماء نے نقل کیا ہے۔

## کفار و مشرکین اور ان کے ہم مشرب

صحابہ میں سے کسی نے بھی قبر کی طرف رُخ کر کے کبھی خُدا سے اپنے لئے دُعا نہیں مانگی، گجا قبر کی طرف منہ کر کے خود رسول اللہ سے عرض کرنا کہ "اے آقا! میرے لئے شفاعت کیجئے، دُعا کیجئے"۔ یہ بھی نہیں ہوا کہ آپ سے دنیاوی یا دینی تکالیف و مصائب کا شکوہ کیا گیا ہو، یا آپ سے کسی اور متوفی سے خواہ وہ انبیاء میں سے ہو یا صالحین میں سے یا ملائکہ میں سے خواہش کی ہو کہ شفاعت کرے، مصائب دُور کر دے۔ یہ باتیں مسلمانوں کی نہیں، انصار و غیرہ کفار و مشرکین اور اس اُمت میں سے ان کے ہم مشربوں کی ہیں۔ یہ افعال سابقین اولین من المہاجرین و الانصار کے نہیں، نہ تابعین ہم باحسان کے ہیں۔ نہ ائمہ میں سے کسی نے ان کا حکم دیا ہے۔

(قبر پر جا کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام درست ہے اور وہ (صحابہؓ وغیرہ) سلام کرتے تھے۔ آپ قریب کا سلام خود سنتے ہیں اور دُور کا سلام معلوم کر لیتے ہیں۔

## جواز اسلام

قبر شریف کے پاس اسلام کو امام احمد اور دوسرے اماموں نے حیوۃ ابن شریح المصریؒ کی حدیث کی بنا پر بنا کر بتایا ہے۔ اُس میں ہے:

مَأْمَنَ أَحَدٌ بِسَلَامٍ عَلَى الْإِسْلَامِ عَلَى | جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اُنہوں سے میری رُوح  
روحی حتیٰ اِرد علیہ السلام۔ | تک پہنچا دیتا ہے تاکہ میں ہی اسے سلام کا جواب دوں۔

## احادیث متعلقہ زیارت قبر اور فضیلت صحابہؓ

یہیں قبر نور کی زیارت کی جائیں، تو سب کی سب ضعیف اور ناقابل التفات ہیں، اسی لئے اصحاب صحاح و سنن نے اُن میں سے کوئی ایک روایت بھی نہیں لی۔ اُن میں سب سے زیادہ قوی حدیث عبداللہ بن عمر العمریؓ کی ہے، مگر وہ بھی فی نفسه ضعیف اور جھوٹ کی سیاہی سے کافی ہو رہی ہے۔ مثلاً بقول راوی فرمایا:

مِن زَادَنِي مِنْ بَعْدِ مَمَاتِي فَكَانَتْ مَا | جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی، گویا  
زَادَنِي فِي حَيَاتِي۔ | زندگی ہی میں میری زیارت کی۔

اس کا باطل اور مخالفت ہونا بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ جس نے ایمان کے ساتھ آپؐ کی زندگی میں زیارت کی، صحابی ہے، اور اگر آپؐ کی طرف ہجرت کی یا آپؐ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا تو اور بھی بڑے درجہ کا مستحق ہے۔ اور معلوم ہے کہ بعد کا کوئی مسلمان کہنا ہی بڑھ جائے صحابہؓ کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

لَا تُسَبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ | میرے اصحاب کو برا نہ کہو، کیونکہ قسم ہے اُس کی جس کے  
انفق احدكم مثل احد ذهابا ما بلغ مد | ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا  
احدكم ولا نصيفه۔ | خرچ کرو تو بھی اُن کی ایک ٹٹھی کو نہ پہنچو گے۔

## سفر زیارت اور صحابہؓ کا درجہ

پس اگر بعد کا کوئی مسلمان فرض، واجب اعمال و عبادات مثلاً حج، ہنود، سوم،

صلوٰۃ کے ذریعہ سے بھی صحابہؓ کے برابر نہیں ہو سکتا تو ایک ایسے فعل (زیارتِ قبر نبوی) کے ذریعہ سے کیونکر ان کا ہم رتبہ یا ان جیسا ہو سکتا ہے جو با اتفاقِ جملہ اہل اسلام فرض واجب نہیں بلکہ اس کے ارادے سے سفر کا حکم بھی نہیں دیا گیا، حکم کیا معنی، اس قسم کے سفر ہی سے منع کر دیا گیا ہے اہل مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ میں نماز کے لئے سفر مستحب اور حج کے لئے کعبہ کا سفر فرض ہے۔ مگر اس مستحب و فرض سفر سے بھی کوئی شخص صحابہؓ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، گنا ایسے سفر سے جس کی مانعت ثابت ہے

### زیارتِ پورا اور نذر و منت

تمام ائمہ متفق ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے انبیاء و صالحین کی قبروں کی زیارت کر لئے منت مانی گئی تو اسے پورا کرنا روا نہیں، اس کے خلاف مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ میں نماز کی منت کا پورا کرنا ضروری ہے۔

اس بارے میں امام شافعیؒ سے دو قول مروی ہیں: ایک یہ کہ اس منت کا پورا کرنا واجب ہے اور یہی امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ واجب نہیں اور یہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے جن کا اصول یہی ہے کہ نذر اسی فعل کی واجب ہوگی جو شرعاً خود واجب ہے اور چونکہ ان دونوں مسجدوں کا سفر شرعاً واجب نہیں اس لئے ان کے نزدیک اس سفر کی نذر بھی واجب نہیں۔ لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ نیادات و طاعات کی نذر پوری کرنی چاہئے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا:

من نذر ان یطع اللہ فلیطعه و من نذر ان یطع اللہ فلا یطعه۔

جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی چاہئے کہ اطاعت کرے اور جس نے نافرمانی کی نذر مانی چاہئے کہ نافرمانی نہ کرے۔

ناروا جب کا عامل اور صحابہؓ کا ہم پلہ؟

یہ پورا انبیاء و صالحین کی زیارت کے لئے سفر، تو وہ نذر ماننے کی وجہ سے کسی

امام کے نزدیک بھی واجب نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ جو ایسا کرے گا، صحابہ کا ہم درجہ ہو جائیگا؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ امام مالکؒ اس قول تک کو برا اور مکروہ قرار دیتے ہیں کہ "میں نے قبر نبوی کی زیارت کی"۔ اور یہ اس لئے کہ لفظ "زیارت" مجمل ہے جس میں بدعی زیارت بھی داخل ہے جو شرک کی قسم سے ہے۔

### شرعی و بدعی زیارت

گمراہیوں اور مومنین کی زیارت، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، دو قسم کی ہے: شرعی زیارت اور بدعی زیارت۔ شرعی زیارت سے مقصود نماز جنازہ کی طرح صاحب قبر پر سلام اور اس کے حق میں دعا ہوتی ہے۔ بدعی زیارت مشرکین و مبتدعین کی زیارت ہے جو مردوں سے دعائیں کرنے اور منتیں ماننے جاتے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بزرگ کی قبر کے پاس دعا مانگنا، مسجدوں اور گھروں میں دعا مانگنے سے افضل ہے، یا یہ کہ خدا کو ان کی قسم دلانا یا ان کی ذات کے حوالہ سے سوال کرنا، مشروع اور قبولیت کا ذریعہ ہے۔ یہ بدعی زیارت ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

پس چونکہ لفظ "زیارت" مشتبہ و مجمل اور حق و باطل دونوں کو محتمل تھا، اس لئے امام مالکؒ نے اسے ناپسند کیا اور ایسے الفاظ اختیار کئے جن میں اس طرح کا اشتباہ نہیں، مثلاً نبی صلعم پر سلام وغیرہ۔

امام مالکؒ کی اس رائے پر قبر نبوی کی زیارت والی حدیثوں کے اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ سب کی سب ضعیف بلکہ مومنوع ہیں جن سے دین میں کوئی کام نہیں لیا جاسکتا۔

### مَابَيْنَ قَبْرِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةُ الْحَدِيثِ

حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

مابين بيتي ومنبري روضة من | میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے

مریاض الجنۃ۔

چمنوں میں سے ایک چمن ہے۔

پہنچا بہت صحیح و ثابت حدیث ہے۔ لیکن بعضوں نے سے بالحنی روایت کر دیا ہے

کہ ما بین قبری و مدبری الخ (میری قبر اور میرے منبر کے درمیان)۔ حالانکہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ زندہ موجود تھے اور قبر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اسی لئے

جب صحابہ میں آپ کی جائے دفن کے بارے میں اختلاف ہوا تو کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا، ورنہ اگر یہ حدیث لفظ "قبری" کے ساتھ ان کے سامنے ہوتی تو نفس

شرعی کا کام دیتی اور کوئی جھگڑا پیدا نہ ہوتا۔ آپ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دفن کئے گئے۔ پھر جب ولید بن عبدالملک کی خلافت اور مدینہ پر عمر بن عبدالعزیزؓ کی امارت کا زمانہ

ہل مسجد نبوی میں توسیع کی گئی تو انوارِ مطہرات کے حجرے جو مشرق میں قبلہ کی طرف تھے خرید کر اس میں ملا دئے گئے، حضرت عائشہؓ کا حجرہ بھی اسی وقت سے مسجد میں

داخل ہو گیا اور بیرونی دیوار ترچھی بنا دی گئی، کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ: لا تجسروا علی القبور ولا تصلوا الیہا۔ | نہ قبروں پر سچو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

کیونکہ اس سے خود قبر کے لئے سجدہ معلوم ہوتا ہے اگرچہ مصطلی اپنے خدا ہی کیلئے پڑھ رہے ہے۔  
**قبروں کو مسجد بنانا!**

اسی طرح قبروں کو مسجد قرار دینے یعنی قصد ان کے قریب جا کر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، اگرچہ مصطلی خدا ہی کے لئے نماز کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ پس جو لوگ انبیاء و

سالمین کی قبروں پر جاتے ہیں تاکہ وہاں نماز پڑھیں یا دعا کریں تو وہ بعینہ اس حرام کے مرتکب ہوتے ہیں جس کی راہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے بند کر دی ہیں، ان

مشرک و کافر و منافق کے حق میں دعا کے لئے جانا درست ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔  
**درود و سلام پہنچانا**

سفیان ثوریؒ کی حدیث عبداللہ بن مسعودؓ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



تھا کہ ایسے فرشتے بھی ہیں جو زمین میں گشت کرتے پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دریا کا سلام آپ کو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ یہ حدیث شریفہ

میں ہے کہ فرمایا:

ہر جمعہ کے دن فجر پر درود زیادہ پڑھا کرو گیو کئی دن پہنچے اور کئی دن گزرے گا اور میرے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جو جمعہ پڑھنا زیادہ درود بھیجتا ہے اتنا ہی زیادہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے۔

ان الله ملائكة سياحين في الارض يبلغونني عن امتي السلام۔

(رواه النسائي وابو حاتم في صحيحهما)

اکثروا علی من الصلوة فی کل یوم جمعة فان صلوة امتی تعرض علی یومئذ فمن کان اکثرهم علی صلوة کان اقربهم علی منزلة۔

### قبر النبی کو زیارت گاہ بنانا

مسند احمد میں ہے کہ فرمایا:

میرے قبر کو زیارت گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبر بناؤ، جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

لا تتخذوا قبوری عیدا ولا تجعلوا بیوتکم قبورا وصلوا علی حیث ما کنتم ذات صلاتکم تبلغنی۔

### دور و نزدیک کا سلام اور درود

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ابو بکر ابن ابی شیبہ کی حدیث بنا جو ہریرہ میں ہے کہ فرمایا:

جو میری قبر کے پاس درود پڑھیں گے اسے سن لوں گا اور جو کہیں دور پڑھیں گے وہ مجھے پہنچ جائے گا۔

من صلی علی عند قبوری سمعته و من صلی علی نائیا بلغته۔

مسند ابی یعلیٰ مروی میں حسن بن علی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر اور میں مائے پڑھو اور انھیں قبرستان اور میرے گھر کو زیارت گاہ مت بناؤ بلکہ جہاں کہیں نبی

مسند ابی یعلیٰ مروی میں حسن بن علی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تتخذوا بیوتکم قبورا ولا تتخذوا قبورا عیدا ولا تتخذوا بیوتی عیدا اصلوا علوت

وسلموا فان صلواتکم وسلامکم مبلغنی - | ہو مجھ پر درود و سلام بھیجو تمہارا درود و سلام مجھ پہنچ جائیگا۔

سُئِنَ سَعِيدِ بْنِ مَنْصُورٍ فِيهِمْ هُوَ كَهَامِ حَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْ يُوْتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ  
نَے ایک شخص کو بار بار قبرِ طہر پر آتے جاتے دیکھا تو اُس سے کہا:

يا هذا! ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
قال: لا تتخذوا قبوري عيدا وصلوا  
عليّ حيث ما كنتم فان صلواتكم تبلغني  
فما انت ورجل بالاندلس منذ الاسواء  
اے شخص! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری  
قبر کو زیارت گاہ مت بناؤ (بلکہ) جہاں بھی ہو مجھ پر درود  
پڑھو، مجھے پہنچ جائیگا، اس معاملہ میں تو اور وہ جو اپنا  
میں ہے دونوں برابر ہیں۔

بالکل یہی بات امام زین العابدین سے بھی مروی ہے (مختار الحفاظ المقدسی)  
قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا:

اذا دخلت فسلم على النبي صلى الله  
عليه وسلم فان رسول الله صلى الله عليه  
وسلم قال: لا تتخذوا بيتي عيدا و  
لا تتخذوا بيوتكم قبورا وصلوا عليّ  
حيث كنتم فان صلواتكم تبلغني  
جب تو داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام  
بھیج، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:  
میرے گھر کو زیارت گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں  
کو قبرستان بناؤ، جہاں کہیں ہو مجھ پر درود  
بھیجو، کیونکہ جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ  
کو پہنچ جائے گا۔

### امام مالک اور مراد دعا و شفاعت

امام مالک والی حکایت کو جو پیش اور بھی کمزور کر دیتی ہے یہ کہ (بقول اوی)  
انہوں نے کہا:

ولم تصرف وجهك وهو وسيلتك  
وسيلة ابيك ادم يوم القيامة -  
آپے رسول اللہ سے کیوں وگردانی کرو جبکہ آپ  
تمہارا اور تمہارے باپ آدم کا قیامت میں سید ہیں۔  
اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قیامت میں لوگ آپ کی شفاعت کو وسیلہ

بنائیں گے۔ اور یہ درست ہے جیسا کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے، یعنی قیامت میں لوگ آپ کی شفاعت و دعا کو اسی طرح وسیلہ بنائیں گے جس طرح زندگی میں صحابہؓ کیا کرتے تھے۔ یعنی آپ سے دعا و شفاعت کی درخواست کریں گے۔ لیکن اگر اس سے کوئی یہ معنی لے کہ دنیا میں آپ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر آپ سے دعا و شفاعت کی التجا کی جائے تو نظر اہر ہے۔ اس کا نہ نبی علی اللہ علیہ وسلم نے امت کو حکم دیا نہ کسی صحابی اور تابعی نے ایسا کیا اور نہ کسی امام نے اسے اچھا بتایا ہے۔ پھر اس طرح کی بات امام مالک کی طرف منسوب کرنے کا کیا موقع ہو سکتا ہے جسے کوئی ایسا جاہل ہی کہہ سکتا ہے جو شرعی دلائل اور قطعی احکام سے بالکل بے خبر ہے، نہ کہ مالک جیسا جلیل القدر عالم متبحر، مشہور سنت و دشمن بدعت امام! اس طرح کی بات کہنے والا اور اس کا حکم دینے والا بدعتی ہی ہو سکتا ہے، امام مالک برگز نہیں ہو سکتے!

اگر اس حکایت کے خلاف امام مالک سے کوئی قول موجود بھی نہ ہوتا جب بھی یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ انہوں نے ایسا نہ کہا ہو گا کیونکہ یہ ان کی شان کے سراسر خلاف ہے! پھر حکایت میں ہے کہ امام مالک نے کہا: استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ (اس کی قبر مبارک کی طرف منہ کرو اور انہیں شفع بناؤ پس اللہ آپ کو تمہارا شفیع بنا دے گا) لغت میں استشفع کے معنی ہیں، شفاعت طلب کرنا، یعنی آپ کے شفاعت کی درخواست کرو جیسا کہ زندگی میں صحابہ کرتے تھے اور قیامت میں مخلوق کریگی۔

### خدا کو مخلوق کے سامنے سفارشی لانے کی تردید

اسی سلسلہ کی سنن میں ایک حدیث ہے کہ ایک بڑے نے آکر عرض کیا: رسول اللہ! بانذار بلکان ہو گئے، اہل دعویٰ پر فافہ ٹوٹا، مال و متاع غارت ہوا، آپ خدا سے دعا کیجئے، ہم اللہ کی سفارش آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور آپ کی سفارش اللہ کے سامنے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ سبحان اللہ شروع کیا، یہاں تک

کہ خوف سے صحابہ کے چہرے شفق ہو گئے: پھر آپ نے فرمایا:

وَيَحْكُ أَنْدَرِي مَا تَقُولُ بِشَانِ اللَّهِ عَنَّمِ  
 مَنْ ذَلَّتْ أَنَّهُ لَا يَسْتَشْفَعُ بِهِ عَلَى أَحَدٍ  
 مِنْ خَلْقِهِ  
 جو کچھ تو کہہ رہا ہے اُسے سمجھتا بھی ہے؛ خدا کی شان  
 اس سے کہیں برتر ہے، وہ کسی مخلوق کے سامنے بھی  
 سفارشی نہیں بنایا جاسکتا۔

پس حدیث میں مخلوق کے سامنے اللہ کی سفارش لانے کے خیال کو برا بتایا گیا ہے  
 کیونکہ اللہ کے نام پر مخلوق سے سوال ہو سکتا ہے اور معاواذ اللہ خدا کسی مخلوق کے سامنے  
 سفارشی نہیں بن سکتا۔ اسی لئے بدو کے قول نسبت شفع بدت علی اللہ (ہم تیری شفاعت اللہ  
 کے سامنے پیش کرتے ہیں) پر اعتراض نہیں کیا، کیونکہ آپ شافع و شفع ہیں صلی اللہ  
 علیہ وسلم تسلیما کثیرا۔

اور اسی لئے حکایت کے آخر میں کہا:

وَكُلُّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ  
 الٰہیہ۔  
 جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر تیرے پاس  
 آتے انہیں

### غلط مفہوم حکایت

پس اگر وفات کے بعد بھی آپ سے شفاعت و استغفار طلب کرنا مشروع ہو اور  
 آپ سے منظور کر لیں تو مطلب یہ ہو گا کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں اور آپ کا استغفار  
 آپ کی دعا و شفاعت ہے کہ خدا انہیں بخش دے۔ پس اگر استشفاع کے معنی طلب شفاعت  
 ہیں تو جملہ یوں ہو گا: استشفع به فيشفعه الله فيك "تہ یوں فيشفعك الله فيہ"  
 یہ بات بالکل واضح اور قواعد لغت اور نبی صلعم صحابہ اور جملہ علماء کے کلام میں معروفا ہے۔  
 قبر شریف کے پاس جا کر دعا طلب کرنا

پھر یہ کہ وفات کے بعد اور قبر شریف کے پاس آپ سے شفاعت و دعا و استغفار  
 کی درخواست کسی امام کے نزدیک بھی مشروع نہیں۔ ائمہ اربعہ اور ان کے قدیم صحابہ

اس کا کہیں ذکر نہیں کیا البتہ بعض متاخرین نے اس طرح کی بات کہی ہے اور ایک حکایت بھی بیان کی ہے کہ ایک بڈو قبر ہوئی پر حاضر ہوا اور آیت وَكَلَّمَ اللَّهُ نَارًا إِذْ ظَلَمُوا النَّاسَ ثُمَّ الخ پڑھی پھر اُس نے خواب میں دیکھا کہ خدا نے اُسے بخش دیا۔

لیکن مجتہدین اصحابِ مذاہب میں سے کسی ایک نے بھی اس طرح کی کوئی چیز بیان نہیں کی اور یہ لوگ بھی تو کچھ بیان کرتے ہیں، بلا کسی شرعی دلیل کے بنے جس کا کوئی وزن نہیں۔ اور ظاہر ہے قبر کے پاس آپ سے دُعا و شفاعت و استغفار کی التجا اگر جائز ہوتی تو صحابہؓ اور تابعینؒ اسے سب سے پہلے جانتے اور اس پر سب سے پہلے کاربند ہوتے۔ نیز ائمہ اسلام سے نقل و روایت کرتے۔

### سلف صالح کا روپیہ

امام مالکؒ نے کیا ہی خوب فرمایا: لا یصلح آخر هذه الامة الا بما صلح اولها۔ اس اُمت کا آخر بھی اسی سے درست ہوگا جس سے اس کا اول درست ہوا ہے اور کہا "اس اُمت کے اوائل سے مجھے یہ بات نہیں پہنچی" پس ایسا امام جس کا یہ قول ہے کیا ایسا دین ایجاد کریگا جو سلف میں سے کسی سے بھی منقول نہیں اور اُمت کو حکم دے گا کہ انبیاء و صحابین سے اُن کی قبروں کے پاس دُعا و شفاعت و استغفار طلب کریں۔ ایک ایسی بات جو سلف صالح میں سے کسی نے بھی نہیں کی اور نہ کہی۔

### تغییر حکایت بروئے لغت

حکایت میں لفظ شفاعت اس طرح آیا ہے جس طرح بہت سے عوام بولتے اور اُس سے وسیلہ کے معنی مراد لیتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں ہم تیرے سامنے فلاں فلاں کی شفاعت پیش کرتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ وسیلہ لاتے ہیں۔ اسی طرح جب دُعا میں کسی نبی یا ولی کا وسیلہ چاہتے ہیں تو کہتے ہیں فلاں کی شفاعت حاصل ہوئی۔ نام اس سے کہ اُس بزرگ نے اُن کے حق میں دُعا و شفاعت کی ہو یا نہ کی ہو، بلکہ کبھی

تو یہ ہوتا ہے کہ جس سے شفاعت چاہتے ہیں اوہ غیر حاضر ہوتا ہے نہ ان کی بات سنتا ہے نہ شفاعت کرتا ہے۔

استشفاع (طلب شفاعت) کا اس معنی میں استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور علمائے اُمت کی بولی بلکہ لغت عرب کے بھی سراسر خلاف ہے، کیونکہ استشفاع کے معنی ہیں شفاعت طلب کرنا۔ شافع، سائل کی شفاعت کرتا اور اُس کے حق میں مسؤل سے مانگتا ہے۔ لیکن جس نے نہ شفاعت کی نہ سائل کی مراد مانگی بلکہ شاید اُس کو سوال سے اکتفا بھی نہیں ہوا تو اُس سے شفاعت چاہنا اور استشفاع کا لفظ اس موقع پر استعمال کرنا نہ لختہ درست ہے اور نہ کسی ایسے شخص کے کلام میں آسکتا ہے جو سمجھ کی بات کرتا ہے۔

یہ استشفاع نہیں بلکہ اُس بزرگ کے وسیلہ سے سوال ہے۔ لیکن چونکہ ان لوگوں نے شریعت کی طرح لغت میں بھی تحریف کر دی ہے اس لئے اس طرح کے سوال و دعاء کو استشفاع کا نام دے دیا اور کہنا شروع کر دیا: استشفع بہ فیثنونات یعنی تیری دعا پوری کریگا۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حکایت کسی ایسے کو دن نے گھڑی ہے جو شریعت و لغت دونوں سے بالکل کورا ہے، ورنہ کہاں امام مالکؒ اور ان کی فصاحت اور کہاں یہ حکایت اور اس کے غلط الفاظ؟

ممکن ہے اس حکایت کی مبنیاً صحیح ہو امام مالکؒ نے زلیفہ کو مسجد نبوی میں چلانے سے منع کیا ہو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا کرتے تھے اور حکمِ اِلهی کے بموجب رسول اللہؐ کی تعظیم و توقیر کی نصیحت کی ہو وغیرہ باتیں ہو امام مالکؒ کے شایانِ شان ہیں، لیکن اس سے ان کا وہ مقصود ہرگز نہیں ہو سکتا جو اس حکایت سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

# فصل ۲۰

## مکھدین و زنا وقتہ کی مصنوعی تخریب

### فہم شریعت اور غلطی کی بڑی وجہ

اس طرح کی غلطی ہر اس شخص سے ہو سکتی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان اور طریق خطاب سے ناواقف ہے۔ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ لوگ کسی خاص گروہ کی اصطلاح اور اسلوب بیان کے غامض ہو جاتے ہیں پھر وہی الفاظ اللہ، رسول، صحابہ کے کلام میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ اللہ، رسول اور صحابہ کی بھی مراد ان سے ہی ہے جو اصطلاح والوں کی ہے۔ حالانکہ کبھی ایسا نہیں ہوتا اور اللہ، رسول اور صحابہ کی مراد بالکل دوسری ہوتی ہے۔

### الفاظ اور ان کے نئے ساختہ معانی

چنانچہ یہ صورت حال اس وقت بھی موجود ہے اور اہل کلام و فقہ و نحو اور عوام کی بڑی جماعتیں اس غلطی میں پڑی ہوئی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو انبیاء اور ان کے متبعین کے الفاظ کو قصداً ایسے معانی پہنچا دیتے ہیں جو ان کے اصلی معنی کے مخالف ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ یہ الفاظ بولتے ہیں اور اپنے نئے ساختہ معانی مراد لیتے اور بڑے شد و مد سے کہتے ہیں کہ ہم انبیاء کے مخالف نہیں بلکہ ان کے پیرو اور ان کی لائق ہوتی ہدایت کے قابل ہیں۔

### محدث، مخلوق، مصنوع

یہ نیز بہت سے مدعی متفلسفہ اسماعیلیہ اور ان کے انشال و اشباہ ملحد منکر و متدرفہ کے کلام میں کثرتاً موجود ہے۔ مثلاً بعضوں نے محدث و مخلوق و مصنوع کا اس کے پر

اطلاق شروع کرو یا ہے جو معلول ہو، اگرچہ یہ معلول قدیم و ازلی ہی کیوں نہ ہو اور اُسے  
"حدوث ذاتی" کا نام دیتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں ہم بھی قائل ہیں کہ عالمِ مُحدث ہے، حالانکہ اس سے اُن کی مراد،  
اپنے من مانے معانی ہوتے ہیں جو تمام قوموں کی بول چال کے بالکل خلاف ہیں، کیونکہ  
محدث سے سب ہی سمجھتے ہیں کہ ایسی چیز جو معدوم تھی اور وجود میں آئی۔

### عقولِ قوائے نفسیہ

اسی طرح وہ لفظ "ملائکہ، جن، شیاطین" کا اطلاق عقولِ قوائے نفسیہ پر کرتے  
اور کہتے ہیں کہ انبیاء کی وحی پر جس طرح تمام امت ایمان رکھتی ہے، ہم بھی رکھتے ہیں اور  
ملائکہ و جن و شیاطین کا وجود تسلیم کرتے ہیں حالانکہ جو شخص انبیاء کی مراد اور اُن کی  
اصطلاحوں سے واقف ہے خود جانتا ہے کہ دونوں میں کوئی مناسبت نہیں۔

### عقلِ اول اور عقلِ فعال

اسی طرح عقلِ اول سے وہ خاص معنی مراد لیتے ہیں۔ اُن کے زعم میں عقلِ اول  
ازل سے اب تک رب العالمین کے ساتھ ہے، رب العالمین کے سوا جملہ کائنات کی موجد یا  
کم از کم اُس کے وجود کا ذریعہ ہے۔ عقلِ فعال اُن کے ہاں وہ ہے جس سے فلکِ ثمر  
کے نیچے جملہ امور و اشیا، کا صدور ہوتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کی تعلیم جاننے والا جانتا ہے  
کہ اُن کے اُن ذاتِ باری کے سوا کوئی ایسی چیز مافی نہیں جاتی جو جملہ کائنات کی یا  
فلکِ ثمر کے نیچے جملہ موجودات کی پروردگار، یا قریم، ازلی، ابدی ہے، ہمیشہ سے ہے  
اور ہمیشہ رہیگی۔ نیز جانتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ حدیث و آیت کی جاتی ہو کہ  
اول ما خلق الله العقل الخ باطل ہے۔ اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہوتی تو خود اُن  
محدوں ہی پر تجت ہوتی، کیونکہ پوری حدیث یوں بیان کی جاتی ہے:

اول (بنصبہ علی لظرفیۃ) ما خلق الله | جب خدا نے عقل پیدا کی تو شروع میں اُس سے کہا



العقل، فقال له اقبل فاقبل ثم قال :   
 اور فادبر، فقال وعزني ما خلقت خلقا   
 اكره علي منك، ثبت اخذوا بك اعلى   
 و بك الثواب و بك العقاب -   
 انما خلق الله العقل   
 انما خلق الله العقل

ایک اور روایت میں ہے :   
 پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو مطلب یہ ہوتا کہ خدا نے جب عقل پیدا کی تو سب سے پہلے اُسے فرمایا، اور یہ کہ اس سے پہلے اور کچھ بھی خلق کر چکا تھا، اور یہ کہ اُس کو ذریعہ یہ چار باتیں واقع ہوتی ہیں نہ جملہ مصنوعات، جیسا کہ ان لوگوں کا زعم باطل ہے۔   
 عقل مسلمانوں کی زبان میں ایک مصدر ہے : عَقَلَ يَعْقِلُ عَقْلًا اور اس سے مراد وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے تمیز اور علوم و اعمال حاصل ہوتے ہیں۔ لغت میں کبھی بھی اُس سے ایسا جوہر مراد نہیں لیا گیا جو قائم بنفسہ ہو۔

ہم دوسرے مقامات میں عقل صریح سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں غلط ہے، اور یہ کہ مہجرات و مفارقات کی جنس سے جو کچھ اُن کی بگواس ہے اس سے اُن کا مقصود اثباتِ نفس ہے، جسے موت کا ہاتھ جسم سے جدا کر دیتا ہے، نیز اُن علوم و معقولیات کا اثبات ہے جو نفس سے قائم ہیں۔ یہ سے وہ زیادہ سے زیادہ عقل جسے وہ اس باب میں ثابت کرتے ہیں۔

### کلام اللہ اور کلام الرسول کا غلط مفہوم

یہاں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ : کلام اللہ اور کلام رسول اللہ کو یہ لوگ اور اُن کے ہم مشرب بولتے تو ہیں مگر وہ مطلب نہیں لیتے جو اللہ اور رسول کا ہے بلکہ خاص اپنے من گھڑت معنی مراد لیتے ہیں مثلاً مصنف الکتاب المصنون بہا، اور اُس کے ہم مشربوں سے جو پہلی روایت میں لفظ "اول" کے منصوب علی الظرفیۃ ہونے کی دلیل ہے۔ (مترجم)

نے لوح محفوظ کو نفسِ ملکیہ قرار دیا ہے، قلم کو عقلِ لہول، ملکوت و جبروت و ملک کو نفس و عقل بتایا ہے، شفاعت کو کہا ہے کہ وہ ایک شینس ہے جو طالبِ شفاعت پر شفیح کی طرف سے جاری ہوتا ہے مگر یہ خود شفیح کو بسا اوقات اس کا پتہ نہیں چلتا وغیرہ خرافات جن میں ابن سینا کی تقلید ہے جیسا کہ کسی اور جگہ مفصل بیان ہو چکا۔

### لفظِ قدیم کی مثال

مقصود یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے کسی کسی غلطیاں کر جاتے ہیں۔ چنانچہ لفظِ قدیم ہی کو دیکھو جس کے معنی رسول کی زبان میں آتے ہیں قرآن اترنا خلافِ حدیث (یعنی نیا) ہیں اگرچہ اس سے پہلے کسی اور کا بھی وجود ہو چکا جیسا کہ فرمایا:

حَتَّىٰ عَاذَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (۲۹: ۶) یہاں تک کہ کھجور کی پُرانی شاخ کی طرح ہو گیا۔ اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی زبانی کہا:

اِنَّكَ كَفِيٌّ ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ - (۹۵: ۱۳)	تم اپنی پُرانی گمراہی میں پڑے ہو۔
اَوْرَا قَرَانِيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ	کیا تم نے دیکھا کہ تم اور تمہارے پُرانے باپ دادا
اَبَاؤُكُمْ الْاَقْدَامُوْنَ - (۷۹: ۲۴)	کس چیز کی پرستش کرتے تھے!

حالانکہ اہل کلام کی اصطلاح میں یہ لفظ (قدیم) اُس چیز سے عبارت ہے جو ہمیشہ سے ہے یا جس سے پہلے اور کوئی وجود نہ تھا۔

### مثال لفظِ کلمہ

اسی طرح لفظِ کلمہ قرآن و حدیث اور تمام عربی زبان میں جملہ نامہ کو کہتے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَلِمَاتٍ حَبِيبَاتٍ اِلَىٰ لِرَحْمٰنِ اَخْفِيْتَانِ	دو کلمے ایسے ہیں جو رحمن کو پسند ہیں زبان پر بکے
عَلَىٰ اللِّسَانِ تَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحٰنِ	ہیں، میزان میں بھاری ہیں: سُبْحٰنِ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ

اللہ و محمدہ سبحان اللہ العظیمہ - سبحان اللہ العظیمہ -

اور فرمایا:

ابن اصدق کلمۃ قالہا شاعر کلمۃ زبیدہ:  
ان کل شیء ما خلا اللہ باطل  
سب زیادہ سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہو عیب کی بات  
کہ: خدا کے ماسوا سب کچھ بے اصل ہے۔

اسی طرح قرآن میں ہے:

کَبُرَتْ کَلِمَةٌ تَخْرُجُ مِنَ افْوَاهِهِمْ اِنْ  
يَخْتُلُونَ اِلَّا كَذِبًا۔  
ان کے منہ سے بڑی بات نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ  
کہتے ہیں۔

اور فرمایا:

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلَى کَلِمَةٍ  
سَوَاءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ۔ (۳: ۶۴)  
اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہم  
اور تم میں مسلم ہے۔

اور فرمایا:

وَجَعَلَ کَلِمَةً الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی، وَ  
کَلِمَةً اللّٰهُ هِیَ الْعُلٰیٰ۔ (۴: ۹)  
کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ کا بول بالا ہے۔

عربی زبان میں کلمہ و کلام صرف اسی معنی میں بولا جاتا ہے لیکن نحویوں نے یہ اصطلاح  
بنالی ہے کہ تنہا آم و فعل و حرف کو کلمہ کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس اصطلاح کا عادی  
اس دہم میں پڑ جاتا ہے کہ لغت عرب بھی یہی ہے۔

لفظ ذوی الارحام میں فریب

اسی طرح ذوی الارحام کتاب سنت میں ماں باپ دونوں کے رشتہ داروں کو  
کہتے ہیں۔ اس میں عصبہ و ذوی الفروض بھی داخل ہیں اور وہ بھی جو محبوب لارث ہیں۔  
لیکن فقہاء کی اصطلاح میں یہ لفظ صرف ان سب لوگوں کے لئے خاص ہو گیا ہے جس سے  
ناواقف دھوکا کھا جاتے ہیں کہ اللہ و رسول اور صحابہؓ کے کلام میں بھی اس لفظ کے یہی

معنی ہیں اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔  
لفظ وسیلہ و شفاعت؟

لفظ تو تسل (وسیلہ چاہنا) و استشفاع (شفاعت چاہنا) میں بھی یہی صورت ہوئی ہے کہ رسول اللہ اور صحابہؓ کی زبان میں تخریف ہو گئی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو دین و لغت کے فہم میں سخت ٹھوکر لگی ہے۔ علم کے لئے ضروری ہے کہ اُس کی نقل و روایت صحت کے ساتھ ہو اور محققانہ نظر سے اُس میں کام لیا جائے۔ اللہ رسول اسلف اور علماء سے جو کچھ نقل کیا جائے اُس کے لئے ضروری ہے کہ الفاظ کی صحت جانچی جائے اور اُن کی دلالت و مفہوم کی تحقیق میں کاوش کی جائے۔

بہر فرد بشر پر فرض

کتاب سنت متفق ہیں کہ خدا نے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر جگہ درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث صحیح میں ہمیں ترغیب دی گئی ہے کہ آپ کے لئے وسیلہ و فضیلہ طلب کریں اور دُعا کریں کہ حسب وعدہ خدا آپ کو مقام محمود میں اٹھائے۔ پس وہ وسیلہ ہے جس کا اللہ سے طلب کرنا مشروع ہے جیسا کہ آپ پر درود و سلام مشروع ہے۔ آپ کے لئے وسیلہ کی دُعا امت پر آپ کا ویسا ہی حق ہے جیسا درود و سلام ایک حق ہے۔ لیکن وہ وسیلہ جس کی جستجو کا خدا نے ہمیں حکم دیا ہے وہ اطاعت کے ذریعہ کے درگاہِ خداوندی میں تقرب ہے۔ اس وسیلہ کے ضمن میں وہ تمام احکام داخل ہو جاتے ہیں جو اللہ کی طرف سے یا اللہ کے رسول کی طرف سے ہمیں پہنچے ہیں۔ نیز اسکے حصول کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ ایمان و طاعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔ اس وسیلہ کی تلاش بہر فرد بشر پر فرض ہے۔

# پای (۲)

## مسئلہ دعا و شفاعت نبوی اور موضوعات

### فصل (۱)

#### کتاب و اسانید غیر معتبرہ

#### وسیلہ کی تیسری صورت

رہا آپ کی دعا و شفاعت کا وسیلہ جیسا کہ لوگ قیامت میں شفاعت کی درخواست کر چکے اور جیسا کہ صحابہ استسقا وغیرہ موقعوں پر آپ کی شفاعت کو وسیلہ بنا یا کرتے تھے اور جیسا کہ اندھے نے آپ کی دعا کو وسیلہ بنا یا اور خدا نے آپ کی دعا و شفاعت کی برکت سے اُس کی بیانی لوٹا دی۔ تو یہ وسیلہ کی تیسری صورت ہے اور ان امتیازات میں سے ہے جو خدا نے آپ کو بخشے ہیں کہ آپ کی بزرگی کی وجہ سے آپ کی دعا و شفاعت قبول فرمالتا ہے۔

#### عوام کے لئے دھوکا

لیکن یہاں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وسیلہ میں آپ کی دعا و شفاعت کرنا شرط ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ جن کے حق میں آپ کی دعا و شفاعت ہے اور جن کے حق میں نہیں، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے یہاں پر سخت دھوکا کھایا ہے اور سمجھ بیٹھے ہیں کہ صحابہؓ کا آپ کو وسیلہ بنانا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ خدا کو

آپ کی قسم دلانے اور آپ کی ذات کے حوالہ سے دُعا کرتے تھے۔ اس غلطی میں پُرکروم کا غلطی انہوں نے یہ کی کہ اس طرح کے غلط سمجھے ہوئے وسیلہ کو علی الاطلاق مشروع سمجھ لیا کہ ملائکہ و انبیاء بلکہ حقیقی و فرضی اولیاء و صالحین میں سے جسے چاہو اس کے جیتے جی یا وفات کے ہی وسیلہ تعمیرالو۔

### دروع باقوں کی خود ساختہ روایات

اس قسم کے وسیلہ کے بارے میں جتنی مرفوع حدیثیں بیان کی جاتی ہیں، ان میں کوئی ایک بھی حدیث کی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں، نہ صحیحین میں، نہ کتب سنن میں، نہ مستند مسانید مثل مسند امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کسی میں بھی نہیں، البتہ وہ ایسی کتابوں میں ملتی ہیں جن کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ ان میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جو ازسرا پاموضوع اور دروغ باقوں کی خود ساختہ ہیں۔

### روایت حدیث کی اقسام

حدیث کے راوی بھی کئی قسم کے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو قصداً جھوٹ بولتے ہیں۔ سو ان کی روایت کسی معتبر محدث نے نہیں کی۔ اور ایک وہ ہیں جو کبھی غلطی کر جاتے ہیں مگر جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے، سو ان کی روایتیں سنن اور مستند امام احمدؒ وغیرہ میں موجود ہیں۔

### مسند امام احمدؒ

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں کسی ایک جھوٹے سے بھی روایت نہیں لی ہے۔ اسی لئے حافظ ابوالعلاء ہمدانی اور شیخ ابوالفرج ابن جوزیؒ میں مباحثہ ہو پڑا کہ: مسند میں کوئی موضوع حدیث ہے یا نہیں؟ حافظ ابوالعلاء کہتے تھے کہ مسند میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں اور ابن جوزیؒ کہتے تھے کہ اس میں بعض ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن کے متعلق یقین سے معلوم ہو چکا ہے کہ باطل ہیں۔

## علامہ ابن جوزی کی رائے

لیکن دونوں قووں میں کوئی برا اختلاف نہیں، کیونکہ ابن جوزی کی اصطلاح میں موضوع وہ حدیث ہے جس کے بطلان پر دلیل قائم ہو جائے اگرچہ اس کو راوی نے قصداً غلط بیانی نہ بھی کی ہو بلکہ سہو کا شکار ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب موضوعات میں اس قسم کی بہت سی حدیثیں درج کر دی ہیں، اور علما کی ایک جماعت نے ان کی نوع شیعریہ ہونے کی بہت سی حدیثوں سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ موضوعات کے باب میں ابن جوزی کی رائے با اتفاق علماء اکثر درست ہے۔

## امام ابوالعلاء کی رائے

یہ حافظ ابوالعلاء اور ان کے ہم مشرب تو ان کی اصطلاح میں موضوع وہی حدیث ہے جسے راوی نے جان بوجھ کر گھڑا ہے اور معلوم ہے جھوٹ سلف میں کم تھا۔ چنانچہ بفضل خدا صحابہؓ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی معلوم نہیں ہوا کہ رسول اللہؐ پر جھوٹ بولا ہو۔ اسی طرح ان میں کوئی بھی بخارج، روافض، قدریہ، مرجئیہ وغیرہ مبتدع کا ہونا تھا۔

## حضرت موسیٰ والے خضر اور شیخ الاسلام

نیز صحابہؓ میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے دعویٰ کیا ہو کہ خضر سے اسے وہ رسم رکھتا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ والے خضر تو مرچے جیسا کہ ہم کسی اور جگہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ حضرت خضرؑ جو اکثر لوگوں کے پاس چھپے ٹکے تشریف لایا کرتے ہیں، دراصل شریعت ہے جو آدمی کا روپ بھرنی ہے یا وہ خود کوئی فریبی انسان ہی ہوتا ہے جو ان سادہ لوحوں کو بے وقوف بناتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ فرشتہ تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ فرشتے جھوٹ نہیں بولتے۔ جھوٹ کا پلن تو صرف جن وانس ہی میں ہے۔ میں خود ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کے پاس خضر آیا، جیسا کہ انہیں یقین تھا، لیکن وہ واقع میں جن تھا، تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ مگر صحابہؓ ایسے کچھ نہ تھے کہ اس طرح کے شعبہ میں

آجاتے۔ اسی طرح اُن میں کوئی ایسا نہ تھا بہت جن، مکہ اور عرفات تک اڑا لے گئے ہوں کہ بے تکان حج حاصل ہو جائے جیسا کہ بہت سے جاہل عابدوں پر اُن کی حیثیت ہوتی! اور نہ اُن میں ایسے بزرگ موجود تھے جن کے پاس جن دوسروں کا مال اور کھانا پُچھ لاتے ہوں اور اسے کرامت سمجھا جاتا ہو۔

### جھوٹ اور ٹھول چوک

یہی حال تابعین کا تھا، مکہ، مدینہ، شام اور بصرہ کے تابعین کے متعلق معلوم نہیں ہوا کہ قصداً جھوٹ بولے ہوں۔ برخلاف شیعہ کے جن میں جھوٹ عام ہے۔ تابعین کے بعد جو لوگ آئے اُن میں سے بعض جماعتوں میں جھوٹ پایا جاتا ہے یہی ٹھول چوک تو کم آدمی اس سے محفوظ ہیں۔ بلکہ خود صحابہ میں ایسے لوگ موجود تھے جن سے کبھی سہو ہو جاتا تھا۔ اسی لئے اُن کتب حدیث میں، جن میں صحیح احادیث کا التزام کیا گیا ہے ایسی حدیثیں موجود ہیں جن کا غلط ہونا معلوم ہے۔

### متون صحاح اور شرط روایت؟

اگرچہ صحیحین نے متن عام طور پر حق اور مسلم ہیں۔ یہ بات نہیں کہ حافظ ابو العلاء غلط حدیثیں نہ جانتے ہوں، بلکہ خود امام احمد نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ مسند میں چند ایسی حدیثیں محض اس لئے روایت کر دی ہیں کہ لوگ اُن سے خبردار ہو جائیں۔ لیکن وہ لوگ جو جان بوجھ کر جھوٹ بناتے تھے، سو امام احمد نے اُن سے کوئی حدیث نہیں لی، حتیٰ کہ اُنھوں نے ایک ایسے گروہ کی حدیثوں سے بھی اپنی مسند پاک رکھی ہے جن سے ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ اصحاب سنن روایت کرتے ہیں مثلاً مشیخہ بن کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ کہ جس سے ابو داؤد نے روایت کی ہے تو رائے نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسند احمد کی شرط روایت سنن ابو داؤد کی شرط سے بہتر ہے۔



## شریعت کا اعتماد

مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ جو احادیث اس باب سے میں روایت کی جاتی ہیں وہ سن غریب، منکر بلکہ موضوع احادیث میں سے ہیں جنہیں فضائل و مناقب کے سلسلہ میں بحث و تہنیت ہر طرح کی روایتیں جمع کرنے والوں نے روایت کیا ہے۔ اوقات و ممالک، عبادت و اخلاق، انبیاء، صحابہ... کے فضائل میں لوگوں نے ہر طرح کی حدیثیں روایت کر دی ہیں جن میں صحیح بھی ہیں، حسن بھی، ضعیف بھی اور سراسر موضوع و کذب بھی، لیکن شریعت میں صرف صحیح و حسن احادیث ہی پر اعتماد کیا جاتا ہے، ضعیف احادیث لینا روا نہیں۔

## فضائل اعمال اور وجہ تہوار

البتہ امام احمدؒ وغیرہ بعض علماء نے فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کی روایت جائز رکھی ہے بشرطیکہ ان کا جھوٹ ثابت نہ ہو گیا ہو۔ اور یہ اس بنا پر کہ جب کوئی عمل دلیل شرعی سے ثابت ہو جائے کہ مشروع ہے اور اس کی فضیلت میں ضعیف حدیث روایت کی گئی ہے (بشرطیکہ جھوٹی نہ ہو) تو خیال ہوتا ہے کہ بیان کر وہ ثواب درست ہوگا، لیکن کسی امام نے بھی یہ نہیں کہا کہ ضعیف حدیث سے کوئی عمل بھی واجب یا مستحب قرار دیا جاسکتا ہے۔ جو کوئی یہ کہتا ہے مخالف اجماع ہے۔

اسی طرح کوئی چیز بغیر دلیل شرعی کے حرام نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ لیکن اگر حرمت ثابت ہو گئی پھر اس کی وعید میں کوئی حدیث روایت کی گئی تو اس کی روایت جائز ہے، بشرطیکہ اس کا کذب ثابت نہ ہوا ہو۔ بنا بریں ترغیب و ترہیب میں غیر موضوع احادیث کی روایت جائز ہے مگر شرط یہی ہے کہ دوسرے قوی دلائل سے معلوم ہو گیا ہو کہ خدا کی طرف سے اس فعل کی ترغیب یا ترہیب ہوئی ہے، ورنہ نہیں۔

## جواز و عدم جواز اسرائیلیات

اسی طرح ان اسرائیلیات کی روایت بھی جائز ہے جن کا بطلان ثابت ہوا ہو،

مگر صرف انہیں اہمال کی ترغیب یا ترہیب میں جن کے مستحق معلوم ہو چکا ہے کہ خود انہی  
 ہمارے شریعت میں ان کا حکم دیا ہے یا ان سے منع کیا ہے۔ لیکن محض اسریلیات کو  
 دلیل شرعی قرار دینا اور ان سے کسی فعل کی حلت یا حرمت ثابت کرنا جائز نہیں اس  
 طرز کی بات کوئی عالم بھی نہ کہیگا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور کسی امام نے بھی اس  
 قسم کی احادیث کو شریعت میں معتدلیہ قرار نہیں دیا۔ بنا بریں جو کوئی کہتا ہے کہ امام  
 احمد ایسی ضعیف حدیث سے بونہ صحیح ہے نہ حسن، بھت لاتے ہیں، تو وہ سخت غلطی پر  
 ہے اور امام احمد کے مسلک سے بالکل نیا واقع ہے۔ امام احمد اور ان سے پہلے کے علماء  
 کی اصطلاح میں حدیث کی تقسیم ہی نہ تھی کہ ایک صحیح ہے اور ایک ضعیف، پھر ضعیف کی  
 دو قسمیں ہیں: متروک اور ضعیف حسن۔

### امام ترمذی اور تقسیم احادیث

سب سے پہلے ابو موسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب میں یہ تقسیم کی ہے کہ حدیث صحیح ہوتی ہے  
 حسن ہوتی ہے، ضعیف ہوتی ہے۔ حسن ان کی اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کے  
 طریق روایت متعدد ہوں، اس کے ادیوں میں کوئی مُتہم نہ ہو، نیز حدیث شافونہ ہو۔  
 لیکن امام احمد کے ہاں اس قسم کی حدیث کا نام ضعیف ہے اور اس سے وہ استدلال کرتے  
 ہیں۔ چنانچہ خود انہوں نے ایسی ضعیف حدیث کی مثال بھی لے دی ہے جس سے وہ  
 احتیاج کرتے ہیں اور وہ عمرو بن شعیب سے، ابو ہریرہ سے اور دیگر کی حدیثیں ہیں۔ یہ بحث  
 اپنی جگہ پر مفصل موجود ہے۔

# فصل

## حدیث عبد الملک پر جرح قدح

### ناقابل اعتماد مجموعہ حدیث

غرضکہ اس باب (یعنی مخلوق کی ذات کے وسیلہ سے عا) میں عتبی حدیثیں بھی روایت کی گئی ہیں، سب کی سب نہایت ضعیف بنے بنیاد بلکہ سراسر موضوع ہیں ائمہ اسلام میں سے کسی ایک نے بھی ان سے استدلال نہیں کیا اور نہ انھیں قابل اعتماد قرار دیا ہے مثلاً وہ حدیث جو عبد الملک بن ہارون بن عنزہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی جاتی ہے کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ میں قرآن سیکھتا ہوں مگر یاد نہیں رہتا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہو:

اللہم انی اسئلت محمد بن عبد اللہ ویا ابراہیم خلیت ویموسیٰ نجیئت وعیسیٰ روحک وکلعتک وبتوراة موسیٰ وانبجیل عیسیٰ وذبور داؤد وقرآن محمد و بکل وحی ووحیتہ و قضاء قضیتہ۔ (یعنی انوار الخرم پیغمبروں اور آسمانی صحائف کے ذریعہ دعا کی ہے)

یہ حدیث زین بن معاویہ العبیدی نے اپنی کتاب میں درج کی ہے اور ابن حجر نے اپنی جامع الاصول میں نقل کی ہے مگر دونوں میں سے کسی نے بھی اس کی اصلیت نہیں بتائی اور نہ مسلمانوں کی کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ لیکن اُسے ابن السنی اور ابو نعیم وغیرہ (جنہوں نے عمل یوم ولیلہ کے موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں) نے روایت کیا ہے۔ اس طرح کی کتابوں میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں اور تشریحات میں ان پر بھروسہ بالفاق علماء جائز نہیں۔ نیز ابو الشیح الاصفہانی نے اسے کتاب فضائل الاعمال میں روایت کیا ہے۔ مگر اس کتاب میں بھی بکثرت چھوٹی اور موضوع حدیثیں موجود ہیں۔

نیز اسے ابو موسیٰ مدنی نے زید بن الحباب عن عبد الملک بن ہارون بن عنترہ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے حالانکہ وہ متصل بھی نہیں۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں اسے محرز بن ہشام نے عبد الملک عن ابیہ عن جدہ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے کیا ہے حالانکہ یہ عبد الملک وہ عبد الملک القدری نہیں ہیں جو محدثین کے نزدیک قوی ہیں، وہ ربیعے ہیں تھے اور ان کے باپ اور دادا ثقہ ہیں۔

### مشہور دروغ گویاوی

برخلاف ان کے یہ عبد الملک بن ہارون بن عنترہ ایک مشہور دروغ گو ہے۔ بخاری بن معین اور سعدی کہتے ہیں: وہ درخالی و کذاب ہے، ابو عاصم بن حیان کہتے ہیں: اس کی حدیث نہ لی جائے، امرائی کا قول ہے: متروک ہے، بخاری کی رائے ہے: منکر الحدیث ہے، احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ضعیف ہے، ابن عدی کہتے ہیں: وہ ایسی روایتیں کرتا ہے جو میں کوئی اس کا ہم نوا نہیں، دارقطنی کی رائے ہے: وہ اور اس کا باپ دونوں ضعیف ہیں، حاکم کتاب المدخل میں کہتے ہیں: عبد الملک بن ہارون بن عنترہ الشیبانی نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں، ابن جوزی نے اسے کتاب الموضوعات میں رکھا ہے۔ حافظ ابو موسیٰ کا قول ہے: یہ حدیث منقطعہ ہے جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اگر اس کے راوی ثقہ ہوں تو بھی چونکہ اس کی سناد منقطع ہے اس لیے ناقابل التفات ہے۔

### خلافت و دلالت قرآن

عبد الملک نے اسی کے ہم معنی استقراض اہل کتاب کے بارے میں اور حدیثیں بھی روایت کی ہیں (جیسا کہ آگے بیان ہوگا) اور اس طرح عام طور پر منسٹرین اہل سیر کی نقل اور قرآن کی دلالت کے خلاف کیا ہے، اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء نے اس کے بارے میں کیوں قبح کی ہے اور اس کے قصد اور مرغ یا سو، حفظ کی وجہ سے اسے متروک قرار دیا ہے، بنا بریں وہ نہ اس حدیث میں حجرت ہے اور نہ ان احادیث میں معتبر۔

# نفس

## حدیث عبد الرحمن بن زید

### حضرت اوصم اور وعائے معافی

اسی طرح وہ حدیث بھی ہے جو عبد الرحمن بن زید بن سلم نے اپنے باپ اور دادا کے واسطے سے حضرت عمرؓ سے مروی ہے جو تو نادر روایت کی ہے کہ:

<p>سبھا آدم کے مژدایا لوگنا کہ رب اس میں تجھ کو          کہ تو کی حوالہ دیتا ہوں کہ تجھے موات کرے اس          پر تو اس کے کماؤ نے مجھ کو کیسے جان دیا، کہ اس طرح          کہ جب اس نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں          اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا اور عرض کی          اپوں پر کھا کھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس          میں سمجھ گیا کہ تو نے اپنے نام کے پہلو میں اسی نام کو مزین          دی جو تمام مخلوقات سے زیادہ شکر پارے اور اعلیٰ فرما          ہے جو آدم اور کبر محمدؐ ہوتا تو میں تجھے ہی سبھا کرنا۔</p>	<p>لنا اقتربت آدم الخطیثہ قال دیا          رب اسماک بحق محمد اما عن ربک لی          قال: وکیف عرفت محمدًا؟ قال: لانہ          لیا خاتمتی بیدات و نضحت فی من          روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم          العرش مکتوبا "لا الہ الا اللہ محمد رسول          اللہ" فعلمت انک لو تصفت الی اسیرک          الا احب الخلق الیک قال: صدقت یا          آدم ولولہ محمد ما خلقتک</p>
--	---

یہی حدیث حکم نے اپنی مستند کہیں عبد اللہ بن مسلم الغیری عن اسمعیل بن سلیمان سے روایت کر کے کہا ہے یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے اس کتاب میں عبد الرحمن سے روایت کی اور صحیح ترمذی

ابو بکر الاثری نے بھی اسے کتاب التزییہ میں عبد اللہ بن اسمعیل بن ابی مریم عن عبد الرحمن بن زید بن سلم سے نیز ایک دوسرے طریق سے مروی ہے اس طرح روایت کیا ہے: من اذرت الی تاب اللہ بها علی آدم اللہم الی اسماک بحق محمد علیک "قال اللہ تعالیٰ: وما یدری ما محمد؟ قال یارب رفعت رأسی فرأیت مکتوبا علی عرشک "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لو کر خاتمت

## حاکم پرنکتہ چینی اور عبدالرحمن کی تضعیف

حالانکہ حاکم کا یہ روایت کرنا سخت قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ خود انہوں نے کتاب المدخل میں تصریح کر دی ہے کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ کے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ عبدالرحمن بن زید بالذات متحرشین ضعیف ہے بہت غلطیاں کرتا ہے۔ احمد بن حنبلؒ، ابوزرعہؒ، ابو حاتمؒ، نسائی، دارقطنی و غیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ ابو حاتمؒ بن حبان کا قول ہے کہ حدیث کو نابالغہ مستحب مقبول کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ بکثرت مرسل حدیثیں مرفوع بنا دی ہیں اور موقوف، متصل، اسی لئے نظر سے گر گیا۔

حاکم پر اس حدیث اور ایسی ہی دوسری حدیثوں کی تصحیح کی وجہ سے ائمہ نے سخت نکتہ چینی کی ہے اور کہا ہے وہ ایسی حدیثوں کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں جو محدثین کے نزدیک جھوٹ اور موضوع ہوتی ہیں۔ اسی لئے علماء حدیث محض حاکم کی تصحیح پر کبھی اعتماد نہیں کرتے۔ یہ درست ہے کہ حاکم کی تصحیح کردہ اکثر حدیثیں صحیح ہیں، لیکن تصحیح کرنے والوں میں ان کا درجہ وہی ہے جو کسی ایسے ثقہ راوی کا ہو سکتا ہے جو روایت میں بہت غلطی کرتا ہے اگرچہ محفوظ روایتیں بھی اُس کے پاس بکثرت ہیں۔

## صحیح صحاح کے مدارج

### حاکم و دیگر محدثین

اس فن میں حاکم کی تصحیح سے کمزور کسی کی تصحیح نہیں، برخلاف حاکم ابن حبان البستی کے کہ بن کی تصحیح حاکم سے کہیں بالاتر ہے۔ اسی طرح ترمذی، دارقطنی، ابن خزیمہ، ابن مندہ وغیرہ مستحجین حدیث ہیں کہ گوان کی کسی کسی رائے میں نزاع ہے مگر وہ حاکم سے کہیں زیادہ ماہر ہیں۔

## مسلمہ و بخاری کا درجہ

پھر ان میں سے کسی کی بھی تصحیح مسلم کے برابر نہیں، اور مسلم کی تصحیح بخاری کی تصحیح  
 پہنچتی، بلکہ صحیح بخاری اس فن میں سب سے زیادہ عظیم الشان تصنیف ہے اور خود امام  
 بخاری فقہت کے ساتھ خلق اللہ میں حدیث کے سب سے بڑے ماہر اور جوہری ہیں۔ ترمذی  
 کا قول ہے کہ میں نے بخاری سے بڑھ کر حدیث کا کلمہ اٹھوٹا پرکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔  
 امام مسلم کی تقلیدیں

یہی وجہ ہے کہ بخاری کی تصحیح میں اگر کسی نے نزاع کی تو عمر یا ترمذی صحیح بخاری ہی کی  
 رائے کو دی گئی۔ بخلائت مسلم بن الحجاج (صاحب صحیح مسلم) کے کہ جن کی بعض حدیثوں  
 سے علماء نے اختلاف کیا ہے اور جو ان کے وقت ثابت ہو گیا کہ اختلاف درست تھا۔  
 مثلاً مسلم حدیث کسوف میں روایت کر گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چار  
 اور دو رکوع سے نماز پڑھی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے صرف دو ہی رکوع سے  
 نماز پڑھی تھی اور یہ کہ صلوٰۃ کسوف صرف ایک مرتبہ اپنے صحابہ کے ابراہیم کی وفات کے  
 دن پڑھی تھی۔ امام شافعی نے اسے بیان کیا ہے۔ اور یہی امام بخاری اور ابن جنبل  
 کا قول ہے (فی احادیث الروایین) جن حدیثوں میں تین اور چار رکوع کا ذکر ہے ان  
 میں یہی ہے کہ آپ نے یہ نماز ابراہیم کی وفات کے دن ادا کی تھی۔ حالانکہ ظاہر ہے اس  
 دن دو کسوف نہیں ہوئے تھے اور نہ آپ کے ابراہیم نام کے دو لڑکے تھے!

اسی طرح مسلم نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین شنبہ کے دن پیدا کی۔  
 اس حدیث میں انہیں ایسے لوگوں نے ٹوکا ہے جو حدیث کے ان سے زیادہ ماہر ہیں  
 مثلاً یحییٰ بن حمین اور امام بخاری اور انھوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ کلام نبوی نہیں۔  
 اس اختلاف میں بھی حق انہیں لوگوں کے ساتھ ہے کیونکہ ثابت سنت و اجماع سے  
 ثابت ہو چکا ہے کہ خدا نے آسمان و زمین چھ دن میں پیدا کئے اور یہ کہ سب سے آخر  
 جمعہ کے دن آدم کو پیدا کیا۔ ورنہ اگر یہ نابالغ حدیث درست تسلیم کر لی جائے

نہا تا پڑھ لیا کہ کائنات کو پیدائش سات دنوں میں ہوئی ہے۔ حالانکہ یہاں پر صحیح روایت  
سے مروی ہے کہ پیدائش کا آغاز شنبہ کو ہوا تھا۔

اسی طرح انھوں نے روایت کیا ہے کہ ابوسفیانؓ جب اسلام لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
سے خواہش کی کہ ان کی لڑکی اُم حبیبہ سے شادی کر لیں اور ان کے لڑکے معاویہؓ کو  
کاتب مقرر فرمائیں۔ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے ان کی اس میں بھی تعلیلاً کی ہے۔  
بیان صحیحین کا متن علی العموم درست ہے اور حدیث کے اسے قبول کیا اور

پس کی حجت پر اجماع کر لیا ہے۔ اس پر کئی تفصیلی حواشی موجود ہیں۔  
گناہ حضرت آدمؑ اور حواؑ صلی علیہما وسلم

حضرت آدمؑ کے بارہ میں مذکورہ بالا حدیث اور اس کی ہم جنس روایتوں کو بعض  
اصنافوں کے ساتھ بغیر اسناد کے بھی مصنفین کے ایک گروہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ فاضل  
عیاضؒ نے کہا کہ ابو ثور کی اور ابو الیثم کھرشہ کی نے بیان کیا ہے کہ: ان آدم عنہ  
معصیتہ قال: اللہم عن محمد الخضری فطیحتی (قال بروی تقبل توہمی) قال اللہ  
لہ من ابن عم بنت محمد: قال رأیت فی کل موضع من الجنة مكتوباً لا اله الا الله محمد  
رسول الله (قال بروی محمد بن یسوی) فعلت انما اكرم عنك عليث فاب عليه غزله  
گوئی محمد بن یسوی نے کیا ہے؟

اس طرح کی تصانیف پر شریعت کی بنا بنا کر نہیں اور اتفاق مسلمانوں سے  
دین میں کوئی حجت نہیں مانی جاسکتی کیونکہ یہ اسرائیلیات وغیرہ کی قبیل سے ہیں۔  
اس کی سلیقت بغیر صحیح وثابت حدیث کی شہادت کے معلوم نہیں کی جاسکتی۔ اس طرح  
کی حدیثیں اگر کتب الاحادیث اور روایات میں مذکور ہیں تو یہ بھی جو اس کتاب کے دنیا کی پیدائش  
اور تقدیر میں نے نقل کر کے ہیں وہ صحیح ثابت ہوئے تو ہی اتفاق مسلمانوں  
کے دین میں ان سے حجت لانا جائز نہ ہوتا۔ پھر ایسی حالت میں ان کا کیا وزن ہو سکتا ہے



جیکہ انہیں ایسے لوگ روایت کرتے ہیں جن کا ہذا فذہمہ اپنی کتاب میں نہ ثقافت علماء  
اسلام بلکہ ایسے اشخاص سے روایت کرتے ہیں جو مسلمانوں کے نزدیک مجروح اور  
ضعیف ہیں اور جن کی حدیث بھتت نہیں ہوتی پھر خود اوی ایسے منسرب ہیں کہ  
صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ درست حافظ نہیں رکھتے۔

اس کے علاوہ یہ حدیثیں بیان کے ہم معنی کوئی حدیث نہ تھی کسی ایسے عالم دین نے  
روایت نہیں کی جو مسلمانوں کے نزدیک ثقہ اور جس کی روایت معتبر ہے بلکہ ان  
کے اوی آن بن بھرو وغیرہ جیسے لوگ ہیں جو پیدائش والہ کی کتابوں میں روایتیں  
کرتے پھرتے ہیں۔ اگر یہ چیز اہم ہے۔ ثبات ہوتی تو اصل کتاب کے لئے شریعت ہوتی  
اور اس سے اس بنیاد پر احتجاج ہوتا کہ انہوں کی شریعت ہا سے شریعت کے پانچوں  
اختلاف علماء

اس باب سے ہیں اختلاف مشہور ہے لیکن ائمہ اور اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ وہ  
بنا سے لئے بھی شریعت ہے بشرطیکہ خاص ہمارے شریعت ہیں اس کے خلاف ہم ہرگز  
نہ ہو لیکن یہ کیونکر معلوم ہو کہ فلاں بات انہوں کے لئے شریعت تھی؟ ظاہر ہے اس  
کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث یا خود اپنی کتاب سے متواتر خبر کا ثبوت  
مذہبی ہے نہ اس طرح کی بے سرو پارہ باتیں جن سے مختلف مسلمانوں کی شریعت  
ہیں کسی کے نزدیک ہی جائز نہیں۔

روزہ اور حفظ قرآن الی حدیث

موسیٰ بن عبد الرحمن کاذب

موسیٰ بن عبد الرحمن کاذب ہے جسے موسیٰ بن عبد الرحمن القسطنطنی صاحب تفسیر

نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سن سرہ ان یوعیہ اللہ حفظ القرآن  
و حفظ اصناف العلم فلیکتب هذا  
الذبحا و فی اناء نظیف او فی صحیف  
قواریر بعسل و رعفران و ماء مطر و  
لیشربہ علی السرین و لیسم ثلاثۃ ایام  
ولیکن افطارہ علیہ و یدعو بہ فی ادبار  
صلواتہ "اللحم انی اسئلك بانک مسؤل  
لو یسئل مثل ذالک ولا یسئل و اسئلك  
بحق محمد بنیک و ابراہیم خلیک و موسیٰ  
نجیک و عیسیٰ روحک و کلک و وجہک الخ

جو چاہتا ہے خدا سے قرآن اور دوسرے علوم کے  
حفظ سے شواہد کام کرے تو اسے چاہئے کہ یہ عاصاف  
برتن یا شیشہ کے پتروں پر شہد از عفران اور برتن  
کے پانی سے لکھے اور ہزار مرتبہ پنی ہلے تین دن روزہ  
رکھے اور اسی پر افطار کرے اور اپنی نمازوں کے  
آخر میں یہ دعا کرے کہ اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا  
ہوں کیونکہ تیری مانند کسی ذات سے نہ کبھی التجا کی  
گئی ہے اور نہ کبھی کی ہلے گی میں تجھ سے محمد تیرے  
نبی "ابراہیم تیرے خلیل، موسیٰ تیرے نوری اور عیسیٰ  
تیری روح اور کلک اور وجہ کی تجھ سے التجا کرتا ہوں الخ

حالانکہ یہ موسیٰ بن عبد الرحمن ایک مشہور کذاب ہے اس کے متعلق ابو احمد بن  
عدی کی رائے ہے کہ: "منکر الحدیث ہے" ابو حاتم بن حبان کہتے ہیں کہ: "وہ جال ہے،  
اور حدیثیں گھڑتا ہے، چنانچہ اس نے تفسیر میں ایک کتاب عطاء اور ابن عباس کے  
حوالہ سے ابن جریر کے نسخہ مندرج دی ہے جس میں کلی اور متقاتل کا کلام جمع کر دیا ہے۔  
موسیٰ بن ابراہیم المروری کا متروک ہونا

اسی طرح روزہ کے متعلق موسیٰ بن ابراہیم المروری حوالی روایت ہے کہ:

حدیثنا عن وکیع عن عبیدۃ عن شقیق عن ابن مسعود رط.....  
حالانکہ اس موسیٰ بن ابراہیم کے متعلق یحییٰ بن معین نے تفسیر صحیح کی ہے کہ کذاب ہے  
دارقطنی کا قول ہے کہ "متروک ہے" ابن حبان کہتے ہیں "مغفل تھا جو کہہ دیا جاتا تھا  
کہنے لگتا تھا اسی لئے متروک ہو گیا۔"

## ضعیف تر طریقہ روایت

یہی حدیث عمر بن عبد العزیز عن مجاہد بن جبر عن ابن جریج سے اور بھی زیادہ ضعیف طریقہ سے مروی ہے۔ نیز اُسے ابو الشیخ الاصفہانی نے احمد بن اسحاق الجوهری کے طریق سے روایت کیا ہے کہ: حدثنا الحسن الجوهری حدثنا ابو الاشعث حدثنا زهير بن العلاء العتبی حدثنا يوسف بن يزيد عن الزهري و رفع الحديث قال: من سره ان يحفظ فليصم سبعة ايام وليكن افطاره في اخر هذه الایام السبعة على هؤلاء الكلمات (.....) جو حفظ سے شاذ کام ہونا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ سات دن روزہ رکھے اور ساتویں دن اس عار پر اُفطار

(کرے)

## فصل

### اسانید جامعین حدیث

#### ذمہ داری بر گردن راوی

یہ اسانید بالکل تاریک ہیں اور ان سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اسے ابو موسیٰ مدنی نے اپنی امالی میں اور عبد اللہ المتحدی نے اپنے ہم مشربوں کی عادت کے مطابق روایت کر دیا ہے جو فضائل میں متناظرین کی طرح صحیح و ضعیف سب کچھ روایت کر جاتے اور ذمہ داری راوی کی گردن پر ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ ابو الشیخ الاصفہانی فضائل عمال وغیرہ کے ابواب میں بکثرت احادیث روایت کرتے ہیں کیونکہ کثرت روایت کے خوف میں جن میں ہر قسم کی حدیثیں ہوتی ہیں: صحیح بھی، حسن بھی، ضعیف بھی بلکہ موضوع اور بے بنیاد بھی۔ یہی حال خاتمہ بن سلیمان، ابو نعیم الاصفہانی، ابو اللیث السمرقندی، عبد العزیز کنانی اور ابوعی بن البنا، وغیرہ کا ہے۔

#### مقصود روایت ہے نہ کہ احتجاج

نیز یہی روش ابو بکر الخطیب، ابو الفضل بن ناصر، ابو موسیٰ المدینی، ابو قاسم بن

عسا کر اور عبد الغنی وغیرہ بعض علمائے حدیث نے بھی اختیار کی ہے کہ جو کچھ کسی نے روایت کر دیا اسے لیا اور اپنی تصانیف میں درج کر دیا۔ اس سے ان کی عرض یہ ہوتی ہے کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہے معلوم ہو جائے اور یہ حق کبھی نہیں ہوتی کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔ وہ بھی خود ہی بتاتے جاتے ہیں کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے اور کبھی بول ہی چور دیتے ہیں۔

### ائمہ حدیث کی غرض و غایت

برخلاف ان کے ائمہ حدیث کی روایت محض روایت کیلئے نہیں کرتے بلکہ اسے اپنے دین کی بنیاد بناتے ہیں مثل مالک بن انس، شعبہ بن الحجاج، یحییٰ بن سعید، القطان، عبدالرحمن بن ہمدانی، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، ذکیع بن الجراح، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی ابن المدینی، بخاری، ابو زرعہ، ابو حاتم، ابو داؤد، محمد بن نصر المروزی، ابن خزیمہ، ابن المنذر، داؤد بن علی، محمد بن جریر الطبری وغیرہ علماء جو حدیث سے احکام کا استخراج کرتے اور اس لئے مشہور ہوتے ہیں کہ خوب چھان بین کریں اور کھرا کھوٹا پرکھیں۔

### اسماء الرجال کی پڑتال

اسی طرح وہ لوگ ہیں جنہوں نے حدیث و رجال کی جانچ میں کاوشیں کی ہیں تاکہ حدیث کا حسن و قبح ظاہر کریں مثل ابوالاحمد بن عدی، ابوالحسن البستی، ابوالحسن دارقطنی، ابوبکر الاسماعیلی، (اور کبھی) ابوبکر البیہقی، ابوالسماعیل الانصاری، ابوالقاسم الزنجانی، ابو عمر بن البر، ابو محمد بن حزم وغیرہ ائمہ و علماء، (اس بحث کا موقع دوسری جگہ ہے) یہاں ہم نے ان لوگوں کا ذکر نہیں کیا جو اسناد کے ساتھ روایت نہیں کرتے مثل عمر الملا الموصلی اپنی کتاب وسیلۃ المتعبین اور شہر یار الدیلمی اپنی کتاب فردوس میں کہ جن کا درجہ مذکور بالا علماء سے کہیں کم ہے اور اکاذیب میں سے یہ جو کچھ روایت کرتے ہیں اس کا معاملہ بہت بڑا ہے۔

مقصود یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ اتفاقِ محدثین اس باب میں ایک بھی مرفوع حدیث  
 وجود نہیں کہ جس پر کسی شرعی مسئلہ کی بنیاد رکھی جاسکے۔ اور جو کچھ موجود ہے اُسے علماء حدیث  
 خوب جانتے ہیں کہ حدیث نہیں ہے بلکہ قصداً یا بلا قصد کذب و افتراء ہے۔

## فصل چار آدمیوں والی حدیث

ایک عجیب ماجرا

اس باب میں سلف سے بھی آثار مروی ہیں اور اکثر ضعیف ہیں مثلاً چار آدمیوں  
 والی حدیث جسے ابن ابی الدنیا نے کتابِ مجانی الدعایں بطریق اسمعیل بن ابان الغنوی عن  
 سفیان الثوری عن طارق بن عبد العزیز عن الشعبي روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:  
 میں نے ایک عجیب ماجرا دیکھا؛ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن الزبیرؓ مصعب بن الزبیرؓ  
 اور عبدالملک بن مروانؓ یہ چاروں صحیح کعبہ میں بیٹھے تھے۔ جب گفتگو سے فارغ ہوئے  
 تو آپس میں کہنے لگے ہم میں سے ہر شخص اٹھ کر رکنِ یمانی پکڑے اور خدا سے اپنی مراد مانگے  
 عبداللہ بن زبیرؓ کی دعاء

پھر عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا "اٹھو کیونکہ ہجرت کے بعد تم سب سے پہلے پیدا ہوئے  
 ہو۔ چنانچہ وہ رکنِ یمانی پکڑ کر کھڑے ہوئے اور دعا کی:

اللھم انک عظیم ترحی لکل عظیم	الھی تو بڑا ہے اور تجھ سے ہر بڑی چیز کی آرزو کی عاقبتی
اسالک بحرمة و جھاک و حرمة عرشک	میں تجھے تیری حرمت تیرے عرش کی حرمت اور تیرے نبی
و حرمة نبیتک الا تمیتنی من الدنیا حتی	کی حرمت کے واسطے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے دنیا سے
تولینى الحجاز و یسلم عنى بالخلافة	نہ اٹھا یہاں تک کہ مجھے حجاز کا حاکم بنا اور میں ضعیف مان جاؤں۔

مصعبؓ کی دعاء

پھر مصعب بن الزبیرؓ آگے بڑھے اور دعا شروع کی:

اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ، وَاللَّيْسُ بِكَ  
يَصِيرُ كُلُّ شَيْءٍ اَسْأَلُكَ بِقَدْرَتِكَ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ، اَلَا تَمَيِّتُفِي مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى تَوَلِّيَنِي  
العِرَاقَ وَتَزُوِّجَنِي بِسَيِّدَةِ بَنَاتِ الْحُسَيْنِ  
عَبْدِ الْمَلِكِ كِي دُعَاءِ

الطی تو ہر چیز کا پالنے والا ہے اور ہر چیز تیری طرف لوٹنے  
والی ہے میں تجھ سے تیری قدرت کا واسطہ دے کر ملتا کرتا  
ہوں کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک مجھے عراق  
کا حاکم نہ بنائے اور سکنہ بنت حسین کو میری زوجیت میں دیدے۔

پھر عبد الملک بن مروان نے دعا کی:

اللّٰهُمَّ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرْضِ  
ذَاتِ النَّبْتِ بَعْدَ الْفَقْرِ اَسْأَلُكَ بِمَا سَأَلْتَ  
بِهِ عِبَادُكَ الْمُطِيعُونَ لَامْرِكِ وَاَسْأَلُكَ  
بِحَقِّكَ عَلَى خَلْقِكَ وَبِحَقِّ الطَّائِفِينَ  
حَوْلَ عَرْشِكَ الْحَمْدُ

الطی، رسالت آسمانوں اور رب جاڑہوں نے کبھی سبز  
سے پر رونق بننے والی زمین کے میں تیرے فرمان بردار  
بندوں کو دعاؤں کے ذریعہ سے تجھ سے سوال کرنا ہوں  
اور اس حق کے حوالہ سے عا کرتا ہوں جو مخلوق پر تیرا ہے  
اور جو تیرے عرش کے گرد طواف کرنے والوں ہے اللہ

کذب راوی

یہ حدیث روایت کی گئی ہے، حالانکہ سفیان ثوری سے مروی ہے کہ اس کا راوی  
اسمعیل بن ابان کذاب ہے۔ احمد بن حنبل کا قول ہے کہ پہلے میں نے اس سے حدیث  
لکھی، پھر جب اسے موضوع حدیثیں روایت کرتے دیکھا تو چھوڑ دیا۔ یحییٰ بن سعید  
کہتے ہیں کہ اس نے یہ حدیث گھڑی کہ نسل عباس میں ساتواں آدمی (یعنی ماموں) سبز  
لباس پہنے گا۔ بخاری و مسلم و ابوزرعہ و دارقطنی نے کہا یہ متروک ہے جو زہابی اور ابو حاتم  
کہتے ہیں: کذاب ہے۔ ابن حبان کا قول ہے: ثقافت کو نام سے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔  
اسی طرح طارق بن عبد العزیز کہ جس نے سفیان کا روایت کرنا بیان کیا ہے  
ایک مجہول الحال آدمی ہے۔ کیونکہ مشہور طارق بن عبد العزیز ہے کہ جن سے ابن عجلان روایت  
کرتے ہیں اس طبقہ سے نہیں۔

## تضاد روایت

پھر اس روایت کے مخالف روایت موجود ہے چنانچہ ابو نعیم نے طبرانی سے روایت کی ہے کہ: حدثنا احمد بن زید بن الجریث حدثنا ابو حاتم السجستانی، حدثنا الاصمعي، قال حدثنا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابيه قال:

حضرت زبیر کے بیٹے مصعب اور عروہ اور عبد اللہ اور حضرت عمرؓ کے عاصم بن عبد اللہ کے بیٹے جمع ہوئے اور کہنے لگے آؤ اپنی اپنی آرزو میں بیان کریں۔ چنانچہ عبد اللہ بن زبیر نے کہا میں تو خلافت کی آرزو رکھتا ہوں۔ عروہ نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ مجھ سے علم حاصل کیا جائے مصعب نے کہا میں یہ تمنا رکھتا ہوں کہ عراق کا حاکم ہوں اور عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت حسین کو بیٹھتے اپنی زوجیت میں لاؤں عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا مجھے صرف مغفرت کی آرزو ہو راوی کتاب ہے ہر ایک نے اپنی آرزو پالی اور شاید ابن عمرؓ کی بھی مغفرت ہو گئی ہوگی۔

”اجتمع في الحجر مصعب وعروه و  
عبد الله ابنا الزبير وعبد الله بن  
عمر فقالوا اتمنوا فقال عبد الله بن الزبير  
اما انا فاتمى الخلافة وقال عروه اما  
انا فاتمى ان يؤخذ عنى العلم وقال  
مصعب اما انا فاتمى امرأة العراق  
والجمع بين عائشة بنت طلحة وسكينة  
بنت الحسين وقال عبد الله بن عمر  
اما انا فاتمى المغفرة قال فقالوا كلهم  
ما تمناو لعل ابن عمر قد عفر له۔“

یہ اسناد باتفاق محدثین پہلی اسناد سے بہتر ہے۔ لیکن اس میں مخلوقا کے ذریعہ ما نہیں

## خواب حجت نہیں

اس باب میں بعض لوگوں سے طرح طرح کی حکایتیں بھی بیان کی گئی ہیں کہ ان سے خواب میں کہا گیا کہ فلاں فلاں چیز کے واسطے سے ما کرو۔ ظاہر ہے اس طرح کے خواب باتفاق علماء دلیل نہیں ہو سکتے۔

# فصل

## تدوین کتب ادعیہ ماثورہ

### مجانف الدعاء اور قبول دعاء

اس قسم کی حکایتیں ان لوگوں نے جمع کی ہیں جنہوں نے دعاؤں پر کتابیں لکھی ہیں اور بعض سلف سے آثار بھی نقل کئے ہیں مثلاً ابن ابی الدنیا نے کتاب مجانف الدعاء میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص عبد الملک بن سعید بن ابجر کے پاس آیا اور ان کا پیٹ دیکھ کر کہنے لگا آپ کو ایک ایسی بیماری ہے جو کبھی اچھی نہ ہوگی۔ راوی کہتا ہے کہ عبد الملک فوراً مڑے اور دعا کی :

اللہ، اللہ، میرا رب اللہ میں اُس کا کسی چیز کو بھی شریک نہیں بناتا، اٹھی میں تیرے نبی محمد بنی الرحمۃ کو ذریعہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد میں تیرے ذریعہ تیرے رب اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں کہ میری بیماری میں مجھ پر رحم کرے۔	اللہ، اللہ، لا اشرک بہ شیئاً اللهم انی اتوجه الیک بنبیک محمد بنی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً یا محمد انی اتوجه بک الی ربک و ربی برحمتی حمائی
--	---

اس کے بعد اُس شخص نے پھر پیٹ دیکھا اور کہا "اچھے ہو گئے، اب کوئی بیماری نہیں۔"

### منسک المروزی والی دعاء

یہ اور ایسی ہی بعض دعائیں سلف سے روایت کی جاتی ہیں۔ نیز احمد بن حنبل سے منسک المروزی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائیں وسیلہ بنانا منقول ہے۔ ایک طرف یہ ہے اور دوسری طرف اور علماء و ائمہ نے اس کی مانعت کی ہے۔ بنا بریں یہ کہا جائیگا کہ اگر وسیلہ چاہنے والوں کی نیت رسول اللہ پر ایمان اور آپ کی محبت و موالات و اطاعت سے وسیلہ ہے تو بلا نزاع فریقین کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر مقصود آپ کی ذات سے وسیلہ ہے تو یہ محل نزاع ہے۔ اور ایسی نزاع میں شریعت کا حکم ہے کہ فیصلہ اللہ اور رسول سے نینا پائے۔



## قبولیت دعا جواز کی دلیل نہیں

کوئی دعا شریعت میں محض اس لئے جائز نہیں ہو سکتی کہ اس سے کسی کی مراد پوری ہوگی، کیونکہ بہت سے لوگ خدا کو پھوڑ کر ستاروں اور دوسری مخلوقات سے بھی دعا کرتے اور مرادیں مانگتے ہیں، بعض مندروں اور کتیسوں میں جا کر بتوں سے التجائیں کرتے ہیں، پھر ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ایسی دعائیں کرتے ہیں جن کی حرمت پر تمام مسلمان متفق ہیں۔ مگر ان کے بہت سے کام پورے ہو جاتے ہیں۔

مصالح و مفاسد میں شریعت کا فیصلہ

پس کسی چیز سے مرادیں پوری ہونا اس کے مصالح ہونے کو مستلزم نہیں، کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اس چیز میں مصلحت سے زیادہ مضرت ہو اور شریعت کے آنے کا مقصد یہی ہے کہ مصالح کو جمع و مکمل کرے اور مفاسد کو بند اور کم کرے اور نہ تمام محرمات مثلاً شرک، شراب، جوا، فواحش، ظلم و غیرہ سے کبھی انسان کو نفع ہوتا ہے اور بعض مقاصد پورے ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ ان میں مفاسد کا پلہ مصالح سے بھاری ہے اس لئے اللہ اور اس کے رسول نے ان کا سدباب کر دیا۔ اسی طرح بہت سے امور مثلاً عبادات و جہاد و نفاق فی سبیل اللہ میں کبھی مضرت بھی ہوتی ہے لیکن چونکہ ان کی مصلحت مضرت سے زیادہ ہے اس لئے شارع نے ان کا حکم دیا۔ یہ ایک ایسی اصل ہے جس کا لحاظ بہت ضروری ہے۔

## جواز کی شرعی دلیل!

کسی چیز کو بغیر ایسی دلیل شرعی کے واجب یا مستحب کہنا جواز کے وجوب یا استحباب کو مقتضی ہو، جائز نہیں۔ عبادت کی دو ہی شکلیں ہو سکتی ہیں: واجب یا مستحب۔ اور چونکہ واجب نے مستحب، تو وہ عبادت بھی نہیں۔ درگاہِ خداوندی میں دعا بھی عبادت ہے اگر اس سے مطلوب امر مباح ہو۔

## منقول از علماء و دلیل جواز نہیں

غرضکہ بعض سلف اور علماء سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے دعا کرنا جائز بتایا ہے، لیکن مردوں اور عاشریوں سے عام اس پر کہ ملائکہ ہوں یا انبیاء یا صالحین، دعا کرنا یا بدو چاہنا یا فریاد کرنا، تو یہ سلف صالح: صحابہ رض اور تابعین میں سے کسی نے بھی نہیں کیا اور مسلمانوں کو کسی امام نے اسے جائز بتایا ہے۔

# فصل (۹)

## ناپینا والی حدیث کی تحقیق

### اندھے کی درخواست اور ارشاد نبوی

یہی ناپینا والی حدیث جسے ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے، تو وسیلہ کی دوسری قسم میں داخل ہے یعنی اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے وسیلہ ہے کہ آپ کی ذات سے، کیونکہ اندھے نے آپ سے درخواست کی تھی کہ خدا سے اس کو حق میں بنیائی کے لئے دعا فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو دعا کروں اس لئے کہا، بلکہ دعا کیجئے، چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور کہے: اللہم میں سے نبی نبی الرحمة کے واسطے دعا کرتا ہوں، اے محمد! اے رسول اللہ! میں تیرے واسطے سے اپنے رب کی طرف اپنی ضرورت میں توجہ ہوتا ہوں تاکہ پوری کر دے، اے خدا، رسول اللہ کی شفاعت میرے حق میں قبول کر۔

ان شئت صبرت وان شئت دعوت  
لک . فقال بل ادعہ فامرہ ان یتوضأ  
ویصلی رکعتین ویقول : اللہم انی  
اسالک بنبیک نبی الرحمة یا محمد یا  
رسول اللہ انی اتوجہ بک الی ربی فی  
حاجتی ہذہ لیتضیہا اللہم  
فشفعہ فی .

## دُعا و شفاعت سے وسیلہ

تو یہ آپ کی دُعا و شفاعت سے وسیلہ چاہنا ہے۔ چنانچہ آپ نے اُس کے حق میں دُعا کی، اسی لئے تلقین فرمائی: شفعہ فی (میرے حق میں اُس کی شفاعت قبول کر) یعنی خدا سے التجا کی کہ اپنے رسول کی شفاعت (یعنی دُعا) اس معاملہ میں قبول کرے۔

## تذکرہ در معجزات و دلائل نبوت

یہ حدیث علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ذکر کی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا کی برکت سے طرح طرح کے خوارق ظاہر کئے، مصائب دور کئے، اور کس طرح آپ کی دُعا کی برکت سے اُس اندھے کی آنکھوں میں نور آ گیا! اس حدیث کو مصنفین حدیث مثلاً بیہقی وغیرہ نے دلائل نبوت میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ عثمان بن عمر عن شعبہ عن ابی جعفر النخعی عن عمارہ بن خزمیہ بن ثابت عن عثمان بن حنیف سے بیہقی روایت کرتے ہیں کہ ایک بنیانی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا "دُعا فرمائیے کہ خدا مجھے اچھا کر دے" آپ نے فرمایا:

اگر تو پسند کرے تو اسے ملتوی کر دے، کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر چاہے تو دعا کروں، اُس نے کہا بلکہ دعا کیجئے، اس پر آپ نے اُسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے اور رکعت نماز ادا کرے اور یہ دعا مانگے:

الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمدؐ بنی الرحمۃ کے واسطے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمدؐ میں تیرے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس ضرورت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ اسے پوری کر دے۔

ان شئت اخرت ذالك فهو خير لك  
وان شئت دعوت، قال فادعه،  
قال فامرہ ان يتوضا فيحسن الوضوء  
يصلی ركعتين ويدعو بهذا الدعاء:  
اللهم اني اسالك واتوجه اليك بنبيك  
محمد بنی الرحمۃ، يا محمد اني اتوجه بك الى  
ربي في حاجتي هذه فيقتضيري، اللهم  
شفعه في وشفعني فيه، قال فقام و

قد ابصر۔ | الھی اُس کی شفاعت میرے حق میں اور میری دُعا

اُس کے حق میں قبول کر۔ راوی کہتا ہے فوراً اُس کی آنکھیں بنیا ہو گئیں۔

### ترمذی اور علماء کا اختلاف

اسی طریق سے ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ صرف اسی صورت سے حدیث ابی جعفرؓ سے معروف ہے۔ یہ ابو جعفر ابو جعفر النخلمی نہیں "ترمذی نے یہی کہا ہے لیکن جملہ علماء اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ابو جعفر النخلمی ہیں اور یہی درست ہے۔ حدیث کے تمام الفاظ کا احاطہ

نیز ترمذی اور ان کے ساتھیوں نے اور علماء کی طرح حدیث کے تمام الفاظ کا احاطہ نہیں کیا بلکہ اُسے صرف اللهم فشفعه فی تک روایت کر کے رہ گئے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں:

حدثنا محمود بن غیلان، حدثنا عثمان بن عمر، حدثنا شعبة عن ابی جعفر عن عمارة بن خزیمہ ابن ثابت عن عثمان بن حنیف:

ان رجلا ضری البصر اقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: دع الله ان یجانی، قال: ان شئت صبرت فهو خیر لك، قال فادع۔ قال فامرہ ان یتوضأ ینحس وضوءہ ویدعو بهذا الدعاء: اللهم انی اسالک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی توهمت بک الی رب فی حاجتی صدہ لتقضى، اللهم

ایک نابینا رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ دعا کیجئے اللہ مجھے اچھا کرنے فرمایا اگر تو پسند کرے تو اسے ملتوی کر دے کیونکہ یہی تیرے حق میں بہتر ہے، اُس نے کہا بلکہ دعا کیجئے اس پر اُس نے اسے اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگنے کی تلقین کی کہ اے خدا، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمدؐ بنی الرحمتہ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمدؐ میں اپنی ضرورت میں

شفعہ فی - | تیرے واسطہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہو رہا

ہوں تاکہ پوری ہو جائے، اے خدا، اسے میرا شفیع بنا !  
 بیہقی کہتے ہیں ہم نے اسے روح بن عبادہ عن شعبہ سے باسناد صحیح  
 کتاب الدعوات میں روایت کیا ہے کہ اندھے نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہو گیا۔  
 نیز بیہقی نے تصریح کی ہے کہ اسے حماد نے سلمہ سے اور سلمہ نے ابو جعفر الخظمی  
 سے روایت کیا ہے۔

روایت امام بیہقی؟

میں (ابن تیمیہ) کہتا ہوں اسے امام احمد نے اپنی مسند میں بیہقی کے  
 قول کے مطابق روح بن عبادہ سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:  
 حدثنا روح بن عبادہ حدثنا شعبہ عن ابی جعفر المدینی، سمعت عمارة بن  
 خزیمہ بن ثابت یحدث عن عثمان بن حنیف:

ایک اندھا نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے  
 لگا اے نبی اللہ خدا سے دعا کیجئے کہ میں اچھا ہو جاؤں  
 فرمایا اگر تو چاہے تو اسے ملتوی کر دے کیوں کہ  
 اس میں تیرے لئے بہتری ہے اور اگر چاہو تو دعویٰ  
 کروں، کہا بلکہ دعا کیجئے، چنانچہ اپنے اُسے  
 وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنے اور یہ دعا کرنے  
 کا حکم دیا: اے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں  
 اور تیرے نبی محمد نبی الرحمة کے واسطہ سے تیری طرف  
 متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد میں تیرے واسطہ سے  
 اپنی اس حاجت میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

ان رجلاً ضریراً اتی النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم فقال یا نبی اللہ ادع اللہ ان  
 یعافینی قال ان شئت اخرجت ذاک  
 فهو خیر للاخرتک وان شئت  
 دعوتک - قال بل ادع اللہ لی  
 فامرہ ان يتوضأ وان یصلی رکعتین  
 وان یدعو بهذا الدعاء: اللہم  
 انی اسألك واتوجه الیک بنبیک  
 محمد نبی الرحمة یا محمد انی  
 اتوجه بک الی اللہ فی حاجتی هذه

تاکہ پوری ہو جائے، اے خدا، اُس کے بارے میں  
میری دُعا قبول کر اور میرے بارے میں اُسکی دُعا!

فَتَقَضَى لِي وَتَشْفَعَنِي فِيهِ وَتَشْفَعَهُ  
فِي "فَقَالَ فَعَلَّ الرَّجُلُ فَبِرَاءً -

امام بیہقی کی دوسری روایت

نیز بیہقی نے اسے شیب بن سعید الحنظلیؒ کی حدیث سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

عن روح بن القاسم عن ابی جعفر المدینی وهو الحنظلی عن ابی امامة سهل  
بن حنیف بن عثمان بن حنیف :

عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ میں نے رسول  
اللہ صلعم کو ایک اندھے سے فرماتے سنا جو اپنی

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه  
وسلم وجاءه رجل ضريبيشكي

آنکھوں کا گلہ لے کر حاضر ہوا تھا، اُس نے کہا  
اے رسول اللہ میرے پاس کوئی راستہ دکھانے

اليه ذهاب بصره فقال يا رسول الله  
ليس لي قائد وقد شق علي فمتال

والا نہیں اور بہت تکلیف میں ہوں۔ آپ نے  
فرمایا وضو گاہ پر جا اور وضو کر پھر دو رکعت نماز

رسول الله صلى الله عليه وسلم ائت  
الميضأة فتوضأ ثم صل ركعتين

پڑھ پھر کہ اے خدا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں  
اور تیرے نبی محمد بنی الرحمۃ کے ذریعہ تیری طرف

ثم قل اللهم اني اسألك والتوجه  
اليك بنبيك بنى الرحمة يا محمد

متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد میں تیرے ذریعہ اپنے  
رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری بنیائی

اني اتوجه بك الى ربي فيجلى عن  
بصري اللهم فشفعه في وشفعني

صاف کر دے، اے خدا اُس کی شفاعت میرے  
حق میں قبول کر اور مجھے میرا شفیع بنا۔ عثمان

في نفسي، قال عثمان بن حنیف و  
الله ما تفرقنا ولا طال الحديث بنا

بن حنیف کہتے ہیں واللہ نہ منتشر ہوئے اور نہ  
بہت بات چیت کی مگر کیا دیکھتے ہیں کہ اندھا

حتى دخل الرجل كانه لم يكن به  
ضرقط -

اس طرح چلا آ رہا ہے گویا کبھی اُس کی آنکھ  
میں کچھ حرج ہی نہ تھا۔

## اختلاف پر دو روایات

پس شبیب کی روح اور ابی جعفر المخطی سے روایت شعبہ و حماد بن سلمہ کی روایت سے اسناد و متن میں مختلف ہو گئی ہے کیونکہ اُس میں ہے کہ ابو جعفر نے عمارہ بن خزیمہ سے روایت کی ہے اور اس میں ہے کہ اُنہوں نے ابو امامہ سہل سے روایت کی ہے۔ اُس روایت میں ہے کہ اندھے نے کہا "شفعه فی وشفعی فیہ" اور اس میں ہے "شفعی فی شفعی" پھر اس اسناد کا ہشام المستوی عن ابی جعفر سے ایک اور شاہد بھی موجود ہے۔

## عثمان بن حنیف کا قصہ

اسے بہیقی نے اسی طریق سے روایت کیا ہے اور اس میں ایک قصہ بھی ہے جو اگر صحیح ہو تو ممکن ہے کہ اُس سے وہ لوگ استدلال کریں جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ سے سیدہ چاہا۔ بہیقی نے اسمعیل بن شبیب بن سعید المخطی عن شبیب بن سعید عن روح بن القاسم عن ابی جعفر المدینی عن ابی امامہ سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص اپنی غرض سے حضرت عثمان (خلیفہ) کے پاس آتا جاتا تھا مگر وہ نہ اُس کی طرف ملتفت ہوتے نہ اُس کی غرض پوری کرتے تھے۔ اتفاق سے اُس کی ملاقات عثمان بن حنیف سے ہوئی اور اُس نے شکایت کی۔ عثمان بن حنیف نے کہا وضو کر مسجد میں جا اور دو رکعت پڑھ کر کہہ "اللہم انی استلک

والتوجه الیک بنبتنا محمد بنی الرحمة یا محمد انی التوجه بک الی ربی فیقضی لی حاجتی" پھر اپنی مراد عرض کر اور روانہ ہو جا" چنانچہ شخص مذکور نے یہی کیا، اور حضرت عثمان کے ہاں پہنچا۔ فوراً دربان نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اندر لے گیا جہاں حضرت عثمان نے اُسے قالین پر اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا "کہو کیا غرض ہے؟" شخص مذکور نے اپنی غرض بیان کی جسے آپ نے پورا کر دیا۔ پھر یہ شخص رخصت

ہوا اور عثمان بن حنیف سے مل کر کہنے لگا "خدا جزائے خیر دے، اگر تم سفارش نہ کرتے تو عثمانؓ نہ میری طرف ملتفت ہوتے نہ میرا کام پورا کرتے" عثمان بن حنیفؓ نے کہا "میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اندھے سے فرماتے سنا ہے جس نے آکر اپنی آنکھوں کی شکایت کی تھی کہ "صبر کر" مگر اس نے کہا میرے پاس کوئی رہبر نہیں ہے اور سخت تکلیف میں ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا وضو کر، دو رکعت نماز پڑھ، پھر کہہ "اللھم انی اسئلك واتوجه الیک"

بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه الی ربی فیجلی لی عن بصری، اللھم فشفعه فی وشفعنی فی نفسی" آخر میں عثمان بن حنیفؓ نے کہا:

بخدا نہ ہم منتشر ہوئے نہ زیادہ باتوں میں لگے کہ کیا دیکھتے ہیں اندھا اس طرح چلا آ رہا ہے گویا آنکھوں میں کبھی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔

لیکن ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، تینوں میں سے کسی نے بھی یہ حدیث شیبہ بن سعید عن روح بن القاسم کے عجیب طریق اور اس اضافہ کے ساتھ روایت نہیں کی۔  
مستدرک کی روایت

لیکن حاکم نے اپنی مستدرک میں اسے دو طریق سے روایت کیا ہے: چنانچہ عثمان بن عمرؓ کے طریق سے ہے کہ حدیثنا شعبۃ عن ابی جعفر المدنی سمعت عمارة بن خزيمة يحدث عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ضرب اتي النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ادع الله ان يعافيني فقال: ان شئت اخوت ذلك فهو خير لك وان شئت دعوت۔ قال: فادعها فامرہ ان يتوضأ فيحسن وضوءه و يصلي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء: اللھم انی اسئلك واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجھک بک الی ربی فی حاجتی ہذہ، اللھم فشفعه فی وشفعنی فیہ"



## شبیث اور ابن وہب کی غلطی

شبیث بن سعید رضی اللہ عنہما صادق ہیں، بخاری نے ان سے روایت لی ہے۔ لیکن ابن وہب نے ان کے اور روح بن الفرخ کے ذریعہ سے منکر حدیثیں روایت کی ہیں اور خیال کیا گیا ہے کہ خود ابن وہب نے روایت میں غلطی کی ہے نہ شبیث نے۔ لیکن کبھی اس طرح کا التزام خود شبیث پر بھی لگایا جاتا ہے جب وثقات مثلاً شعبہ حماد بن سلمہ و ہشام الدستوائی سے کٹ کر اضافہ کے ساتھ حدیث روایت کرتے ہیں۔ خصوصاً اس روایت میں کہ اندھے نے کہا: فشفعه فی وشفعی فی نفسی حالانکہ دوسرے راویوں نے اسے یوں روایت کیا ہے: فشفعه فی وشفعی فیہ۔ جس کے معنی ہیں آپ کی دعا میرے حق میں قبول کر اور میری درخواست آپ کی دعا قبول کرنے کے بارے میں منظور فرما۔ اس طرح دونوں جملوں میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے ورنہ دونوں آپس میں اجنبی رہتے ہیں۔

## ابو احمد بن عدی کی شہادت

ابو احمد بن عدی اپنی کتاب "الکامل فی اسماء الرجال" (کہ جس سے بہتر اس فن میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی) میں کہتے ہیں ابن وہب نے شبیث بن الحنظلی سے منکر حدیثیں روایت کی ہیں اور انہوں نے بواسطہ یونس زہری سے خود زہری کے نسخہ سے مستقیم حدیثیں روایت کی ہیں۔ نیز علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ ہیں، یونس کے اصحاب میں سے ہیں، تجارت کے سلسلہ میں مصر آیا جایا کرتے تھے، چنانچہ اپنے ساتھ ایک صحیح کتاب بھی لائے اور کہا یہ حدیثیں اپنے بیٹے احمد بن شبیث سے لکھی ہیں۔ نیز ابن عدی نے شبیث کی دو حدیثوں پر جرح کی ہے جو انہوں نے روح بن القاسم سے روایت کی ہیں۔ اسی طرح یہ حدیث اعمیٰ بھی انہوں نے روح بن القاسم سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے اور ابن وہب نے روایت کی ہے۔

بیٹے کی روایت بہتر ہے اور ابن وہب کی حسبِ عادت خام ہے۔

### ابن وہب کو اتقان نہ تھا!

یہ حدیث طبرانی نے بھی معجم "میں اس طرح روایت کی ہے کہ: حدیثنا عبد اللہ

بن وہب عن شبيب بن سعيد المكي عن روح بن القاسم عن ابى جعفر الخطمي

المدني عن ابى امامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف ان رجلا الخ "

ابن وہب کی اس روایت سے ابن عدی کا قول اور بھی قوی ہو جاتا ہے کہ ابن وہب

حدیث کے الفاظ ضبط میں نہ لاسکے اور یوں ہی روایت کر گئے کہ اندھے ذوقی

دعا کی تھی جو عثمان بن حنیف نے بیان کی ہے۔ حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے کیونکہ

اُس نے کہا تھا "اللهم فشفعه في وشفعني فيه" یا "شفعني في نفسي"

لیکن یہ الفاظ ابن وہب نے ذکر نہیں کئے جس سے خیال ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ

روایت محض اپنے حفظ سے درج کر دی ہے جیسا کہ ابن عدی کہتے ہیں اور چونکہ اتقان

نہ تھا اس لئے غلطی کر گئے ہیں۔

### روح و شعبہ، بہتر از حماد

یہی حدیث ابو بکر بن ابی خنیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس طرح روایت کی ہے کہ

حدیثنا سلم بن ابراهيم، حدیثنا حماد بن سلمة، اخبرنا ابو جعفر الخطمي عن عمارة

بن خزيمه عن عثمان بن حنيف :

ان رجلا اذ النبي صلى الله عليه وسلم

فقال: انى صبت في بصرى فادع

الله لي، قال ذهب فتوضأ وصل

ركعتين ثم قل: اللهم انى اسألك

وا توجه اليك نبى محمد بنى البرحمه

عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک شخص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے

لگا میری بنیائی جاتی رہی ہے، آپ خدا سے

میرے حق میں دعا کریں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ

کر کے دو رکعت پڑھ اور یہ دعا کر ڈالو! میں

تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اپنے نبی محمد بنی البرحمہ

یا محمد انی استشفع بک علی ربی  
فی رد بصری اللهم فشفعنی فی  
نفسی وشفع نبیی فی رد بصری -  
وان کانت حاجة فافعل مثل ذلک  
فرد اللہ علیہ بصرہ -

کے واسطے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اسے  
محمد! میں اپنی بینائی کے لئے تیری شفاعت اپنے رب  
کے حضور میں پیش کرتا ہوں، خدا یا میری دعا میرے  
حق میں قبول فرما، اور میری بینائی کی واپسی کے لئے  
میرے نبی کی شفاعت قبول کر، اور اگر اور کوئی

ضرورت ہو تو بھی ایسا ہی کر، چنانچہ خدا نے اس کی بینائی درست کر دی۔

اس روایت میں بھی روح بن القاسم کی روایت کی طرح فشفعنی فی نفسی  
موجود ہے۔ اور اتنا اضافہ بھی ہے کہ دان کانت حاجة فافعل مثل ذلک، یا  
کہا فعل ذلک (ایسا ہی کیا) ممکن ہے اسے عثمان بن حنیف کے قول کی تائید  
میں پیش کیا جائے۔ لیکن شعبہ اور روح بن القاسم، حماد بن سلمہ سے بہتر راوی ہیں۔

## فصل دُعائے نابینا کی موزونیت

روایت بالمعنی اور کلام نبویؐ

نیز روایت کے الفاظ کا اختلاف بتا رہا ہے کہ اس طرح کی حدیثیں عموماً  
بالمعنی روایت کی جاتی ہیں۔ اور روایت کے الفاظ وان کانت حاجة فافعل  
مثل ذلک ممکن ہے عثمان کے الفاظ ہوں نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ اگر یہ  
کلام نبوی ہوتا تو ان الفاظ کے بجائے یوں ہوتا: وان کانت ذلک حاجة فعلت مثل  
ذلک اور اگر یہ اضافہ صحیح ثابت ہو جائے تو بھی اس سے کوئی حجت نہیں لائی جاسکتی۔  
بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ عثمان بن حنیف نے یہ خیال کیا کہ اسلی دعا  
کے ایک ٹکڑے سے بھی دعا کی جاسکتی ہے، کیونکہ انھوں نے پوری مشروع دعائیں

بلکہ اُس کے ایک حصہ کا ذکر کیا ہے، اور یہ کہ اس طرح کی دُعائی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات کے بعد بھی روا ہے، حالانکہ خود حدیث کے الفاظ اس خیال کی تردید کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ اندھے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعائی درخواست کی اور آپ نے اُسے دعا تلقین فرمائی جس میں یہ الفاظ بھی تھے "اللهم فشفعه فی ارضہ خدا میرے حق میں اس کی شفاعت قبول کر۔" ظاہر ہے یہ دُعائی وقت کی جاسکتی ہے جب نبی صلعم دُعائے شفاعت کر رہے ہوں نہ کسی دوسری حالت میں۔ یہ دُعائی آپ کی زندگی میں لوگوں کے لئے آپ کی دُعائے شفاعت کی مناسبت تھی اور قیامت میں اُس وقت موزوں ہوگی جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔

دُعائے وقت اندھے کی مراد؟

اسی روایت میں ہے کہ اندھے نے کہا "وشفحنی فیہ" (میری دعا میرے حق میں قبول کر) ظاہر ہے اندھے کی مراد یہ تو ہو نہیں سکتی کہ وہ آنحضرت صلعم کے حق میں آپ کی کسی غرض کے لئے شفاعت کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ آپ کے حق میں بھی دُعائے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ صلوة و سلام میں ہے۔ نیز خود آپ کے ہم سے خواہش کی ہے کہ آپ کے لئے وسیلہ طلب کریں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال اذا سمع النداء: اللہم رغب	جس نے اذان سن کر کہا: اے خدا اس عورت کو رغب
لذہ الدعوة النائمۃ والصلوة القائمة	اور صلوة قائمہ اور نائمہ و نضیہ سے اور
انت محمد الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ	اُس مقام محمود میں اُسے اٹھا جس کا تو نے اُس
مقاماً محموداً الذی وعدتہ احطت لہ	سے وعدہ کیا ہے، تو میری شفاعت قیامت کے
شفاعتی یوم القیامۃ	دن اُس کے لئے حلال ہوگی۔

مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما قال جب مؤذن کو سنو تو ویسا ہی کہو جیسا وہ کہتا ہے۔

پھر مجھ پر درود بھیجے، کیونکہ جو کچھ پر ایک درود بھیجے گا خدا اس پر دس درود بھیجے گا پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو جو جنت میں ایک درجہ ہے اور اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لئے سزاوار ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی!

يقول ثم صلوا علي فان من صلى علي صلوة صلى الله عليه عشرا، ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها درجة في الجنة لا تنبغي الا لعبد من عباد الله وارجو ان اكون انا ذلك العبد، فمن سأل الله لي الوسيلة حلت عليه شفاعتي -

اور امت کا آپ کے لئے وسیلہ طلب کرنا آپ کے حق میں دعا ہے اور یہی معنی شفاعت کے ہیں، اسی لئے ثواب عمل کی جنس سے رکھا گیا کہ جو کوئی آپ پر درود بھیجے گا خدا اس پر دس درود بھیجے گا اور جو آپ کے لئے وسیلہ (کہ جس میں آپ کی شفاعت داخل ہے) طلب کرے گا اس کے لئے آپ شفاعت فرمائیں گے۔

**شفاعت و شفاعت کا مفہوم**

چنانچہ یہی اس حدیث میں ہے کہ اندھے نے آپ سے شفاعت کی درخواست کی تو آپ نے حکم دیا کہ خدا سے میری شفاعت قبول کرنے کی دعا کرنا گویا اس میں شفاعت و شفاعت ہے اسی لئے کہا: اللهم فشفعه في وشفاعتي فيه۔ اس کی شفاعت میرے حق میں اور میری شفاعت اس کے حق میں قبول کرے اور ظاہر ہے ایسے موقع پر رسول اللہ کی دعا قبول ہو جانا اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ کی عزت کا ثبوت ہے۔ اسی لئے یہ واقعہ آپ کے معجزات اور دلائل نبوت میں شمار کیا گیا ہے۔

### مثال دعائے قیامت

یہ وہ قیامت میں آپ کی دعا کی طرح ہے، اسی لئے طالب دعا کو تلقین کی

شفعہ فی وشفعی فیہ برضلاف : وشفعی فی نفسی کے کہ جسے اس غریب طریق کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے۔ لیکن وشفعی فیہ کو درجیل القدر راویوں : عثمان بن عمر اور روح بن عبادہ نے شعبہ سے روایت کیا ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں شعبہ سے زیادہ جلیل القدر کوئی نہیں۔ نیز عثمان بن عمر عن شعبہ کی حدیث کو ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ترمذی نے بطریق محمود بن عبدان عن عثمان بن عمر عن شعبہ اور ابن ماجہ نے بطریق احمد بن ایسار عن عثمان بن عمر روایت کیا ہے۔ نیز امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روح بن عبادہ عن شعبہ روایت کیا ہے اور ظاہر ہے یہ لوگ حدیث کے زیادہ حافظ و ماہر ہیں۔

**دُعا اور شفاعت میں فرق**

پھر اگر "وشفعی فی نفسی" (میرے حق میں میری شفاعت قبول کر) کا لفظ محفوظ تسلیم کر لیا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ سائل نے یہ دعا کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ وہ خود بھی اپنا شفیع ہو۔ حالانکہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دُعا کرتے تو اور سائلوں کی طرح محض ایک سائل ہوتا، اور ظاہر ہے ایسی حالت میں دُعا کو شفاعت نہیں کہا جائیگا کیونکہ شفاعت اسی وقت ہو سکتی ہے جب دو شخص موجود ہوں اور ایک دوسرے کے حق میں دُعا کرے، برضلاف شخص واحد کے جو خود اپنے حق میں دُعا کر رہا ہے اسے دُعا کہا جائیگا، شفاعت نہیں۔

### مشکوٰۃ و مُشْتَبَہ ہونے کے وجوہ اور کلام بے معنی کی دلیل

غرضکہ اس اضافہ میں متعدد علتیں موجود ہیں: راوی نے اپنے سڑے حافظوں سے کٹ کر اسے روایت کیا ہے۔ اصحاب سنن نے اس سے اعراض کیا ہے۔ اس کے الفاظ مضطرب ہیں۔ اس کے راوی کے متعلق ثابت ہو چکا ہے کہ روح بن عبادہ سے منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ یہ وجوہ اسے مشکوٰۃ و مُشْتَبَہ کر دینے کے لائق بالکل

کافی ہیں، لہذا یہ حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ صحابی کی روایت کا اعتبار ہے نہ اُس کے  
 فہم کا، اگر اُس کی روایت کے الفاظ اُس کے سمجھے ہوئے معنی کے خلاف مطلب پر کرنے  
 ہوں، جیسا کہ یہاں صورت حال ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 وفات کے بعد کوئی دعا میں کہے: اللہم فشفعہ فی وشفعہ فی فید "تو چونکہ آپ  
 اُس کے لئے دعا نہیں کر رہے، اس لئے یہ کلام بے معنی ہوگا۔ پھر عثمان بن صفیہؓ  
 نے اُس شخص کو نبی صلعم سے شفاعت طلب کرنے کا مشورہ نہیں دیا، یہ تلقین کی کہ  
 "شفعہ فی" نہ پوری ماثور دعا بتائی، بلکہ صرف اُس کے ایک حصہ کی تلقین کی۔  
 چونکہ بیانِ نحضرت صلعم کی طرف سے نہ شفاعت ہے نہ شفاعت کے لگ بھگ کوئی  
 چیز، اس لئے آپ کی وفات کے بعد اس طرح کا کلام بالکل لغو ہے، یہی وجہ ہے کہ  
 عثمانؓ نے اُس کا بلکہ دعا ماثورہ کا بھی حکم نہیں دیا اور جو کچھ بتایا وہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے ماثور نہیں ہے۔

## فصل

### سُنَّتِ کَادِرَجہ اور تعامل صحابہؓ

#### صحابی کا فعل سنت نہیں

ظاہر ہے اس طرح کی کوئی چیز بھی سُنَّتِ نہیں بن سکتی اور نہ اگاد کا صحابہؓ  
 کے آثار، حسن عبادات، اباحات، ایجابات یا تحریمات میں کوئی وزن رکھتے ہیں  
 جبکہ اور صحابہ کا عمل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احکام اُس کے موافق نہیں  
 بلکہ مخالف ہوں۔ جب معاملہ ایسا ہو جیسا یہاں ہے تو صحابی کا فعل ہرگز سُنَّتِ  
 نہیں ہو سکتا کہ جس کی پیروی مسلمانوں پر واجب ہو۔ بلکہ اُس سے زیادہ سے زیادہ

جو کچھ ثابت ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں جہاد اور جہاد ہے اور یہ شریعت کا مسلم  
 اصول ہے کہ جس بابہ میں اُمت مختلف ہو جائے اُسے فیصد کے لئے اللہ اور  
 رسول کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔  
 بعض جلیل القدر صحابہ کے افعال

اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایسے حالات ہیں بعض جلیل القدر صحابہ  
 کے بھی افعال سنت نہیں بنے مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہم میں پانی آنکھوں کے اندر  
 داخل کیا کرتے اور کانوں کے لئے نیا پانی لیتے تھے۔ اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
 میں ہاتھ بازوؤں تک دھوتے اور کہتے تھے "من استطاع ان یطیل غرۃ فلیفعل"  
 (جو اپنے غرہ کو دراز کر سکے چاہئے کہ دراز کرے) نیز گردن کا مسح کرتے اور کہتے  
 "هو موضوع الغل" (اس سے گردن گناہوں کے بوجھ سے ہلکی ہوتی ہے)

ان دونوں صحابیوں کے فعل کو اگرچہ علماء کے ایک گروہ نے مستحب قرار دیا ہے  
 مگر اور سب نے اسی بنیاد پر مخالفت کی ہے کہ تمام صحابہ اس طرح وضو نہیں کرتے تھے،  
 نیز صحیحین وغیر وہیں جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس کے خلاف  
 ہے اس میں کانوں کے لئے نیا پانی لینا، ہاتھ پاؤں کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر دھونا  
 اور گردن کا مسح کرنا نہیں ہے اور آپ نے فرمایا "من استطاع ان یطیل غرۃ  
 فلیفعل" بلکہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو بعض احادیث میں درج روایت کیا گیا

ہے۔ آپ نے صرف یہ فرمایا تھا "انکر تا تون یوم القیامت غرا صحابین من  
 اتار الوضوء" (تم قیامت کے دن وضو کے نشاںوں کی وجہ سے پنج کلیان گھوڑوں  
 کی طرح آؤ گے) اور آپ کا وضو یہ تھا کہ ہاتھ اور پاؤں دھوتے تو بازو اور پنڈلی کے

لے ہم نے "نرا مجلین" کا ترجمہ پنج کلیان کیا ہے، کیونکہ "غرہ" گھوڑے کی پیشانی پر کے سفید  
 ٹیکے کو کہتے ہیں اور "نجلہ" اس کے پیروں کی سفیدی کو۔



قریب قریب ہو جاتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول: میں استطاع ان یطیل غرتہ فلیفعل (جو اپنا غرہ راز کر سکتا ہے اور راز کرے) سے بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ بازو کا دھونا اطالہ غرہ ہے اے معنی ہے کیونکہ غرہ چہرہ میں ہوتا ہے نہ پاؤں میں پاؤں کے لئے "حجلہ" کا لفظ خاص ہے۔ پھر غرہ کی درازی ناممکن ہے کیونکہ پورے چہرہ کا دھونا پہلے ہی سے ضرور ہے، سر دھویا نہیں جاسکتا اور اگر دھویا جاتا تو اس میں غرہ ہوتا ہی نہیں۔ حجلہ کا اطالہ بھی مستحب نہیں بلکہ مُستحب ہے۔ اتباع سنت اور دستور صحابہ

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا دستور تھا کہ بنی راسخوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں چلتے اور جہاں اترتے ہیں اترتے، حضرت میں اسی جگہ وضو کرنے جہاں آپ کو وضو کرتے دیکھا ہے اور بچا ہوا پانی اسی درخت پر ٹپکتے تھے جس پر آپ نے تیرا۔ ان امور کو بعض علماء نے مستحب ہمایا ہے لیکن جمہور علماء نے انہیں مستحب قرار نہیں دیا، اور نہ اکابر صحابہ مثل ابو بکر و عمر و عثمان و علی و ابن سعود و معاذ بن جبل وغیرہم (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے ان عمرہ کی طرح ان پر عمل کیا حالانکہ اگر وہ انہیں مستحب سمجھتے تو ضرور کرتے کیونکہ اتباع سنت میں بہت مستند تھے۔

### اتباع سنت کی حقیقت

اور یہ اس لئے کہ اتباع کا مطلب یہ ہے کہ وہی کیا جائے جو آپ نے کیا ہے اور اسی بنا پر کیا جائے جس بنا پر آپ نے کیا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی فعل عبادت کے طور پر کیا ہے تو ہمیں بھی وہ فعل عبادت سمجھ کر کرنا پڑتا ہے۔ اگر کسی مقام یا وقت کو کسی عبادت کے لئے خاص کیا ہے تو ہمیں بھی ویسا ہی کرنا چاہئے مثلاً کعبہ کا طواف کرنا، حجر اسود کا پھونکا، مقام ابراہیم کے پرکھنا، پرنسٹن مسجد نبوی میں سنتوں کے لئے مثلہ کے معنی میں صورت بگاڑنا۔

پاس نماز کی کوشش کرنا، صفا و مروہ پر چڑھنا اور وہاں ذکر و دعا کرنا، نیز عرفہ و  
مزدلفہ وغیرہ میں بالقصہ جانا اور وہاں مخصوص عبادتیں کرنا۔  
سنت نہیں بلکہ بدعت

لیکن آپ کا جو فعل محض اتفاقی ہے اقصاً نہیں کیا گیا مثلاً سفر کرتے کرتے  
کسی جگہ اتر پڑے اور نماز پڑھی تو ظاہر ہے یہ نماز اس لئے نہیں تھی کہ خاص اس  
جگہ نماز پڑھنا افضل ہے بلکہ یہ محض اتفاقی بات تھی، چونکہ وہاں منزل کی تھی، اس  
لئے نماز بھی پڑھ لی۔ بنا بریں اگر ہم اُس جگہ کو نماز یا منزل کی جگہ بنا لیں تو ہم اس  
چیز میں متبع سنت نہ ہونگے بلکہ یہ ان بدعتوں میں سے ایک بدعت ہوگی جن کو  
حضرت عمرؓ منع کیا کرتے تھے۔

چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سفر میں تھے، نماز  
فجر کے بعد ایک جگہ گزرے تو ساتھ کے لوگ ادھر دوڑ دوڑ کے جانے اور کہنے لگے:  
یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: اہل کتاب  
اسی طرح ہلاک ہوئے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی یادگاروں کو کیسے اور عبادت لگا  
بنا لیا، جسے نماز پڑھنا ضروری ہو پڑھ لے ورنہ آگے بڑھے۔

حکایت تقلید یہود و نصاریٰ کی وجہ

اور یہ اسی بنا پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جگہ نماز کے لئے خاص نہیں کی تھی بلکہ  
چونکہ وہاں اترے تھے اس لئے نماز پڑھ لی تھی۔ لہذا حضرت عمرؓ کی رائے ہوئی  
کہ ایسے فعل کی محض ظاہری صورت میں شرکت کرنا اور قصد و نیت سے قطع نظر  
کر لینا اتباع سنت نہیں ہے بلکہ اُس جگہ کو نماز کے لئے مخصوص کر دینا اہل کتاب  
کی بدعتوں کے مشابہ ہے، جن کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور جن کی تقلید سے  
مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔ پس اگر اس پر بھی کوئی ایسا کرے تو گویا وہ ظاہر میں اپنے

ہاتھ پاؤں سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع دکھائی دے گا، مگر اپنی ہمت و ارادہ میں جو قلب کا فعل ہے، یہود و نصاریٰ کا مقلد ہوگا۔

### شرعی اصل اور پیروی سنت

یہ ایک شرعی اصل ہے، کیونکہ سنت کی پیروی اصل کی محض ظاہری صورت کی نقل سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اسی لئے جب نماز میں جلیت الاستراحہ بہت سے علماء پر مشتبہ ہو گیا کہ آیا اپنے استحباً کیا تھا یا کسی عارضی ضرورت سے تو اس میں اختلاف ہو گیا۔ اسی قبیل سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا نبی صلعم کی نشستگاہ پر ہاتھ رکھنا اور حضرت ابن عباسؓ کا بصرہ میں اور عمرو بن حریثؓ کا کوفہ میں تعزین کرنا ہے۔ چونکہ اسے جملہ صحابہ نے نہیں کیا اور نہ نبی صلعم نے امت کے لئے مشروع کیا، اس لئے یہ نہیں کہا جاسکا کہ وہ سنت مستحبہ ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا کہ اس معاملہ میں صحابہ نے اجتہاد کیا ہے یا یہ کہ اس کے فاعل پر گرفت نہ کی جائیگی کیونکہ اس میں اجتہاد جائز ہے، نہ اس لئے کہ وہ سنت مستحبہ ہے جسے رسول اللہ نے اپنی امت کے لئے قائم کیا ہے۔

### سنت و مشروع گردانے کا حق

یہ اور اس طرح کی مثالوں میں ائمہ علم کا طریقہ یہ ہے کہ کبھی اسے مکروہ بتاتے ہیں، کبھی اس میں اجتہاد و وار کھتے ہیں اور کبھی اس پر عمل کی اجازت دیتے ہیں، بشرطیکہ اسے سنت نہ بنا لیا جائے۔ لیکن کوئی عالم دین یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ سنت ہے اور مسلمانوں کے لئے مشروع ہے، کیونکہ ایسی بات صرف اسی صورت میں کہی جاسکتی ہے جب رسول اللہ صلعم نے اسے مشروع کیا ہو۔ آپ کے سوا سنت و شریعت قرار دینے کا کسی کو حق نہیں۔ رہے خلفائے راشدین تو جو طریقے انہوں نے قائم کئے وہ خود رسول اللہ صلعم کے حکم سے تھے، اس لئے سنت ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ دین میں نہ کوئی چیز واجب ہے نہ حرام نہ مستحب نہ مکروہ، نہ مباح، اور اگر ہے تو وہ اور صرف وہ ہے رسول

خدا نے واجب یا حرام یا مستحب یا مکروہ یا مباح قرار دیا ہے۔

## تا واجب الاتباع افعال صحابہؓ

اسی طرح اباحات ہیں جیسا کہ روزہ میں ابو طلحہؓ نے اول کھانا جائز سمجھا۔ خدیفہؓ نے سحری اس وقت تک درست سمجھی جب تک روشنی خوب نہ پھیل گئی یہاں تک کہ لوگ چلا اٹھے: دن ہو گیا۔ مگر سورج نہیں دکھائی تھا۔ لیکن چونکہ اور صحابہؓ نے ایسا نہیں کیا اس لئے ان صحابیوں کا یہ فعل واجب الاتباع نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے کتاب و سنت کے سامنے پیش کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

اسی طرح کراہت و تحریم کے باب میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور ان کے صحابہؓ نے حج میں طواف کعبہ سے پہلے غنیمت لگایا مکروہ قرار دیا۔ یا بعض صحابہؓ نے حج فسخ کر کے تمتع کی نیت یا سرے سے تمتع ہی کو مکروہ بتایا۔ یا نماز قصر کیلئے مسافت کی تحدید کی اور کہا کہ اس سے کم میں قصر نہ کیا جائے یا فتویٰ دیا کہ مسافر کے نو سفر میں روزہ جائز نہیں۔ اسی قبیل سے حضرت سلمان فارسیؓ کا قول ہے کہ: لعاب نخمس ہے یا ابن عمرؓ کا کہنا کہ کتابیہ سے نکاح جائز نہیں۔ یا عطاءؓ اور معاویہؓ کا مسلمان کو کافر کا وارث ٹھہرانا یا حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا جنسی کو تیمم سے منع کرنا، یا حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کا کہنا کہ: اگر شوہر مر جائے تو مہر نہ لے لے ہر نہیں یا حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کا فتویٰ دینا کہ: حاملہ بیوہ ہو جائے تو ابعدا جلین عدت بیٹھے۔ یا ابن عمرؓ وغیرہ کا کہنا کہ محرم کے مرنے ہی اس کا اہرام ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی کرنا چاہئے جو غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے وغیرہ مسائل جن میں صحابہؓ نے باہم اختلاف کیا۔ لیکن علماء کی کسی وسیع جماعت نے بھی ان مختلف فیہ باتوں کو بعض صحابہؓ کے عمل کی بنا پر سنت قرار نہیں دیا بلکہ یہی فیصلہ کیا اور ٹھیک کیا کہ انہیں اللہ اور رسول کی طرف لوٹانا چاہئے۔ کیونکہ امت کے لئے وہی چیز شریعت

ہو سکتی ہے جسے اللہ ایس کے رسول نے مشروع کیا ہے۔  
صحابی کا فعل کب تحت ہوتا ہے؟

جو علماء کہتے ہیں کہ صحابی کا قول تحت ہے وہ بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ دوسرے صحابہ اس کے مخالف نہ ہوں اور کوئی نص اس کے خلاف موجود نہ ہو۔ صحابہ کی خاموشی بھی اس بات میں معتبر بنانی جاتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی فعل یا قول شہرت پا گیا اور صحابہ نے اس پر اعتراض کی بجائے سکوت کیا تو سمجھا جائیگا کہ انہوں نے مخالفت نہیں کی اور اسے اجماع اقراری کہا جاسکتا ہے، کیونکہ صحابہ کسی باطل فعل کو بغیر اعتراض کے چھوڑ نہیں سکتے۔ لیکن اگر وہ شہور نہیں ہوا اور اس کے خلاف کوئی قول موجود نہیں ہے تو اسے تحت قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ مخالفت ہوئی ہے تو پھر وہ بالاتفاق تحت نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ نہ معلوم ہو سکے کہ اس کی مخالفت ہوئی ہے یا موافقت تو اسے اسی حال میں معلق چھوڑ دیا جائیگا، کسی پہلو پر بھی جرم نہ کیا جائیگا۔ لیکن اگر سنت نبوی اس کے خلاف پر دلالت کرے تو بالاتفاق اس علم تحت رسول اللہ کی سنت میں ہوگی نہ اس کے قول و عمل میں۔

عثمان بن حنیف کا قول تحت نہیں

اگر یہ ستم ہے تو پھر عثمان بن حنیف وغیرہ بعض صحابہ سے اگر شہرت پائی ہو جائے کہ انہوں نے وفات کے بعد نبی مسلم کو وسیلہ بنانا بغیر اس کے کہ آپ دعا یا شفاعت کریں) مشروع و مستحب قرار دیا ہے، تو چونکہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کی یہ رائے نہ تھی بلکہ وہ اسے وفات کے بعد ناجائز سمجھنے لگے اس لئے ان کا (عثمان بن حنیف وغیرہ کا) قول مرکز تحت نہیں ہو سکتا۔

اجماع اقراری کی واضح مثالیں

اس بات میں صحابہ کا طریقہ یہ تھا کہ استسقاء کے موقع پر آپ کی زندگی میں

آپ کی دعا کو وسیلہ بناتے تھے۔ لیکن جب وفات ہو گئی تو پھر انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ حضرت عمرؓ نے باتفاق اہل علم اپنی صحیح و مشہور و ثابت دعائیں جو عام الرماذ کے ہولناک قحط میں مہاجرین و انصار کے روبرو مانگی تھی، کہا تھا:

اللهم انا کنا اذا جد بنا نتوسل  
الیک بنبتنا فتنسقینا وانا نتوسل  
الیک بعلم نبینا فاسقنا۔

اے خدا جب ہم قحط میں مبتلا ہوتے تھے تو اپنے نبیؐ کا وسیلہ تیرے سامنے پیش کرتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، (اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا کا

وسیلہ تیرے حضور لاتے ہیں ہمیں سیراب کر دے۔

اس دعا پر تمام صحابہؓ نے سکوت کیا اور باوجود شہرت کے کسی نے بھی اسکی مخالفت نہ کی۔ بنا بریں یہ دعا اجماع اقرار ہی کی ایک نہایت واضح مثال ہے

اسی قسم کی دعا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد خلافت میں استسقاء کے موقع پر مانگی تھی۔ حالانکہ اگر وفات کے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ لینا درست ہوتا تو صحابہؓ ضرور کہتے کہ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر عباس بن عبدالمطلبؓ اور یزید بن الاسود وغیرہ کو ہم کیوں وسیلہ بنائیں، حالانکہ آپؐ افضل خلق ہیں اور آپؐ کا وسیلہ خدا کی جناب میں سب سے افضل و اعظم وسیلہ ہے۔

**دعا کا وسیلہ تھا، نہ کہ ذاتِ خاص کا**

لیکن چونکہ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا اور دوسری طرف ہمیں معلوم ہے کہ زندگی میں وہ صرف آپؐ کی دعا و شفاعت کو وسیلہ بناتے اور وفات کے بعد دوسروں کی دعا و شفاعت سے وسیلہ چاہتے تھے تو ثابت ہو گیا کہ جو وسیلہ ان کے نزدیک مشروع تھا وہ دعا کا وسیلہ تھا نہ کسی کی ذاتِ خاص کا۔

**حدیثِ اعمیٰ کیوں حجت ہے**

یہی حدیثِ اعمیٰ تو وہ حضرت عمرؓ اور عام صحابہؓ کے لئے حجت ہے کیونکہ اندھے

سے یہی کہا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا و شفا عت کو وسیلہ بنائے نہ کہ آپ کی ذات کو۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی صحابی نے آپ کی شفا عت کے بجائے آپ کی ذات کو وسیلہ بنانے کے لئے کہا، پوری مشروع دُعا کے بجائے اُس کے صرف بعض حصوں کی تلقین کی، تو اس صورت میں بھی یہی کہا جائیگا کہ حضرت عمرؓ کا فعل موافق سنت نبویؐ ہے اور اُس صحابی کا فعل مخالف سنت ہے اور یہ کہ جو حدیث اُس نے روایت کی ہے خود اُسی پر حجت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

## باب ۵ خالق و مخلوق کی قسم کے کر دُعا

### فصل (۱)

#### انبیاء و صلحاء کی قسم دلانا!

#### وسیلہ کی تیسری قسم

رہ گئی تیسری قسم جسے وسیلہ کا نام دے دیا گیا ہے تو اس کی تائید میں کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لفظ بھی ایسا نقل نہیں کر سکا جو اہل علم کے لئے دلیل بن سکے جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا۔ اس تیسری قسم سے مراد وہ دُعا ہے جس میں خدا کو انبیاء و صالحین کی قسمیں دلائی جاتی ہیں یا ان کی ذات کو درمیان میں رکھ کر

سوال کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایک بات بھی بیان نہیں کی جاسکتی، نہ خود آپ کی قسم ہلانے اور آپ کی ذات کے حوالہ سے دُعا کرنے میں اور نہ کسی مخلوق کی قسم یا ذات کے حوالہ سے دُعا کے بارے میں۔

### مختلف فیہ مسئلہ

اور اگر بیان لیا جائے کہ بعض علماء نے اسے جائز بتایا ہے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ بہت سے علماء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ بنا بریں یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہوا جیسا کہ بیان ہو چکا اور اسے فقہ اور رسول کی طرف لوٹانا ضروری ہو گیا۔ ہر کوئی اپنی دلیل لائے اور دوسرے ماہر التشریح مسئلوں کی طرح اس پر بحث کرے۔

### مستوجب سزا نہیں

مسئلہ باجماع مسلمین ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے کسی کو سزا دی جائے بلکہ اس پر سزائے والا ظالم و جاہل ہے کیونکہ اُسے ناجائز کہنے والا کوئی نئی بات نہیں کہتا وہی کہتا ہے جو بہت سے علماء کہ چکے ہیں اور اس کے منکر کے پاس نبی صلعم یا صحابہ سے کوئی دلیل نہیں ہے جس کی پیروی واجب ہو خصوصاً ایسی حالت میں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کے سوا انبیاء اولیاء کسی مخلوق کی بھی قسم کھانا درست نہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

### قرآن و نبی کی قسم

تمام علماء متفق ہیں کہ خدا کے سوا کسی نبی، ولی، فرزند کسی مخلوق کی بھی نذر جائز نہیں بلکہ ایسی نذر، مشرکانہ نذر ہے جسے پورا نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی طرح قرآن اور دوسری مخلوقات کی بھی قسم جائز نہیں اور اگر کھائی جائے تو یہ قسم واقع ہوگی نہ کفارہ عاید ہوگا حتیٰ کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی جائے تو وہ بھی واقع نہ ہوگی جیسا کہ مذکور ہوا، اور مجہور علماء کے نزدیک اس میں بھی کفارہ واجب نہیں۔



مالک، شافعی، ابوحنیفہ اور احمد (فی اعدی الروایتین) کا یہی مذہب ہے پس  
اگر مخلوق کی قسم کھانا اور مخلوق کو مخلوق کی قسم دینا جائز نہیں تو اللہ جل جلالہ کے  
باب میں یہ کیسے جائز ہوگا؟

## فصل (۱۲)

### دعا بحوالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

#### اجابت دعا کا سبب

رہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بضر قسم دلائے دعا، تو اسے بھی بہت کلمے مانگنے  
منع کیا ہے۔ نبی صلعم اور خلفائے راشدین کی سنت صحیحہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اور  
یہ اس لئے کہ جو کوئی ایسا کرتا ہے قربت طاعت بھگ کر کرنا ہے نیز یقین کرتا ہے کہ اس فریضہ  
سے دعا مقبول ہو جاتی ہے، حالانکہ جو چیز اس طرح کی ہو وہ یا تو واجب ہوئی یا مستحب اور صلعم  
ہے عبادات اور یہیں واجب و مستحب وہی چیز ہو سکتی ہے جسے نبی صلعم نے اذیت کیلئے مشروع  
کیا ہے، لیکن جسے مشروع نہیں کیا وہ نہ واجب ہو سکتی ہے نہ مستحب، نہ قربت طاعت کا  
ذریعہ ہو سکتی ہے نہ اجابت دعا کا سبب۔ اس لئے موضوع پر مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔

پس جو کوئی اس کا اعتقاد رکھتا ہے یعنی مخلوق کی ذات کے حوالہ سے دعا کو مستحب یا  
واجب سمجھتا ہے وہ گمراہ ہے اور اس کی پروردگار رحمت باریعہ علیہ ہے، کیونکہ حدیث صحیحہ میں  
نبوی اور سنت خلفائے راشدین کی بوری طرح واضح ہو چکا ہے کہ یہ چیز ان کے نزدیک مشروع نہ تھی۔

#### اجابت کے منافی سوال

یہی وہی واضح ہو چکا کہ خدا سے اس قسم کا سوال ایک ایسا سوال ہے جو کسی  
ایسے سبب پر مبنی نہیں جو اجابت دعا سے مناسبت رکھتا ہو اور یہ کہ وہ ویسی ہی

و عاہتے یہی کہ یہ، طور، کرسی، مسجد وغیرہ مخلوقات کے نام پر دُعا، اور معلوم ہے کہ جس طرح خدا کو مخلوقات کی قسم دلانا مشروع نہیں اسی طرح مخلوقات کو حوالہ سے اُس سے عا کرنا بھی مشروع نہیں بلکہ اس سے منع کیا گیا ہے نیز کسی کے لئے سزا نہیں کہ مخلوق کی قسم کھائے یا خدا کو مخلوق کی قسم دلانے یا مخلوق کی ذات کے حوالہ سے دُعا کرے بلکہ اس کے برخلاف ایسے اسباب سے دُعا کرنا چاہئے جو قبولیت سے مناسبت رکھتے ہیں جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا۔ اس کے جواز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں بلکہ جو کچھ روایت کیا جاتا ہے موضوع ہے۔

عظیۃ الکوفی اور عابدوں و سائلوں کا حق

البتہ بعض اہل علم سے آثار و اقوال روایت کئے گئے ہیں جن میں سے بعض ثابت ہیں اور بعض غیر ثابت۔ مثلاً وہ حدیث جسے احمد و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور جس میں ہے "بحق السائلین علیک و بحق ممشای ہذا" پوری حدیث یوں ہے:

جس نے نماز کے لئے نکلتے ہوئے کہا کہ "خدا یا میں تجھ سے اُس حق کے واسطے سوال کرتا ہوں جو تجھ پر سائلوں کا ہے اور اپنے اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں نہ تکبر سے نکلا ہوں نہ دکھائے اور شہرت کے خیال سے بلکہ محض تیرے غصہ سے بچنے اور تیری خوشنودی کی جستجو میں نکلا ہوں، میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے دو رخ کے عذاب و نجات سے جنت میں داخل کر، میرے گناہ معاف کر، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا، تو اُس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں

من قال اذا خرج الى الصلوة: اللهم اني اسالك بحق السائلين عليك و بحق ممشای هذا فاني لم اخرج به اشرا ولا بطرا ولا دياء ولا سمعة خرجت اتقاء سمطك و ابتغاء مرضاتك اسالك ان تنفذني من النار وان تدخلني الجنة وان تغفر لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب الا انت" خرج مع سبعون الف ملائكة يستغفرون له و قبل الله عليه بوجه حتى يقضى صلواته "

جو اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور خدا اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نماز پڑھ چکے۔  
 یہ حدیث عطیہ الکوئی کی روایات میں سے ہے جو جامع ابن علم ضعیف ہے۔  
 یہ ایک اور طریق سے بھی مروی ہے مگر وہ طریق بھی ضعیف ہے۔ پھر اس کے الفاظ  
 میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ خدا پر سائلوں کا حق ہے کہ ان کی دُعائوں کو کرے اور  
 عابدوں کا یہ حق ہے کہ انہیں ثواب دے۔ اور یہ ایک ایسا حق ہے جسے بائفاق ابن علم  
 خود اس ذات برتر نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے اس پر بھی مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔  
تین پارساؤں کی دعا

یہ دعا حقیقت اس دعا کی طرح ہے جو تین شخصوں نے اپنے اعمال کے حوالہ کر  
 غار میں مانگی تھی: ایک نے الدین کے ساتھ اپنی اطاعت کا حوالہ دیا، دوسرے نے  
 اپنی کامل پارسائی کا، تیسرے نے اپنی بے داغ امانت داری کا اور یہ اس بنا پر کہ خدا  
 نے ان اعمال کا حکم دیا ہے اور ان پر ثواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔  
مومنوں کی دعا

پس یہ چیز ویسی ہی ہو گئی جیسی خدا نے مومنین سے نقل کی ہے کہ:

<p>اے ہمارے رب ہم نے ایمان کے مناد کی پکار سنی          کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، سو ہم ایمان لائے اور          پس ہمارے گناہ مہلت کر، ہماری برائیاں دور کر          اور نیکیوں کے ساتھ ہمیں وفات دے۔</p>	<p>رَبَّنَا إِنَّا أَسْمِعْنَا مَنَادًا دِيًّا يَأْتِي          الْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا          رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا          وَتَوَكَّلْنَا مَعَ الْآبِرَارِ (۳: ۹۳)</p>
--	---

اور فرمایا:

<p>میرے بندوں میں سے جو ایک گروہ ہوتا تھا کہ اے اللہ          رب ہم ایمان لائے ہیں پس ہماری مغفرت کر، ہم پر          رحم کر اور تیری رحمت سے ہم کو محفوظ رکھ۔</p>	<p>إِنَّهُ كَانَ فَرَقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ          رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ          خَيْرُ الرَّاحِمِينَ - (۲۳: ۱۰۹)</p>
---	---

## اور فرمایا:

کہہ دے کیا میں تمہیں اس سے بہتر کی خبر دوں؟  
جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لئے ان کے رب کے ہاں  
جنتیں ہیں جن میں نہریں پڑی بہتی ہیں وہ ان  
میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کے لئے پاک جوڑے  
ہیں اور اللہ کی نعمتوں دیاں ہیں۔۔۔۔۔  
جو کہتے ہیں اے رب ہم ایمان لائے پس ہمارے  
گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

قُلْ اَوْ نَبِّئْكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ  
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ  
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ  
فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ  
مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعٰبِدِيْنَ  
الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا  
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِنَّا عِنْدَكَ  
عٰبِدُوْنَ

عبداللہ بن مسعود رضی کی دعا

اور جیسا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی سحر کے وقت دعا کیا کرتے تھے کہ:

الہی تو نے مجھے پکارا میں نے لبیک کہا، حکم دیا  
اطاعت کی یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخش دے۔

اللہم دعوتنی فاجبت وامرتنی  
فاطعت وهدنا سحر فاغفر لی۔

## فصل مشروعیت دعا اور محترم مخلوق

### مفروضہ تفریق

اصل اس باب میں یہ ہے کہ خدا کو کسی مخلوق کی قسم دلانا یا کسی مخلوق کی ذات  
کے حوالہ سے دعا کرنا، یا واجب ہوگا یا مستحب، حرام ہوگا یا مکروہ، اور یا مباح ہوگا  
کہ جس کا نہ حکم ہے نہ ممانعت، اگر کہا جائے کہ وہ واجب یا مستحب یا مباح ہے تو  
یا مخلوقات میں تفریق کرنا پڑیگی اور یا کہا جائیگا کہ تمام یا بعض محترم مخلوقات کے

ساتھ مشروع ہے۔ پس جو کہتا ہے کہ یہ حبلہ مخلوقات کے ساتھ واجب یا مستحب یاباح ہے تو لازم آئیگا کہ تمام جن وانس اور شیاطین کے حوالہ سے بھی دُعا کرے، جسے ظاہر ہے کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

مقسم بہ الہامیہ

اور اگر کہا جائے کہ نہیں صرف محترم مخلوقات کو ذریعہ بنانا چاہئے، مثلاً وہ مخلوقات جن کی خدا نے قسم کھائی ہے، تو اس سے لازم آئیگا کہ اللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی، والذکر والاُنثی، اور الشمس وضحایا، والقمر اذا تلاھا، والنہار اذا جلاھا، واللیل اذا یغشاھا، والسماء وما بناھا، والارض وما طحاھا، ونفس وما سواھا، ..... سب ہی کچھ دُعا میں کہہ جائے، نیز کہے الخنس الجواری الکنس، اور واللیل اذا عسعس، والصبح اذا تنفس۔ اور الذاریات ذروا، فالحاملات وقرا، فالجاریات یسرا، فالمنقعات امرا۔ اور بطور، وکتاب مسطور، فی رق منشور، والبیت المعمور، والسقف المرفوع، والبحر المسجور، اور الصافات صفا..... وغیرہ مخلوقات جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قسم کھائی ہے۔

خدا کی قسم اور ہمارے قسم کا فرق

حالانکہ خدا نے ان کی قسم صرف اس لئے کھائی ہے کہ وہ اُس کی نشانیاں اور اُس کی مخلوقات ہیں، اُس کی ربوبیت، الوہیت، وحدانیت، علم، قدرت، مشیت، رحمت، حکمت، عظمت، عزت پرآل ہیں، پس وہ برتر و اعلیٰ ان کی قسم اس لئے کھاتا ہے کہ اس قسم میں خود اُس کی بزرگی و عظمت ہے۔ لیکن ہم مخلوقات کے لئے از روئے نص و اجماع انکی قسم کھانا جائز نہیں۔ بلکہ ایک سے زیادہ علماء نے مخلوقات کی قسم کے ممنوع ہونے پر خود سحاب کا اجماع نقل کیا ہے۔ بلکہ یہ شرک ہے جس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

## مخلوقات کے ذریعہ دعا کا لازمی نتیجہ

مخلوقات کے ذریعہ دعا کرنے سے قدرتِ اِلاٰہیہ سے کہہ کر وائسٹی کا حوالہ دیا جائے آندھیوں، بادلوں، ستاروں، سورج، چاند، رات، دن، انجیر، زیتون، پورسینین، بلراہن، کعبہ، صفا، مروہ، عرفہ، مزدلفہ، منیٰ وغیرہ سب کو واسطہ بنایا جائے، نیز اس سے لازم آئیگا کہ ان مخلوقات کو بھی واسطہ قرار دیا جائے جن کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہے مثلاً آفتاب، ماہتاب، ستارے، فرشتے، عزرائیل، مسیح وغیرہ مخلوقات۔ حالانکہ معلوم ہے ان مخلوقات کے واسطہ سے دعا کرنا یا خدا کو ان کی قسم دلانا، دین اسلام میں عظیم ترین اور بدترین بدعتوں میں سے ایک بدعت ہے، اور اس کی بُرائی ہر خاص و عام پر ظاہر ہے۔

### مستلزم کفر و خروج از اسلام

نیز اس طرح کی دعا سے لازم آئیگا کہ خدا کو ان منستروں جنستروں کی بھی قسم دلائی جائے جنہیں عامل اور جاؤ و گزروں اور تعویذوں میں لکھتے ہیں۔ بلکہ اس صورت میں کہا جائیگا کہ اگر خدا کو ان چیزوں کی قسم دلانا جائز ہے تو مخالف کو دلانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور اس سے لازم آئیگا کہ یہ تمام ٹونے ٹوٹکے، جنست منستر اور جنوں کو جو قسمیں دلائی جاتی ہیں سب کی سب اسلام میں مشروع ہوں، حالانکہ قول کفر کو مستلزم اور اپنے قائل کو اسلام بلکہ جملہ انبیاء کے دینوں سے خارج کر دینے والا ہے۔

## فصل

### معبودان باطلہ اور کمال عجز

#### افضلیت اور شرک

اگر کوئی کہے کہ تمام محترم مخلوقات نہیں بلکہ بعض کے ذریعہ میں دعا مانگنا گور...

یا خدا کو ان کی قسم دلاؤں گا، مثلاً عرف ابیاء کی یا صرف کسی ایک نبی کی جیسا کہ بعضوں نے عرف ابیاء و صالحین کی قسم جائز بتائی ہے۔ تو جواب میں کہا جائیگا کہ یہ بعض مخلوقات اگرچہ سب سے افضل ہوں مگر پھر بھی اس بات میں تو برابر ہیں کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بنایا جائے۔

یعنی باللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا نہ کسی کی عبادت ہونی چاہئے نہ کسی پر توکل ہونا چاہئے، نہ کسی سے ڈرنا چاہئے نہ کسی کے لئے روزہ رکھنا چاہئے نہ کسی کو سجدہ کرنا چاہئے نہ کسی کی طرف رغبت ہونا چاہئے اور نہ کسی کی قسم کھانا چاہئے۔

### قسم کھانے کا مسئلہ

صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا:

من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت" (جیسے قسم کھانا ہو خدا کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہو)

اور فرمایا: لا تخلفوا إلا بالله! (خدا کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ)

اور سُمن میں ہے کہ فرمایا:

من حلف بخير الله فقد اشرك" (جس نے خدا کے سوا کسی کی قسم کھائی، شرک کا مرتکب ہو گیا)

پس نصوص صحیحہ و صریحہ سے ثابت ہے کہ کسی مخلوق کی بھی قسم کھانا جائز نہیں۔

اس میں کوئی استیثنا نہیں، نہ ملائکہ کا نہ انبیاء کا نہ صالحین کا نہ کسی خاص نبی یا ولی کا

اور یہ اس وجہ سے کہ خدا نے شرک کے باب میں جملہ مخلوقات کو ایک جگہ

میں رکھا ہے اور ان میں ادنیٰ و اعلیٰ کی تفریق نہیں کی کہ اس مخلوق کو شریک بنا تا

روا ہے اور اس کو ناروا فرمایا:

کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ خدا سے کتاب اور

حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں کو کہنے

لگے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ،

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ

كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ

لیکن یہ کہے گا کہ ربانی بنو کیونکہ تم کتاب سکھاتے اور پڑھتے تھے، اور تمہیں اس بات کا حکم دیگا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بناؤ، کیا اسلام کے بعد تمہیں کفر کا حکم دیگا؟

كُونُوا رِبَانِيَّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ  
اَلِكِتَابِ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، وَلَا  
يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّيْنَ  
اَوْبَابًا، اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ اِذْ  
اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - (۳: ۷۹، ۸۰)

## خود لرزان و ترساں!

اور فرمایا:

کہہ دے کہ انہیں پکارو جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر خیال کئے بیٹھے ہو، وہ نہ مضرت کو تم سے علیحدہ کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔ وہ خود ہی خدا تک وسیلہ چاہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید کرتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهِ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا - (۱۷: ۷۷، ۷۸)

## خشیت و تقویٰ صرف اللہ کے لئے

بعض علماء سلف کا قول ہے کہ بعض قومیں مسیح، عزیز اور ملائکہ کو پکارا کرتی تھیں، اس پر خدا نے فرمایا، یہ لوگ جنہیں تم پکارتے ہو، میرے بندے ہیں، میری رحمت کی امیدوار اور میرے عذاب کے لرزان و ترساں ہیں، تمہاری ہی طرح وہ بھی مجھ سے ڈرتے اور قربت چاہتے ہیں۔ اور فرمایا:

جس نے خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور جو خدا سے ڈرا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

وَسَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَخْشَى اللّٰهَ وَيَتَّقِهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰرِحُونَ -

(۲۳: ۵۲)



یعنی اطاعت اللہ اور رسول دونوں کے لئے ہے اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، لیکن خشیت و تقویٰ صرف اسی ذات واحد کے لئے ہے جس میں کوئی اُس کا شریک نہیں، حتیٰ کہ رسول بھی نہیں۔

**رسول اللہ کا دینا اور منع کرنا**

قرآن میں ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ - (۵۹: ۹)

اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے ہوئے پر راضی ہو جاتے اور کہتے خدا ہمارے لئے کافی ہے ہمیں غنیمت اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول اور دیگا ہم اللہ ہی طرف رغبت رکھتے ہیں۔

اس میں واضح کیا کہ انھیں مناسب تھا کہ اللہ اور رسول کے دیئے ہوئے پر راضی ہو جاتے اور کہتے "حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ" اس میں اللہ اور رسول کے دن پر رضا مندی کا ذکر کیا ہے، کیونکہ رسول ہی ہمارے اور خدا کے مابین واسطہ ہے جس کے ذریعہ ہمیں اُس کا امر و نہی، تحلیل و تحریم و وعدہ و وعید کا حال معلوم ہوتا ہے، پس حلال وہی ہے جسے اللہ اور اُس کے رسول نے حلال قرار دیا ہے اور حرام وہی ہے جسے اللہ اور اُس نے حرام ٹھہرایا ہے اور دین وہی ہے جس کا اللہ اور اُس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ اسی لئے فرمایا:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا - (۵۹: ۷) | جو کچھ رسول نے دیا ہے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اُس سے باز رہو۔

بنابریں کسی کے لئے جائز نہیں کہ اُس مال کے سوا کسی مال کو ہاتھ لگائے جو اللہ اور اُس کے رسول نے حلال کیا ہے نیز مشترک مال مثل فنی و غنیمت و صدقات میں اتنے پر قناعت کرے جتنا اللہ اور رسول نے دے دیا ہے کیونکہ اس ہی اس کا حق

تھا، زیادہ طلب نہیں کرنا چاہئے۔  
کفایت صرف اللہ کے لئے

پھر فرمایا: وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ اس میں یہ نہیں کہا "وَرَسُولُهُ" (یعنی اللہ اور رسول ہمارے لئے کافی ہے) کیونکہ "حسب" کے معنی ہیں "کافی" اور کافی صرف اللہ ہی ہے جس نے اپنے بندوں کو ماسوا سے مستغنی کر دیا ہے، جیسا کہ فرمایا:  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ - (۶۴: ۵) اللہ کافی ہے۔

یعنی وہی تنہا تیرے اور تیرے پیرو مومنوں کے لئے کافی ہے۔ پس جو کوئی رسول کی پیروی کرتا ہے، اللہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے، ہادی ہوتا ہے، ناصر ہوتا ہے، رازق ہوتا ہے۔

عطا اور فضل و رغبت کا فرق

پھر فرمایا: سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُنَا اس میں عطا کو اللہ اور رسول دونوں کی طرف منسوب کیا ہے لیکن فضل کا لفظ درمیان میں لا کر دونوں میں فصل کر دیا ہے کیونکہ اصلی فضل صرف اللہ ہی کا ہے۔ پھر فرمایا "إِنَّا إِلَى اللَّهِ دَاخِعُونَ" اس میں رغبت صرف اللہ ہی کے لئے رکھی ہے رسول اور کسی مخلوق کو بھی اس میں اس کا ساتھ قرار نہیں دیا۔

حکومت صرف اللہ کی

پس واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کی مانعت میں تمام مخلوقات کو یکساں قرار دیا ہے اور کسی مخلوق کے حق میں بھی عام اس سے کہ پیغمبر ہو یا فرشتہ روا نہیں رکھا کہ اس کی قسم کھائی جائے، اس پر توکل کیا جائے، اس کی طرف رغبت رکھی جائے، اس سے ڈرا جائے، اس سے بچا جائے۔ فرمایا:

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ رَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ  
 اللّٰهِ، لَا يَنْبَغِيْكُمْ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي  
 السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ  
 فِيْهَا مِنْ شَرْكٍ وَمَا لَهُمْ مِنْهُمْ  
 ظَهِيْرٌ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ  
 اِلَّا لِمَنْ اٰذِنَ لَهُ - (۲۴۱: ۲۴۲: ۲۴۳)

کہہ دے کہ انھیں پکارو جنہیں تم نے کو چھوڑ کر سمجھے  
 بیٹھے ہو، وہ نہ آسمانوں میں نہ زمین میں ایک ذرہ کے  
 بھی مالک ہیں، نہ ان کی ان میں کوئی شرکت ہے  
 اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا پشت پناہ ہے، خدا  
 کے حضور کسی کی شفاعت کام نہ دیگی مگر اس کی جسے  
 اُس نے اجازت دی ہے۔

اس میں خدا نے ان لوگوں کو دھمکایا ہے جو غیر اللہ سے سوال کرتے ہیں اور ہر  
 کیا ہے کہ خدا کی حکومت کے پہلو بہ پہلو نہ ان کی کوئی حکومت ہے اور نہ اس کی حکومت  
 میں ان کی کچھ شرکت ہے اور یہ کہ مخلوقات میں نہ کوئی اس کا مددگار ہے نہ پشت پناہ ہے  
 شرک کا ادنیٰ شائبہ

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ماسوا سے لوں کا رشتہ بالکل کاٹ دیا ہے، نہ رغبت  
 جائز رکھی ہو نہ رعبت، نہ عبادت، نہ استعانت، غرض کوئی ایسی چیز باقی نہیں رکھی  
 جس میں شرک کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود ہو، مالاں ایک شفاعت رکھی ہے مگر اس کے  
 بارے میں بھی صاف فرما دیا ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ اِلَّا لِمَنْ  
 اٰذِنَ لَهُ - (۲۴۲: ۲۴۳)

اُس کے ہاں کسی کی شفاعت کام نہ دیگی مگر اس کی  
 جسے اجازت دی جائیگی۔

## فصل (۵) شفاعت نبویؐ بروز قیامت

اجازت اور حد مقررہ

اسی طرح احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قیامت میں جب مخلوق شفاعت کرے

آدم اور دوسرے اولوالعزم رسولوں: نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ (علیہم السلام) کے پاس آئیگی تو ان میں سے ہر ایک اپنے بعد والے کے پاس بھیج دیگا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کہیں گے "محمد کے پاس جاؤ جس کے اگلے پچھلے گناہ خدا معاف کر چکا ہے۔" بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چنانچہ مخلوق میرے پاس آئیگی، میں اپنے رب کے پاس جاؤنگا اور جوں ہی اُسے دیکھوں گا مُنہ کے بھل سجدہ میں گر پڑوں گا اور اُس کی ستائش کرونگا، یہ ستائش اس وقت مجھے نہیں آتی، اُسی وقت مجھ پر کھولی جائیگی، پھر کہا جائے گا، اے محمد! سر اٹھا اور کہہ، سنا جائیگا، مانگ دیا جائیگا، شفاعت کر، قبول کی جائے گی،" فرمایا "چنانچہ میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں اُس حد کے اندر کے لوگوں کو جنت میں داخل کرونگا۔"

### شافع محشر ہونے کی وجہ

اس سے واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شافع اس لئے بتائیں گے کہ وہ ایک ایسا بندہ ہے جس کے اگلے پچھلے گناہ خدا نے معاف کر دیئے ہیں، پھر خود محمد عبداللہ ورسولہ نے باوجود افضل ترین مخلوق، معزز ترین شفیع، اور خدا کی نظر میں بزرگ ترین بندہ ہونے کے صفات کہہ دیا ہے کہ وہ درگاہ خداوندی میں سجدہ کریں گے اور اپنے رب کی ستائش میں طب اللساں ہوں گے، لیکن شفاعت کے لئے اُس وقت تک زبان نہ کھولیں گے جب تک اُس کی جناب سے اجازت مل جائے کہ "سر اٹھا، مانگ دیا جائیگا، شفاعت کر قبول کی جائیگی، پھر صریح فرمادی کہ "میرا دُعا آپ کے لئے ایک حد مقرر کر دیگا جس کے اندر کے لوگوں کو آپ جنت میں داخل کریں گے۔"

### موقوف برضا و اذن الہی

یہ چیز شفاعت بھی اسی کی مشیت و قدرت و مرضی پر موقوف ہے، کوئی بھی بغیر اس کی رضا و اذن کے زبان نہیں بلا سکتا، یہی وہ معزز ترین شفیع اور بزرگ ترین

مخلوق (جس کی شفاعت سنی جائیگی) وہی ہے جسے اُس نے اس کی کمال عبودیت، اطاعت، انابت اور اپنے رب کی پسند و مرضی پر چلنے کی وجہ سے سب پر ترجیح دی، پسند کیا اور چین لیا ہے۔

### آخری فیصلہ اور رجوع الی المقصود

پس جب غیر اللہ کی قسم، اُس کی طرف رجوع و رغبت، اُس سے خوف و خشیت و غمبیرہ وہ احکام ہیں جو تمام مخلوقات کے لئے عام ہیں تو کسی مخلوق کے حق میں بھی جائز نہ ہوگا کہ اُس کی قسم کھائے، اُس سے ڈرا جائے، اُس پر توکل کیا جائے، اگرچہ وہ مخلوق کتنی ہی افضل ہو۔ اس کے مستحق جب فرشتے اور پیغمبر نہیں تو مشائخ و صالحین کیب ہو سکتے ہیں؟

عرض ان مخلوقات کے حوالہ سے دُعا، جن کی خدائے قسم کھائی اور جنہیں بزرگی دی ہے، اگر جائز ہے تو ان سب کے حوالہ سے جائز ہوگی۔ اور اگر جائز نہیں تو کسی کے بھی حوالہ سے جائز نہ ہوگی۔ رہی محترم مخلوقات میں تفریق کہ ان کے حوالہ سے دُعا کر نیچے اور ان کے حوالہ سے نہیں، سو ویسی ہی تفریق ہے جیسی بعضوں نے قسم کو معاملہ میں کی ہے کہ اس مخلوق کی قسم کھانا جائز ہے اور اُس کی نہیں جلا لنگہ و نول تفریقیں باطل اور بے بنیاد ہیں۔ اسی طرح اگر یہ تفریق کی جائے کہ جن مخلوقات پر ایمان لانا ضروری ہے ان کی قسم کھانی جائیگی نہ ان کے واسطے سے عاکلی جائیگی اور جن پر ایمان لانا ضروری نہیں، نہ ان کی قسم کھانی جائیگی نہ ان کو واسطہ سے عاکلی جائیگی۔ تو اس صورت میں بھی کہا جائیگا کہ کیا ملائکہ، انبیاء، منکر، نکیر، جنت کی خور و غلمان وغیرہ تمام چیزوں کی قسم کھاؤ گے اور ان کے واسطہ سے دُعا کرو گے، کیونکہ ان پر بلکہ ان تمام چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے جن کی رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے؟ نہیں، اس طرح کی کوئی تفریق نہ دُعا میں ہو سکتی ہے نہ قسم میں۔ یہ سب ناجائز ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے تصریح کر دی ہے۔ واللہ اعلم۔

# فصل (۶)

## آیتِ استفتاح کی بحث

### دُعا اور فتوحِ یابی

رہی آیت:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى  
الَّذِينَ كَفَرُوا - (۱۱:۱)

اس سے پہلے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے۔

تو اس کی تشریح یہ ہے کہ یہودی، مشرکوں سے کہا کرتے تھے کہ "عنقریب خدا ایک نبی پیدا کرے گا، ہم اُس کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں گے اور تمہیں مارینگے" یہ نہیں تھا کہ وہ خدا کو آپ کی ذات کی قسم دلاتے یا آپ کے حوالہ سے دُعا کرتے ہوں، بلکہ یہ کہتے تھے کہ "اے خدا! اُس نبی اُمی کو بھیج، تاکہ ہم اُس کی پیروی کریں اور اُس کے ساتھ ہو کر ان مشرکین کو قتل کریں" مفسرین کے نزدیک یہی بات ثابت ہے اور اسی پر قرآن بھی دلالت کرتا ہے۔ فرمایا: وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ "استفتاح کے معنی ہیں "استنصار" یعنی فتح و نصرت طلب کرنا۔ آپ کے ذریعہ فتح و نصرت طلب کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ آپ مبعوث ہوں، آپ کا ساتھ دیں اور فتحیاب ہوں، نہ یہ کہ خدا کو آپ کی قسمیں دلائیں اور آپ کی ذات کے حوالہ سے بیٹھے دُعا میں کرتے رہیں کیونکہ اگر صورتِ حال یہ ہوتی تو یہودی جب کبھی اس طرح دُعا کرتے یا قسم دلانے تو فتحیاب ہو جاتے، حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے، بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کو مبعوث کیا تو جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے وہی بحکمِ الہی مخالفوں پر غالب و فتح مند ہوئے۔

## حسد کے باعث انکار

اور بعض مفسرین نے جو یہ بیان کیا ہے کہ یہودی آپ کی قسم دلاتے یا آپ کے حوالہ سے دُعا کرتے تھے تو ایک بالکل شاذ قول ہے، اور کثیر و مشہور روایات کے قطعاً خلاف ہے، جن میں سے بعض کو ہم "دلائل نبوت" اور "کتاب الاستعانة" میں ذکر کر چکے ہیں، نیز کتب سیر و تفسیر بھی ان سے لبریز ہیں۔

چنانچہ ابوالعالیہ وغیرہ کی روایت ہے کہ یہودی جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ مشرکین پر فتح کی دُعا کرتے تو یوں کہتے تھے:

اللہم ابعث هذا النبی الذی نجدہ مکتوباً عندنا حتی نغلب المشرکین و نقتلہم۔	خدا یا اس نبی کو بھیج کہ جسے ہم اپنے ہاں لکھا پاتے ہیں، تاکہ مشرکین پر غالب آئیں اور انہیں قتل کریں۔
--	--

لیکن جب آپ مبعوث ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ آپ ان کے ہم قوم نہیں ہیں تو عربوں سے حسد کے سبب منکر ہو گئے، حالانکہ خوب جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ (۱۱: ۱۱)	مگر جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اُسے نہ پہچانا بلکہ اُس کے منکر ہو گئے، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔
---	---

## اسلام کی طرف راغب کرنے والی بات

محمد بن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری کے واسطے سے ان کی قوم کے لوگوں سے وایت کی ہے کہ "خدا کی رحمت و ہدایت کے ساتھ منجملہ اور باتوں کے جس بات نے ہمیں اسلام کی طرف راغب کیا، یہ تھی کہ ہم مشرک اور بت پرست تھے اور یہودی، اہل کتاب اور ہم سے زیادہ اہل علم تھے، ہم میں ان میں دشمنی چلی جاتی

تھی، جب کبھی ہم انہیں نیچا دکھاتے تو وہ ہم سے کہتے "یا درکھوا! ایک نبی کو ظہور کا زمانہ قریب آگیا، وہ آتا ہے، ہم اُس کے ساتھ ہوں گے اور تمہیں عا دو و ثمود کی طرح قتل کر ڈالیں گے!" یہ ہم اُن سے اکثر سنا کرتے تھے، چنانچہ جب اللہ نے محمدؐ کو اپنا خاص رسول بنا کر بھیجا اور اُس نے ہمیں اللہ کی طرف بلا یا تو ہم نے فوراً لبیک کہا، کیونکہ ہم جان گئے کہ یہودی ہمیں اسی نبی کے گھمنڈ پر ڈرایا کرتے تھے، چنانچہ ہم نے پیش قدمی کی اور ایمان سے شاد کام ہوئے، مگر خود انہوں نے کفر کیا۔ سورہ بقرہ کی یہ آیتیں ہمارے اور اُن کے حق میں ہی نازل ہوئی ہیں:

اور جب اُن کے پاس خدا کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اُن کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے پہلے وہ کافروں پر فتح چاہا کرتے تھے، مگر جب اُن کو پاس وہ آیا تو انہوں نے اُسے نہ جانا بلکہ اُس کے منکر ہو گئے، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا، فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ، فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ (۲ : ۸۹)

### یہود ذات کے حوالہ سے دُعا نہ کرتے

نیز ابن ابی حاتمؒ وغیرہ (جنہوں نے مفسرین سلف کے اقوال جمع کئے ہیں) بجز اس طرح کی روایتوں کے اور کچھ ذکر نہیں کرتے، سلف میں سے کسی ایک شخص سے بھی مروی نہیں کہ یہودی آپ کی ذات کے حوالہ سے دُعا کرتے تھے، بلکہ سب نے یہی بیان کیا ہے کہ وہ مشرکوں سے کہا کرتے تھے، یا خدا سے دُعا کرتے تھے کہ آپ کو جلد مبعوث کرے۔ چنانچہ ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے آیت: وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ "وہ فتح چاہا کرتے تھے، کہتے تھے "محمدؐ پیدا ہوں گے، ہم اُن کے مددگار ہوں گے اور مشرکوں کو ماریں گے، حالانکہ وہ جھوٹے تھے، انہوں نے ذرا بھی مدد نہ کی۔"



نیز اسی آیت کی تفسیر میں معمر بن قنَادہ سے روایت کیا ہے کہ یہودی کہا کرتے تھے عنقریب ایک نبی آئیگا۔ مگر فلنجا جاءہم مآ عرفوا کفروا یہ۔ جب آگیا تو انہوں نے اُسے نہ پہچانا بلکہ اُس کے منکر ہو گئے۔  
**یہود پر لعنت کی وجہ**

نیز بواسطہ ابن اسحاق ابن عباس سے روایت ہے کہ لعنت سے پہلے یہودی اُس اور خزرج پر رسول اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے، مگر جب خدا نے آپ کو عرب میں مبعوث کیا تو منکر ہوئے اور جان بوجھ کر اپنے قول سے پھر گئے، اس پر معاذ بن جبل، بشر بن البراء بن معرور اور داؤد بن سلمہ نے جا کر کہا کہ: اے قوم یہود! خدا سے ڈرو اور اسلام لے آؤ، ہم مشرک تھے اور تم محمدؐ کے ذریعہ ہم پر غلبہ چاہا کرتے تھے، ہم سے کہتے تھے کہ وہ عنقریب پیدا ہوگا اور اُس کی علامتیں بیان کیا کرتے تھے۔ اس پر سلام بن مشکم نصیری نے کہا: محمدؐ کوئی ایسی چیز نہیں لائے جسے ہم جانتے ہوں، وہ، وہ نہیں ہیں جس کا ذکر ہم تم سے کیا کرتے تھے۔ اس پر آیت نازل ہوئی: وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلٍ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ

نیز ربیع بن انس عن ابی العالیہ سے روایت کیا ہے کہ یہودی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مشرکین عرب پر نصرت چاہا کرتے تھے، چنانچہ کہتے تھے کہ خدا اُس نبی کو بھیج جسے ہم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں تاکہ ہم مشرکین کو ستائیں اور ماریں۔ لیکن جب خدا نے محمدؐ کو بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ غیر قوم سے ہیں تو عربوں سے حسد کی وجہ سے اُس نبی سے منکر ہو گئے حالانکہ خوب جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس پر خدا نے فرمایا: فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ

# فصل (۷)

## نَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

### جنگِ خیبر و قبیلہٴ غطفان

یہی وہ حدیث جو عبد الملک بن ہارون بن عنزہ عن ابیہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس روایت کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ خیبر کے یہودیوں اور قبیلہٴ غطفان میں لڑائی ہوئی، جب کبھی مقابلہ ہوتا یہودیوں کو شکست ہوتی، آخر انہوں نے اس دعا کے دامن میں پناہ لی کہ:

اللھم انا نسألك بحق محمد النبی  
الأُمِّي الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا  
اخر الزمان الا نصرتنا علیہم۔  
اے خدا ہم تجھ سے اُس محمد نبی اُمی کے حق کا واسطہ  
دے کر دعا کیا کرتے ہیں جسے تو نے ہمارے لئے آخر زمان  
میں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے کہ تو ہمیں ان فرعون کا غالب کر دے

لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو منکر ہو گئے، اس پر آیت  
اُتری: وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا، فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا  
كَفَرُوا بِهِ۔

### ضعیف ترین راوی

یہ حدیث حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کر کے کہا ہے کہ ضرورہ نے  
میں اس کی تخریج پر مجبور کیا ہے۔ یہ حدیث بھی مجملہ ان حدیثوں کے ہے جن کی  
وجہ سے علماء نے حاکم پر گرفت کی ہے کیونکہ اس کا راوی عبد الملک ضعیف ترین  
شخص ہے اور اہل علم کے نزدیک متروک بلکہ کذاب ہے۔ اس سے پہلے بھی بن  
معین وغیرہ ائمہ کی رائے اُس کے حق میں بیان ہو چکی ہے۔

## بطلان کی دوسری دلیل

اس حدیث کے بطلان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ با اتفاق اہل تفسیر و تفسیر آیت:  
 وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا "سب سے پہلے اُن یہودیوں کے  
 حق میں نازل ہوئی جو اربدینہ میں تھے مثل بنی قینقاع و بنی قریظہ و بنی نضیر انھیں  
 لوگوں نے اوس و خزرج سے اتحاد قائم کیا تھا اور پھر انھی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 ہجرت کے بعد معاہدہ کیا تھا کہ جسے خود ہی توڑ بھی دیا اور تباہ و برباد ہوئے۔ چنانچہ  
 سب سے پہلے آپ نے بنی قینقاع پر دھاوا کیا پھر بنی نضیر پر یورش کی جن کو بارے  
 میں سورہ حشر نازل ہوئی ہے پھر جنگ خندق کے بعد ہی بنی قریظہ پر لیغار کی۔  
 سر اپا جھوٹ

بنابریں کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت یہود خیر اور بنی غطفان کے حق میں نازل  
 ہوئی ہے؟ یہ کسی ایسے جاہل کا جھوٹ ہے جو اچھی طرح دروغ بانی بھی نہ کر سکا۔ پھر  
 اس روایت میں کہا گیا ہے کہ یہودیوں نے جب یہ عاکی تو غالب ہو گئے۔ حالانکہ یہ بھی  
 سر اسر جھوٹ ہے اور بجز اس کذاب کے کسی نے بھی اُن کی فتح مندی روایت نہیں کی  
 ہے، حالانکہ کبھی ایسا ہوا ہوتا تو بہت سے ثقہ راوی نقل کرتے۔

## ہماری اول پہلی امتوں کی شریعت

پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس طرح کی روایت، اگرچہ اس سے آپ کی ذات  
 کے حوالہ سے عاید اُخدا کو آپ کی قسم دلانا ظاہر ہو، ہرگز کسی شرعی حکم کی بنیاد نہیں  
 بن سکتی، کیونکہ اول تو خود وہ روایت ہی ثابت نہیں، پھر آیت میں کوئی ایسی  
 بات موجود نہیں جس سے اس کی تائید کی جاسکتی ہو، لیکن اگر وہ کسی طرح ثابت  
 بھی ہو جائے تو بھی ضروری نہیں کہ ہمارے لئے شریعت ہو، کیونکہ بہت سی باتیں  
 ایسی ہیں جو اگلی قوموں کے لئے جائز تھیں مگر ہمارے لئے جائز نہیں، مثلاً خود

اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے الدین اور بھائیوں نے انھیں سجدہ کیا تھا اور یہ کہ زبردستوں نے اہل کہف کے باسے میں کہا کہ "لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا" (۱۵: ۱۵) (ہم ان پر ضرور مسجد بنائیں گے)۔ لیکن ہم مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ آیت میں تو صرف اس قدر ہے کہ وہ کفار پر فتح چاہا کرتے تھے مگر جب آپؐ مبعوث ہوئے تو نہ پہچانا اور منکر ہو گئے۔

### استفتاح بمعنی طلب فتح و نصرت

اس آیت میں استفتاح کے جو معنی ہیں وہی دوسری آیت: اِنَّ تَسْتَفْتِحُوْا فَاٰتٰیكُمْ مَّا لَمْ تَرْجُوْا كَمَا لَمْ تَرْجُوْا فَاٰتٰیكُمْ مَّا لَمْ تَرْجُوْا (۱۶: ۹) (اگر فتح مانگتے ہو تو لوگو فتح آگئی) میں بھی ہیں، اور ظاہر ہے استفتاح کے معنی طلب فتح و نصرت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ اسی معنی میں یہ حدیث ماثور بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقراء و مہاجرین یعنی ان کی دعا کے ذریعہ فتح طلب کیا کرتے تھے جیسا کہ خود تصریح فرمادی:

وہل ترزقون و تنصرون الا بضعتکم | تمہیں رزق و نصرت صرف اپنے ناچاروں یعنی بصلاحہم و دعائہم و اخلاصہم۔ انکی نماز دعا اور اخلاص ہی کی وجہ حاصل ہوتی ہے۔

### مختلف فیہ معانی کا محمول

آیت کا مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ یہودی خدا سے دعا کیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کے ذریعہ انھیں فتحیاب کرے یعنی جلد اس نبی کو بھیجے تاکہ اس کے واسطے سے کفار پر غلبہ حاصل کریں۔ نہ یہ کہ وہ خدا کو اس نبی کی قسمیں دلاتے یا اس کے صدمہ میں مرادیں مانگتے تھے۔ اسی لئے فرمایا: فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ذَلَعْنَاهُ اللّٰهُ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ اگر یہ معنی احادیث و آثار سے نہ بھی ثابت ہوتے تو بھی کسی کے لئے جائز نہ تھا کہ آیت کو اس مختلف فیہ معنی پر بلا دلیل محمول کرے، کیونکہ خود آیت میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو۔ پھر

یہ کیونکر روا ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ اس بارے میں احادیث و آثار وارد ہیں؟  
**فتحندی کا افسانہ غیر معروف**

رہا اس روایت میں یہودیوں کی فتحندی کا افسانہ تو ہم بیان کر آئے ہیں کہ اکل غیر معروف سے کیونکہ یہودیوں کے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے عربوں کو کبھی بھی نیچا دکھایا ہو بلکہ ہمیشہ خود ہی مغلوب ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ سے کہ ان کے مختلف قبیلے عرب کے مختلف قبیلوں سے اتحاد کر کے جتھے بنائے تھے، چنانچہ بنی قریظہ قبیلہ اوس کے جتھے میں تھے اور بنو النضیر، خزرج کے۔

### شہادت قرآن

پھر خود قرآن میں ان کی مغلوبیت و خواری کی شہادت موجود ہے، فرمایا:  
 جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت کی مار پڑی ہے، الایہ کہ اللہ کے عہد میں ہوں اور لوگوں کے عہد میں، اور غضبِ الہی کی مورد ہوں اور ان پر بے چارگی کی مار پڑی، یہ اس لئے کہ وہ آیاتِ الہی سے کفر کرتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لئے کہ ان فریاد کنندہ اور زیادتی کرتے تھے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلٰتُ اَیْمًا تَفْقُوْنَ  
 اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِّنَ  
 النَّاسِ وَبَاؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَنُزِیٰتٍ  
 عَلَيْهِمُ الْمَسْکٰتُ، ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ  
 کَانُوْا یُکْفِرُوْنَ بِآیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ  
 الْاَنْبِیَآءَ وَبِغَیْرِ حَقٍّ، ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا  
 وَکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (۱۱۲: ۳)

### یہود کی ذلت و خواری بوقت تکذیب مسیح

پس چونکہ یہودیوں پر ذلت و خواری کی ٹرنگ چکی تھی اس لئے وہ تنہا نہ عربوں سے آگے برہ سکتے تھے نہ کسی اور سے بلکہ ہمیشہ اپنے حلیفوں کی پناہ میں جنگ کیا کرتے تھے۔ ان پر ذلت کی مار اس وقت سے پڑی ہے جب انہوں نے حضرت مسیح کی تکذیب کی، فرمایا:

اُسے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا، اپنی طرف اٹھا لینے والا، کافروں سے تجھے پاک کرنے والا، اور تیرے پیروؤں کو تیرے منکروں پر قیامت تک کیلئے بالا کرنے والا ہوں۔

يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ارْتَفِعْ وَرَافِعُكَ  
إِلَى سَمَوَاتٍ مَّطَهَّرَةٍ مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ  
جَاهِلِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ  
كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۵۵: ۳)

### مومنین کا غلبہ اور یہود مور و عتاب

#### اور فرمایا:

اُسے ایمان والوں اللہ کے انصار بنو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا، اللہ کی راہ میں میری نصرت کون کیے والا ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ منکر ہو گیا، مگر ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی اور غالب آگئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ  
اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّينَ:  
مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ:  
نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَأَمَّا نَتُطَافُفُ  
مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرْتُ طَافُفُفُ  
فَأَيُّدُنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ  
فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ - (۱۴۱: ۶۱)

پھر اس لئے بھی مور و عتاب ہوئے کہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور دوسرے

انبیاء کے خون سے ہاتھ رنگ چکے تھے۔ فرمایا:

ان پر ذلت و بے چارگی کی ہار پڑی اور غضب الہی کے مور د ہوئے، اور یہ اس لئے کہ وہ آیات الہی سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناسحق قتل کرتے تھے، یہ اس لئے کہ وہ نافرمان اور زیادتی کرنے والے تھے۔

وَصَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةَ وَالْمَسْكَنَةَ  
وَبَاؤُا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ، ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ  
كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ  
النَّبِيِّينَ بِخَيْرِ الْحَقِّ، ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا  
وَكَانُوا يُعْتَدُونَ - (۶۱: ۲)

# فصل (۱۸)

## حیات مبارک اور بعد وفات

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستور

پس جب صحابہ مثلاً حضرت عمرؓ وغیرہ آپؐ کی حیات مبارک میں اور وفات کے بعد آپؐ کی قسم نہ خود کھاتے تھے نہ کسی کو دلاتے تھے بلکہ صرف آپؐ کی شفاعت و طاعت کو وسیلہ بنایا کرتے تھے تو ملائکہ و انبیاء و صالحین وغیرہ مخلوقات کو ان کی موت کے بعد یا ان کی عدم موجودگی میں پکارنا اور ان سے عا میں مانگنا کیونکر روا ہو سکتا ہے؟ خصوصاً جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے:

مُقَرَّبِينَ كَاتِبِينَ إِلَى اللَّهِ

لئے یہ نامہ دے کہ انہیں پکارو جنہیں تم خدا کو چھو کر سمجھے بیٹھے ہو اور وہ تم سے نقصان دور کر سکتے ہیں۔ بدل سکتے ہیں جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہے اور اسکی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں انہیں۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَزَقْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا، أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ، إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ خَدِيدًا - (۱۷: ۵۶، ۵۷)

ایک جماعت سلف کا قول ہے کہ لوگ ملائکہ و انبیاء مثلاً مسیح و عزیر وغیرہ کو پکارا کرتے تھے۔ خدا نے اس سے منع کیا اور خبر دی ہے کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت کے امجدوار ہیں، اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اس سے اقرب چاہتے

ہیں، اور یہ کہ وہ دعا کرنے والوں سے نصرت کو نہ سنا سکتے ہیں نہ دُور کر سکتے ہیں۔  
اسلام لانے کے بعد کفر کا حکم  
 اور فرمایا:

کسی بشر کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ خدا تو اسے  
 کتاب و حکم و نبوت بخشے اور وہ لوگوں سے  
 کہنے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے  
 ہو جاؤ، بلکہ یہ کہے گا کہ کتاب کے درس و  
 تعلیم کی بناء پر بتانی بنو، اور وہ تمہیں حکم  
 نہیں دے گا کہ ملائکہ و انبیاء کو رب بناؤ  
 کیا اسلام کے بعد وہ تمہیں کفر کا حکم دیگا؟

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ  
 وَالْحِكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ  
 كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ  
 كُونُوا رَٰبِعِينَ إِنَّمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ  
 وَبِمَا كُنْتُمْ تَادُّسُونَ، وَلَا يَأْمُرُكُمْ  
 أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ  
 أَدْبَابًا، أَيَا مَرَكُمُ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ  
 أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - (۳: ۸۰، ۸۱)  
لَا تَجْعَلْ قُبُورِي وَشَأْنًا يُعْبَدُ

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ممانعت فرمادی کہ آپ کی قبر نہ مسجد  
 قرار دی جائے نہ زیارت گاہ بنائی جائے۔ چنانچہ مرض الموت میں فرمایا:  
 لعنة الله على اليهود والنصارى  
 الذين اتخذوا قبور انبيائهم مساجد  
 يهود و نصارى پر اللہ کی لعنت کہ انہوں نے  
 اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد ٹھہرا لیا اپنے ایسا  
 کر کے (درا یا ہے)

اور فرمایا:

خدا یا میری قبر کو بت نہ ہونے دیجو کہ جس کی  
 پوجا کی جائے، ان لوگوں پر خدا نے غضب ناک  
 جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد قرار دیا ہے۔

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قُبُورِي وَشَأْنًا يُعْبَدُ  
 شَتَّى غَضِبَ اللَّهُ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا  
 قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (موطأ)



## تعریف و ستائش کی ممانعت

اور فرمایا:

میری ویسی تعریف نہ کرو جیسی نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی کی ہے میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس مجھے خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

لا تطرونی كما طرت النصارى عیسیٰ  
ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبد  
الله ورسوله۔ (متفق علیہ)

## ما شاء الله

اور فرمایا:

یہ نہ کہو کہ جو اللہ اور محمد چاہے، بلکہ یوں کہو جو اللہ چاہے اور پھر (اللہ کے بعد) جو محمد چاہے۔

لا تقولوا ما شاء الله وشاء محمد،  
بل ما شاء الله ثم شاء محمد۔

ایک بڑے آپ سے کہا:

جو اللہ چاہے اور تو چاہے۔

ما شاء الله وشئت۔

اس پر آپ نے فرمایا:

کیا مجھے خدا کا برابر بنا تا ہے؟ بگم یہ کہہ جو تمہارا خدا چاہے۔

اجعلتنی لله ندا؟ بل ما شاء  
الله وحده۔

## اعلان خداوندی

اور خدا نے آپ کو یہ اعلان کر دینے کا حکم دیا:

اے رسول! کہہ دے کہ میں اپنی ذات کے لئے ذرا بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے اور یہ کہ اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت کچھ نفع کر لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔

قُلْ لَا اَمْرٌ لِّمَنْ لِّنَفْسِيْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا  
اِلَّا مَا شَاءَ اللهُ، وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ  
الْغَيْبَ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا  
مَسَّنِيَ السُّوْءُ۔ (۹ : ۱۳)

اور فرمایا:

اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ  
 اَللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ - (۲۰ : ۹)  
 تو جسے چاہتا ہے ہدایت نہیں کرنے کا لیکن اللہ  
 جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔  
 اور :

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ (۴ : ۳۰)  
 تجھے کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔  
 یہ ہے کامل توحید! حالانکہ آپ خدا کی نظر میں افضل ترین مخلوق اور سب سے  
 بلند پایہ انسان ہیں۔

### حضرت صدیق اور رسول اللہ کی پناہ

طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے کہ ایک منافق مومنین کو ستا یا کرتا  
 تھا۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "چلو اس منافق سے رسول اللہ کی پناہ لیں"  
 آپ نے سنا تو فرمایا :

اِنَّهُ لَا يَسْتَعَاثُ بِي وَ اِنَّمَا يَسْتَعَاثُ  
 بِاللّٰهِ -  
 مجھ سے پناہ نہیں حاصل کی جا سکتی بلکہ صرف  
 اللہ سے پناہ حاصل کی جا سکتی ہے۔

### وفات سے پانچ روز قبل حکم نبوی

صحیح مسلم میں ہے کہ وفات سے صرف پانچ دن پہلے فرمایا :

ان من كان قبداً كذا فليأخذون  
 القبور مساجد، الا فلا تتخذوا  
 القبور مساجد فاني انهماكمن  
 ذالك -  
 جو تم سے پہلے تھے قبروں کو مسجد قرار دیتے  
 تھے، خبردار، تم قبروں کو مسجد نہ قرار دینا،  
 میں تمہیں اس سے منع کئے دیتا ہوں۔

صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ فرمایا :

لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا  
 اليها -  
 نہ قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف رخ کر کے  
 نماز پڑھو۔

## شہدِ رحال کا جواز

صحیحین میں ابوسعیدؓ اور ابو ہریرہؓ اور دوسرے طرق سے مروی ہے کہ:

لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد. مسجدی هذا، والمسجد الحرام والمسجد الاقصی۔

لہ پھند کر سفر صرف تین مسجدوں کے لئے ہے: میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصی۔

امام مالکؒ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے قبر نبویؐ پر آنے کی منت مانی ہے، انہوں نے جواب دیا "اگر قبر کا ارادہ ہے تو نہ آئے لیکن اگر مسجد کا قصد ہے تو آئے۔" پھر حدیث لا تشد الرحال روایت کی۔ قاضی عیاضؒ نے اسے مبسوط میں ذکر کیا ہے۔

## بندوں پر خدا کا حق

اگر کوئی مخلوق کی قسم کھاتا ہے تو اس کی قسم لغو ہے اس بارے میں انبیاءؑ یہ ملائکہ کسی کا بھی استثنا نہیں۔ جس طرح انبیاءؑ اور مومنین کے حقوق ہیں، اسی طرح خدا کا بھی حق ہے جس میں اسے کسی کی بھی شرکت گوارا نہیں۔ اور وہ حق یہ ہے کہ اسی کی بندگی کی جائے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کیا جائے جیسا کہ حدیث معاذ رضی عنہ میں گزر چکا۔

اے کتنی ہی حدیثیں اور آیتیں پیش کی جائیں، مگر ہمارے کسمالی "اہل سنت" انہیں ماننے والے نہیں، اور مانیں بھی کیوں جبکہ وہ اللہ اور رسول کی شریعت کی پیروی اپنے لئے ضروری ہی نہیں سمجھتے، اور کتاب و سنت کے مقابلہ میں اپنے اکابر کے قوال و فعل کو حجت سمجھتے ہیں: انا وجدنا ابائنا علی امة وانا علی اثارہم مہتدوین۔" زبان کے پاس حجت کا پکا پٹا موجود ہے، ان کے نزدیک صرف زبان سے ائمہؓ کا دعوئے نجات کے لئے بالکل کافی ہے۔ خدا انہیں ہدایت دے اور انہیں مومن بندوں کو ان کے جہالت سے بچائے۔ (منترجم)

اور اللہ کی بندگی یہی ہے کہ عبادت اسی کے لئے خالص ہو، توکل اسی پر ہو، رجوع و رغبت اسی کی طرف ہو، اُس کی محبت و خشیت میں، اس سے دعا و استغاثہ میں کسی کو بھی اُس کا ہمسرا درسا تھی نہ بنایا جائے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ فرمایا:

من مات وهو يدعون ندا من دون | جو اس حالت میں مرے گا کہ خدا کے سوا کسی اور کو  
الله دخل النار - | بھی پکارتا ہے، دوزخ میں جائے گا۔

## فصل شُرک فی التوحید

سب سے بڑا گناہ

سوال کیا گیا سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا: ان تجعل لله ندا وهو خلقك“ (یہ کہ تو خدا کا کسی کو شریک بنائے حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے)۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حمید میں فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ | خُدا معاف نہیں کریگا کہ اُس کے ساتھ شریک  
وَيَغْفِرُ مَا دُونِ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ - | کیا جائے اور اُس کے علاوہ جو کچھ ہے اُسے جس  
کے حق میں چاہیگا معاف کر دے گا۔

(۸۳:۴)

شُرک اور توحید کی تفریق بالقرآن

اور فرمایا:

(۱) فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَا | پس تم جان بوجھ کر خدا کا کوئی شریک بناؤ  
أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - (۲۲: ۲)

اور خدا نے کہا ہے، دو دو خدا نہ بناؤ، وہ صرف ایک ہی خدا ہے، پس مجھی سے ڈرو۔

پس میری ہی عبادت کرو۔

جب تو خالی ہو جائے تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

اور سورہ فاتحہ میں جو اتم الکتاب ہے فرمایا:

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا کے علاوہ اوروں کو شریک بناتے اور ان سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی خدا سے کی جاتی ہے، (لیکن) ایمان والے خدا سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے ہیں۔

پس لوگوں سے نہ ڈرو (بلکہ) مجھ سے ڈرو۔

جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور بجز اللہ کے کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔

(۲) وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَوَاحِدٌ قَائِلًا قَائِلًا فَارْهَبُونِ - (۵۱: ۱۶)

(۳) قَائِلًا قَائِلًا فَاعْبُدُونِي - (۵۶: ۲۹)

اور فرمایا:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ، وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ - (۸۴: ۹۳)

اور سورہ فاتحہ میں جو اتم الکتاب ہے فرمایا:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ - (فاتحہ)

اور فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ إِندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ - (۱۶۵: ۲)

اور فرمایا:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِي - (۴۴: ۵)

اور فرمایا:

الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ - (۳۹: ۳۳)

## ایک واضح مثال

اسی لئے جب بت پرست حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ڈرانے لگو تو انہوں نے کہا:

ابراہیم سے ان کی قوم نے حجت کی تو انہوں نے کہا: تم مجھ سے اللہ کے باب میں بحث کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت بخشی ہے، میں تمہارے معبودوں سے ذرا بھی نہیں ڈرتا، الایہ کہ اللہ کی مشیت کچھ چاہے، میرے بک علم ہر چیز کو احاطہ میں لئے ہے، کیا تم اب بھی نہ سمجھو گے؟ میں تمہارے معبودوں سے کیونکر ڈر سکتا ہوں جبکہ تم خدا کا ایسوں کو شریک بنا کر نہیں دیتے جن کی بابت تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، پس اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ایسی حالت میں کون بے خطر بننے کا زیادہ مستحق ہے؟ جو ایمان لئے اور اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی انھیں کے لئے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت یاب ہیں۔

وَ حَاجَّةَ قَوْمِهِ، قَالَ: اَتَعَاذُونِي فِي  
اللَّهِ وَقَدْ هَدَايْنِ وَلَا آخَاثُ مَا  
تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي  
شَيْئًا، وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا،  
أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ؟ وَكَيْفَ آخَاثُ  
مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَلْسَكُمْ  
أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا كَمْ يَنْزِلُ بِهِ  
عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا، فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ  
أَحَقُّ بِالْأَمْنِ؟ إِنَّ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ؟  
الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ  
بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَ هُمْ  
مُهْتَدُونَ - (۸۲ تا ۸۰: ۶)

## ظلم عظیم

صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی سے مروی ہے کہ جب آیت: الَّذِينَ آمَنُوا  
وَ كَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (۸۰: ۶) نازل ہوئی تو صحابہؓ بہت پریشان ہوئے اور  
کہنے لگے ہم میں کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ آنحضرت صلعم نے  
سنا تو فرمایا: اِنَّمَا ذَاكَ الشِّرْكُ، کما قال لعبد الصالح: يَا بَنِي لَا تُشْرِكْ

بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ“ (۲۱: ۱۲) (وہ شرک ہو جیسا کہ عید صالح نے کہا: اے میرے لڑکے اللہ کے ساتھ شرک نہ کر کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے)۔

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا اور اللہ سے ڈرتا اور بچتا ہے تو ایسے ہی لوگ کامیاب رہنے والے ہیں۔

اور فرمایا: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ  
وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ  
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔ (۲۳: ۵۲)

### اطاعت و تقویٰ کا فرق

اس میں اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے، کیونکہ رسول کی اطاعت بعینہ اللہ کی اطاعت ہے۔ لیکن شہادت و تقویٰ کو صرف خدا ہی کے لئے خاص رکھا ہے، کیونکہ یہ جُز اس ذاتِ برتر کے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور فرمایا:

لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھی سے ڈرو اور میری بتوں کے بدلے تقویٰ قیمت نہ خریدو۔

ان سے نہ ڈرو اور مجھی سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاتَّقُوا اللَّهَ  
تَشَرُّوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَلِيلًا۔ (۲۴: ۵)  
فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا إِنْ كُنْتُمْ  
مُؤْمِنِينَ۔ (۳: ۱۲۵)

اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوئے یہ راضی ہو جاتے اور کہتے اللہ ہمارے لئے پس کرتا ہے اللہ عنقریب اپنے نفل سے اور اس کا رسول ہیں اور دیگا ہم اللہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔

جو رسول سے اُسے لے لو اور جس سے منع کر دے اُس سے باز آ جاؤ۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا  
اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا  
إِلَى اللَّهِ دَاعِبُونَ۔ (۹: ۵۹)  
وَمَا تَأْكُمُ الرَّسُولُ فِخْذُوهُ  
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ (۵۹: ۷)

### حسبنا اللہ و نعم الوکیل

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی سے آیت: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ کی

تفسیر میں منقول ہے کہ یہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اُس وقت کہا جب آگ میں ڈالے گئے تھے اور محمد (صلعم) نے اُس وقت کہا جب لوگوں نے آکر مشہور کیا:

إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ،  
فَتَرَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا  
اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ - (۱۴۳: ۳)

لوگوں نے تمہارے لئے جھاڑ کیا ہے لہذا ان سے  
ڈرو، مگر اس سے ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور  
کہنے لگے اللہ ہی ہمارے لڑ بھائی اور بہترین حامی ہے۔  
اور سنہرایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ  
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۶۲: ۸)

اے نبی تیرے لئے اور تیرے پیرو مومنین کے لڑ  
اللہ کافی ہے۔

اس کے معنی تمام سلف و خلف کے نزدیک یہی ہیں کہ تنہا اللہ ہی تیرے لڑ  
اور تیرے مومنین پیروؤں کے لئے کافی ہے جیسا کہ مدلل بیان ہو چکا ہے۔

## فصل

### اللہ اور اُس کی مخلوق کے درمیان اسطہ

#### سلف و خلف کا قول

اصل میں پیغمبر ہی اللہ اور اُس کی مخلوق کے درمیان اسطہ ہوتے ہیں اور اُس کا امر وہی  
اور وعدہ و وعید پہنچاتے ہیں پس حلال وہی ہے جسے اللہ اور اُس کے رسول نے  
حلال قرار دیا ہے اور حرام وہی ہے جسے اللہ اور اُس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے  
اور دین وہی ہے جسے اللہ اور اُس کے رسول نے مقرر کر دیا ہے۔

#### اللہ اور رسول کی محبت

بنابریں ہمیں لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کریں، اللہ اور



اُس کے رسول کی اطاعت کریں، اللہ اور اُس کے رسول کو خوش رکھیں۔ فرمایا:

اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ (۵۹:۴)  
 مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ -  
 اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔  
 جس نے رسول کی اطاعت کی تو اُس نے خود اللہ  
 کی اطاعت کی۔ (۸۰:۴)

اللہ اور اُس کا رسول زیادہ حقدار ہے کہ اُسے  
 خوش رکھیں اگر مومن ہیں۔

اگر تمہارے باپ، اولاد، بھائی، بال بچے، خاندان  
 اور وہ مال جو تم نے جمع کئے ہیں اور وہ تجارت جس  
 کے سدا پڑ جانے سے ڈرتے ہو اور وہ گھر جو تمہیں  
 اچھے لگتے ہیں، اللہ، اُس کے رسول اور اُس کی  
 راہ میں جہاد سے زیادہ تمہیں محبوب ہیں تو انتظار  
 کرو یہاں تک کہ امر اٹھی آجائے۔

وَإِنَّ كَانُوا مُؤْمِنِينَ - (۶۲:۹)  
 إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ  
 وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ  
 نَقَرْتُمْ بِهَا وَمَتَابَعَةٌ تَخِشُونَ كَسَادَهَا  
 وَمَسَاكِينٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ  
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ  
 فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ (۴۳:۹)

## ایمان کی شیرینی

صحیحین میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین باتیں ہیں میں ہونگی وہ ایمان کی ٹھاس پائیگا:  
 جسے اللہ اور اُس کا رسول تمام اسوا سے زیادہ  
 محبوب ہوگا، جو کوئی کسی سے محض اللہ کے لئے محبت  
 کرے گا، اور کفر سے نکل آنے کے بعد اس میں پسپی  
 کو ویسا ہی ناپسند کرے گا جیسا آگ میں گرنے  
 کو ناپسند کرتا ہے۔

ثَلَاثَةٌ مِنْ كُن فِيهِ وَجَدَ بَهَنَ حَلَاوَةَ  
 الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحِبَّ  
 إِلَيْهِ مِمَّنْ سِوَاهَا، وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ  
 لَا يُحِبُّهُ إِلَّا اللَّهُ، وَمَنْ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ  
 يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ  
 مِنْهَا كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يَلْقَى فِي النَّارِ -

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
وَنَذِيرًا، لِيَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَلْيَعْبُدُوهُ وَلا يُشْرِكُوهُ  
بُكْرَةً وَّآخِرًا - (۹ : ۴۸)

اے پیغمبر! ہم نے تجھے گواہ، خوش خبری دینے والا  
اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اسے نوروں  
اُس پر ایمان لائے، اُس کی مدد کرو، اُس کا ادب کرو  
اور خدا کی صبح و شام تسبیح و تقدیس کرو۔

### توحیدِ الٰہی کیا ہے؟

پس اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان ہونا چاہئے، رسول کی عزت و توقیر  
اور نصرت و حمایت ہونی چاہئے، صبح و شام صرف اللہ ہی کی تسبیح ہونی چاہئے،  
کیونکہ یہ عبادت ہے، اور عبادت صرف اُس ذات برتر ہی کے لئے سزاوار ہے۔  
نماز صرف اُسی کی ہونا چاہئے، روزہ صرف اُسی کی خوشنودی کے لئے ہونا چاہئے،  
حج صرف اُسی کے گھر کا ہونا چاہئے، شددِ رجال صرف تین مسجدوں ہی کی طرف ہونا  
چاہئے، کیوں کہ اللہ کے نبیوں نے انھیں اللہ کے حکم سے بنایا ہے، نذر صرف  
اللہ ہی کے لئے ہونا چاہئے، قسم صرف اللہ ہی کی کھانا چاہئے، دُعا صرف  
اللہ ہی سے کرنا چاہئے، اور دُعا ہی صرف اللہ ہی کی دینا چاہئے۔ ان باتوں  
میں اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھی شرکت گوارا نہیں، کیونکہ یہ صرف اُسی کے لئے  
سزاوار ہیں۔

### رسول کا واسطہ

حیوان و نباتات، سو بیج چاند، مینہ اور بادل غرضکہ اپنی جملہ مخلوقات کے پیدا  
کرنے میں اُس نے کسی مخلوق کو بھی واسطہ قرار نہیں دیا بلکہ اُس نے خود ہی انھیں اور  
ان کے اسباب کو پیدا کیا ہے۔ کوئی مخلوق بھی غیر موجود کو موجود نہیں کر سکتی، کیونکہ  
وجود کے لئے اسباب کی موجودگی اور موانع کی دوری ضروری ہے، اور یہ ایک ایسی

لے مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام۔

چیز ہے جس کی قدرت بجز خدا کے اور کسی میں بھی نہیں، وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ لیکن تبلیغ و رسالت کا معاملہ دوسرا ہے، اُس نے اُسکی انجام دہی کے لئے واسطہ بنایا ہے، اور وہ واسطہ خود اُس کا رسول ہوتا ہے جو اُس کے حکم سے اُس کے پیغام بندوں تک پہنچاتا ہے۔

### ہدایت اور استحقاق شفاعت

رب بندوں کے لوں میں ہدایت پیدا کرنا تو اُس کی قدرت رسول کو بھی نہیں، ہدایت صرف خدا ہی کے فضل سے آتی ہے، وہ جسے چاہتا ہے ہدایت یاب کر دیتا ہے۔ فرمایا:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ - (۲۸: ۵۶)

تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے لیکن وہ خدا ہے جو جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔

تو اُن کو ہدایت یاب کرنے کی کتنی ہی خواہش کرے مگر اللہ اسے ہدایت نہیں کرنے کا جو گمراہ ہو گیا ہے۔

إِنْ تَحِرَّصْ عَلَىٰ هَذَا هُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُصِئُ - (۱۶: ۳۷)

بلاشبہ انبیاء کی دعا، شفاعت، استغفار، ایک ایسی چیز ہے جو نفع پہنچاتی ہے مگر اس شرط سے کہ مستحق کے لئے ہو، ورنہ اگر پیغمبر، کفار و منافقین کے لئے دعا کرنے لگے تو اُس کی دعا ذرا بھی سود مند نہ ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا:

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ - (۶۳)

چاہے تو اُن کے لئے مغفرت کی دعا کرے یا نہ کرے مگر اللہ اُن کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

### توحید و رسالت کا فرق و وسیلہ نجات

پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء، ہم تک ہمارے ب کا امر و نہی اور وعدہ و وعید پہنچانے والے ہیں تو ہم پر فرض ہو گیا کہ اُن کی لائی ہوئی تمام خبروں کی تصدیق اور اُن کے لئے ہوئے تمام حکموں کی تعمیل کریں۔ نیز ہم پر فرض ہوا کہ تمام رسولوں کی تصدیق کریں اور کسی کو بھی اس سے مستثنیٰ نہ کریں کیونکہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی مطعون

کرنے والا کافر و مرتد ہے اور اُس کا خون مُباح ہے۔ لیکن باوجود اس تمام تصدیق و طاعت و تعظیم کے جب توحید کا مسئلہ سامنے آئیگا تو ہمیں صاف کہنا پڑیگا کہ جو حق خدا کے ہیں، اُن میں انبیاء بھی اُس کے سا جھی نہیں، انھیں خدا کا شریک بنا یا جائیگا، اُن پر توکل و تکیہ نہ کیا جائیگا، اُن سے پناہ نہ مانگی جائیگی، اُن کی قسم خدا کو نہ دلائی جائے گی، اُن کی ذات وسیلہ نہ قرار دی جائیگی، بلکہ اُن کے ایمان، اُن کی محبت و طاعت موالات، اُن کی تعظیم و توقیر، اُن کے دشمنوں کی دشمنی، اُن کی لائی ہوئی صداقت کی تصدیق، اُن کی حلال کی ہوئی چیزوں کی تحلیل اور اُن کی حرام کی ہوئی چیزوں کی تحریم کو نجات کا وسیلہ بنا یا جائیگا۔

# فصل

## وسیلہ کی اربعہ اقسام شروع

### وسیلہ کی دو تو جہیں

اس طرح وسیلہ کی دو تو جہیں ہیں: ایک یہ کہ اپنے اس عمل کو اجابت دعا کا وسیلہ قرار دے جیسا کہ غار میں پناہ لینے والے تین مومنوں نے کیا تھا کہ اپنے اعمال صالحہ کو وسیلہ قرار دے کر دعا کی، (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا) اور دوسرے یہ کہ اپنے عمل کو اللہ کے ثواب، جنت اور خوشنودی کا وسیلہ ٹھیرائے، کیونکہ یہ مسلم و معلوم ہے کہ اعمال صالحہ جن کا رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے، دنیوی و آخروی سعادت و سرفرازی کا کامل وسیلہ ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسی مومنین کے اس قول میں بیان کی گئی ہے کہ:

رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي	اے ہمارے رب، ہم نے ایمان کے منادی کو سنا کہ
لِلْاِيْمَانِ اِنَّ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمِنًا	اپنے رب پر ایمان لے آؤ، ہم ایمان لے آئے، پس

۱۰ اس سے مراد وہی وسیلہ نجات ہے جو اس سے قبل بیان ہوا۔ (ناشر)

رَبَّنَا فَارْحَمْنَا وَأَرْحَمْنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ  
 رَبَّنَا فَارْحَمْنَا وَأَرْحَمْنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ

(۱۹۳ : ۳)

اے ہمارے رب ہمارے گناہ ہمیں معاف کر دے ہماری  
 بُرائیاں دُور کر دے اور ہمیں ابرار کے زمرہ میں  
 وفات دے۔

اس میں مومنین نے دُعا سے پہلے ایمان کا ذکر کیا ہے تاکہ وسیلہ ہو۔ اسی طرح

دوسری آیت میں فرمایا:

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٍ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ  
 رَبَّنَا آتِنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ  
 خَيْرُ الرَّاحِمِينَ - (۱۰۹ : ۲۳)

میرے بندوں میں ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے  
 رب! ہم ایمان لائے ہیں لہذا ہماری مغفرت کر،  
 ہم پر رحم کر اور تو ہی بہترین رحم کرنے والا ہے۔

اس کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں۔

### شفاعت نبوی کی دو صورتیں

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا و شفاعت سے وسیلہ دو طرح پر ہوگا:  
 ایک یہ کہ آپ سے درخواست کی جائے اور آپ دُعا و شفاعت فرمائیں جیسا کہ آپ  
 کی زندگی میں ہوتا تھا اور جیسا کہ قیامت میں ہوگا کہ مخلوق، آدم و نوح، ابراہیم خلیل،  
 موسیٰ کلیم، اور عیسیٰ رُوح اللہ (صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین) کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے پاس سب سے آخر میں حاضر ہوگی، اور آپ شفاعت کریں گے۔ اور دوسرے یہ کہ آپ  
 سے درخواست کے ساتھ خدا سے دُعا کی جائے کہ آپ کی شفاعت دُعا قبول فرمالے  
 جیسا کہ نابینا والی سابق الذکر حدیث میں ہے کہ اُس نے آپ سے دُعا و شفاعت  
 چاہی، آپ نے اسے منظور کیا، اور دُعا و شفاعت کی، مگر ساتھ ہی حکم دیا کہ خود بھی  
 دُعا کرے کہ خدا آپ کی دُعا قبول فرمالے۔ لیکن اگر یہ صورت نہ ہو، یعنی آپ سائل کے  
 حق میں دُعا نہ کر رہے ہوں تو آپ کی دُعا سے وسیلہ ایک غیر موجود چیز سے وسیلہ  
 ہوگا۔ آپ کی دُعا و شفاعت سے وسیلہ اسی وقت وسیلہ ہے جب آپ دُعا کریں،  
 ورنہ وہ وسیلہ ہی نہیں ہے۔ اسی قبیل سے استسقا، میں حضرت عمرؓ کی دُعا ہے جو

اوپر گزر چکی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ اور مسلمانوں نے حضرت عباسؓ کی دُعا کو وسیلہ بنایا مگر ساتھ ہی خود بھی دُعا کی تھی۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی شفاعت دونوں وسیلوں کے لئے ضروری ہوگا کہ خود وسیلہ چاہنے والا بھی ساتھ ساتھ دُعا کرے، ورنہ وہ وسیلہ نہ ہوگا۔ وسیلہ کی یہ چار قسمیں ہیں اور سب کی سب مشروع ہیں، اہل علم و ایمان میں سے کوئی بھی ان سے منکر نہیں ہو سکتا۔

## فصل (۱۲)

### اسلام کی پہلی بنیاد

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

دین اسلام دو بنیادوں پر قائم ہے: ایک "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اور دوسرے "محمد رسول اللہ"۔ پہلی بنیاد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ ٹھہرایا جائے، یعنی کسی مخلوق سے ویسی محبت نہ کی جائے جیسی اللہ سے کی جاتی ہے، کسی مخلوق سے ویسی امید نہ لگائی جائے جیسی اللہ کی ذات سے لگائی جاتی ہے، کسی سے اس طرح ڈرا نہ جائے جس طرح اللہ سے ڈرا جاتا ہے، کیونکہ ان باتوں میں کسی مخلوق کو بھی خالق کے برابر رکھنا، اللہ کی نظیر قائم کرنا اور اللہ کے ساتھ معبود ٹھہرانا ہے، اگرچہ ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھے کہ خدا ہی نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں۔

### مشرکین عرب کا عقیدہ

کیونکہ مشرکین عرب بھی اس بات کے قائل تھے کہ خدا ہی نے کائنات پیدا کی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَلَكِنَّ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ | اِذَا رَوَوْا مِنْهُ لَمَّا خَلَقَ السَّمَاوَاتِ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَيَسْئَلُنَّكَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَيْفَ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (۲۳: ۸۷) | کئے؟ کہہ دیجئے اللہ نے۔

لیکن باوجود اس اقرار کے بھی مشرک تھے اور خدا کے ساتھ دوسرے معبود رکھتے تھے۔ فرمایا:

أَتَشْكُرُونَ لِمَ كَانُوا يَكْفُرُونَ (۱۹: ۱۹) | کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور دوسرے معبود

بھی ہیں؟ اے رسول کہہ دو کہ میں اسکی گواہی نہیں دینگا۔

## خدا کی سی محبت کا شرک

ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر اور معبود

اختیار کرتے اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے

ہیں مگر جو ایمان والے ہیں وہ سب زیادہ اللہ

ہی سے محبت رکھتے ہیں۔

اور فرمایا: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ

يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ

كَحُبِّ اللَّهِ، وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ

حُبًّا لِلَّهِ - (۱۶۵: ۲)

وہ مشرک ہو گئے نہ اس لئے کہ اپنے معبودوں کو خدا کے ساتھ خالق مانتے تھے بلکہ

اس لئے کہ وہ ان سے خدا کی سی محبت کرتے تھے، کیونکہ وہ خالق تو صرف اللہ ہی کو

مانتے تھے اور اس صفت میں کسی کو بھی اس کا شریک نہ قرار دیتے تھے جیسا کہ فرمایا:

کیا انھوں نے خدا کے ایسے شریک بنائے ہیں

جنہوں نے خدا کی سی خلقت پیدا کی ہے اور یہ خلقت

ان پر مشتبہ ہو گئی ہے؟

أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا

كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ؟

(۱۶: ۱۳)

یہ استفہام انکاری ہے یعنی انہوں نے ایسے شریک نہیں بنائے جنہوں نے

(ان کے زعم میں بھی) خدا کی طرح مخلوق پیدا کی، بلکہ برا برا قرار کرتے رہے کہ ان

کے معبودوں نے ہرگز کوئی چیز بھی پیدا نہیں کی۔

## شفیع قرار دینے کا شرک

یہ (خدا کے بغیر خالق ماننا) تو انہوں نے نہیں کیا، البتہ انھیں اپنا شفیع اور

واسطہ قرار دیا، اور اسی لئے خدا کی نظر میں مشرک ہو گئے۔ فرمایا:

وہ اللہ کے سوا ایسوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ  
انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے ہیں  
یہ لوگ خدا کے ہاں ہمارے شفیع ہونگے۔ اے پیغمبر  
کہہ دے کہ کیا تم خدا کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جسے  
وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں، یا ان کے  
وہ ذات اور برتر ہے ان کے شرک ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا  
يُضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ  
هُوَ لَا يَشْفَعُ عِنْدَ اللَّهِ، قُلْ  
أَتُنَبِّئُوكُم بِاللَّهِ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي  
السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ، سُبْحَانَ  
وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ - (۱۸ : ۱۰)

اشخاص اور من دون اللہ کی گمراہی

اور صاحبِ بسین نے کہا:

مجھے کیا ہو گیا ہے کہ اُس کی عبادت نہ کروں جس نے  
مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ کیا  
اُس مجبور کے سوا دوسرے مجبور اختیار کر لوں کہ اگر  
رحمن مجھے کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو اُن کی شفا  
میرے کچھ کام بھی نہ آئے اور نہ مجھے بچا سکیں؟  
اگر میں ایسا کروں تو کھلی گمراہی میں ہوں پس میری  
سن لو کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں۔

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي  
وَالَّذِي تُرْجِعُونَ، أَمْ تَأْتِيهِمْ  
الْهِمَّةُ أَنْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ  
اللَّهِ شُرَكَاءَ لِيُتْرَكُوا لِمَا  
يُرِيدُونَ، أَمْ يَرْتَدُّونَ  
عَن رَحْمَتِ الرَّحْمَنِ بِضُرِّ  
لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا  
وَلَا يُنْقِذُونِ، إِنْ أَرَادْتُمْ  
مُنَافِقِينَ، إِنْ أَمَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ  
فَأَسْمِعُونِ - (۲۲ : ۳۶ تا ۲۵)

## فصل (۱۳) اسلام کی دوسری بنیاد

محمد رسول اللہ

یہ اسلام کی پہلی بنیاد تھی۔ اور دوسری بنیاد کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کی



عبادت اُسی طور پر کریں جس طور پر اُس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہمیں بتا دی ہے۔ پس اُس کی عبادت صرف واجبات و مستحبات ہی سے ہونا چاہئے۔ رہا مباح تو اگر اُس سے نیت، طاعتِ الہی ہو تو وہ بھی مستحب میں داخل ہے۔

دُعا بھی منجملہ عبادات کے ہے اس لئے صرف خدا ہی سے ہونی چاہئے۔ جو کوئی مردہ یا غیر حاضر مخلوقات سے دُعا کرتا اپنا ہانگتا اور فریاد کرتا ہے تو چونکہ اس فعل کا نہ اللہ نے حکم دیا نہ اُس کے رسول نے اُسے اجب یا مستحب بتایا، اس لئے وہ بدعت ہے، اُس کا مرتکب دین میں مبتدع، رب العالمین کے ساتھ مُشْرک اور بدعتِ غیر سبیل المؤمنین ہے۔

### ارتکابِ بدعت

اس طرح جو کوئی کسی مخلوق کی ذات کے حوالہ سے دُعا کرتا یا خدا کو مخلوقات کی قسم دلاتا ہے، وہ بھی ایک ایسی بدعت کا مرتکب ہے جس کی شریعتِ الہی میں کوئی بنیاد نہیں۔ اگر ایسا شخص اس بدعت کے مخالف کی مذمت کرتا یا اُسے سزا دینا چاہتا ہے، تو ظالم و جاہل ہے۔ اگر اُس کے جواز کا حکم دیتا ہے تو ایک ایسا حکم دیتا ہے جو دینِ الہی کے سراسر خلاف اور باجماعِ مسلمین مردود ہے، اُس کے حکم کی تنفیذ اور اُس کی اعانت کے بجائے اُس سے توبہ کرانی چاہئے، کیونکہ وہ خود سزا پانے کا مستحق ہے۔ یہ تمام باتیں جملہ مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہیں، کسی نے بھی ان میں اختلاف نہیں کیا، نہ ائمہ اربعہ نے اور نہ دوسرے علماء نے۔

ان امور پر مفصل بحث ہم ضخیم کتابوں میں کر چکے ہیں، جن میں ایک مستقل کتاب خاص اس بحث پر ہے کہ حکام کے لئے کن مسائل میں حکم دینا جائز ہے اور کن مسائل میں نہیں۔ یہاں اُس بیان کا اعادہ بے محل ہے کیونکہ اس وقت ہمارا موضوع توحید اور اُس کے مُتعلقات ہیں۔

اس کتاب کا نام "سیاسة الشرعیة" ہے اور اس کا ترجمہ بھی زیر ترتیب ہے۔ (ناشر)

# باب (۴)

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے کا فتویٰ

۱۱۷۳ھ میں جب میں ملک مصر میں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے کے متعلق میرے سامنے ایک استفتاء پیش کیا گیا تھا جس کا میں نے مفصل جواب لکھا تھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کر دیا جائے کیونکہ توجید اور اس کے متعلقات، شرک اور اس کے سبب پر بحث جتنی زیادہ اور متنوع ہوگی، اتنا ہی فائدہ زیادہ اور نور علی نور ہوگا، واللہ المستعان۔ استفتاء، اور جواب حسب ذیل ہے:

(ابن تیمیہ)

## فصل (۱)

### اجماع صحابہؓ اور مذہب اہل الشیخہ

#### استفتاء

علماء کرام ائمہ دین سے درخواست ہے کہ یہ مسئلہ بیان فرمائیں کہ انبیاء کو وسیلہ بنانے اور ان سے شفاعت چاہنے کی کونسی صورتیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز؟

جواب شیخ الاسلام

الحمد لله رب العالمین۔ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلعم قیامت کے

دن مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے مگر بعد اس کے کہ مخلوق آپ سے شفاعت کی درخواست کرے، نیز خدا آپ کو اس کی اجازت دے دے۔ اس بارے میں اہل سنت والجماعت وہی کہتے ہیں جس پر صحابہ کا اجماع تھا اور جسے بکثرت سابقہ ثابت کر رہی ہیں یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گنہگاروں حتیٰ کہ اہل کباہر کی بھی شفاعت کر سکتے، نیز تمام مخلوق کے لئے بھی آپ کی شفاعت ہوگی۔

### اقسام شفاعت

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو کئی قسم کی شفاعتیں حاصل ہیں، بعض خاص ہیں جن میں کوئی بھی شریک نہیں، اور بعض عام ہیں جو دوسرے انبیاء و صالحین کو بھی حاصل ہیں، مگر ان میں بھی آپ کا حصہ سب سے زیادہ اور بہتر ہے کیونکہ آپ مخلوقات میں سب سے افضل اور اللہ کی نظر میں سب سے معزز ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب و امتیازات اتنے ہیں کہ یہاں بیان نہیں ہو سکتے، انہیں میں ایک مقام محمود ہر جس پر تمام اگلے پچھلے رشک کرینگے شفاعت کی حدیثیں بکثرت و متواتر ہیں، متعدد حدیثیں صحیحین میں موجود ہیں اور بہت سی سنن و مسانید میں ملتی ہیں۔

### خوارج و منکرین کا عقیدہ

لیکن وعید یہ (خوارج کا ایک فرقہ ہے) اور معتزلہ کہتے ہیں کہ آپ صرف اولین ہی کے لئے شفاعت کرینگے اور یہ کہ اُس سے مقصود رفع درجات ہو گا نہ کچھ اور ان میں سے بعض تو شفاعت کے قطعی منکر ہیں۔

### زندگی میں شفاعت صحابہ

تمام علماء متفق ہیں کہ صحابہ آپ کی زندگی اور موجودگی میں آپ سے شفاعت پاتے اور آپ کو وسیلہ بناتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے کہ جب فوط پڑتا تھا تو حضرت عمرؓ، عباسؓ بن عبدالمطلب کے واسطے سے مینہ

کے لئے یوں دعا کرتے تھے:

اللهم انا كنا اذا اجدنا نتوسل  
اليك بنبينا فسقمنا وانا نتوسل  
اليك بعم نبينا فاسقنا۔

اے خدا، جب تم قحط میں مبتلا ہوتے تھے تو میرے  
صنوبر اپنے نبی کا وسیلہ لاتے تھے اور تو سیراب کر  
دیتا تھا آج ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ لاتے  
ہیں، تو ہمیں سیراب کر دے۔

نیز بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ بارہا ایسا ہوا کہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم پانی کے لئے دعا مانگتے ہوتے اور میں چہرہ مبارک پر نظریں جمائے شاعر  
کا یہ شعر دل میں پڑھتا ہوتا۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه شعال يايتامى عصمة للارامل

اگے رنگ والا جس کے مبارک چہرہ پر بادلوں سے پانی چھایا جاتا ہے،  
یتیموں کا سہارا ہے اور بیواؤں کا دانی، آپ دعا ختم کر کے منبر سے اترے بھی: سونے  
کہ پرنا لے چلنے لگتے۔

سابق حدیث میں حضرت عمرؓ کا قول (ہم اپنے نبی کو وسیلہ بناتے تھے) تمام  
احادیث استسقا میں بطور تفسیر و تشریح کے آیا ہے، اور اس سے مقصود طلب شفاعت  
ہے، یعنی یہ کہ صحابہؓ آپ سے دعا و شفاعت کی درخواست کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ التجا  
کرتے تھے کہ آپ کی دعا و شفاعت قبول فرمائے۔ خود ہم بھی آپ کو ہمارے باپ  
قربان! اپنا شفیع اور وسیلہ بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے!  
روین داروں اور نیکیوں کی سفارش

اسی طرح جب شام میں قحط پڑا تو معاویہ بن ابی سفیان نے یزید بن اسود البحرشی  
کو دعا میں وسیلہ بنایا، انہوں نے کہا:

اے آپ کے چچا ابوطالب کا شہر ہے۔

اللھم اننا نستشفع (او توسل) بخیارنا، یا یرید ارفع ید ینک، فرفع ید یہ وہ عاودہ الناس حتی سقوا۔

یعنی ہم اپنے نیکوں کی سفارش ریاوسیدہ لائے ہیں۔ اے یرید اپنے ہاتھ اٹھا۔ چنانچہ یرید نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور عاودہ عاودہ کی نیز تمام مسلمانوں کو عاودہ کی اور پانی برسے لگا۔

اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ بارش کے لئے دین داروں اور نیکو کاروں کے واسطے سے عاودہ جائے اور اگر وہ اہل بیت میں سے ہوں تو بہتر ہے۔

## فصل حقیقت استشفاع و توسل

مستدعی عنہ کا دعا کرنا

ہے استشفاع و توسل کی حقیقت صرف دعا چاہنا ہے، چنانچہ جس سے شفا یا دعا کی درخواست کی جاتی ہو وہ دعا کرتا ہے اور لوگ اُس کے ساتھ ہو کر دعا کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب عیسیٰ نبویؑ میں تھوڑا سا ایک اعرابی حاضر ہوا اور کہنے لگا اے رسول اللہؐ مال و متاع غارت ہو گیا اور راستے بند ہو گئے آپؐ نے دعا کی کہ میں اس مصیبت سے نجات دے، چنانچہ آپؐ نے دعا اٹھانے اور دعا کی:

اللھم اغثنا، اللھم اغثنا، اللھم اغثنا۔ اے خدا میں بچا، میں بچا، میں بچا۔

حدیث میں ہے کہ آسمان بالکل صاف تھا کہیں ایک پتی بھی ابر کی نہ تھی کہ بک ایک مندر کی سمت سے بادل اٹھا اور بارش شروع ہو گئی، پورا ایک منہتہ گزر گیا اور آسمان نے شوریج نہ دیکھا۔ جب حالت یہ ہوئی تو وہی یا کوئی اعرابی حاضر ہوا، اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ تمام راستے کٹ گئے اور گھر گر پڑے، دعا کیجئے کہ

خدا ہمیں اس سے نجات دے" آپ نے پھر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اللهم حوالینا ولا علينا، اللهم على  
الاکام والظراب ومنابت الشجر  
بطون الاودية -  
الطی ہم پر نہیں ہمارے گرد، الطی جھاڑیوں،  
جنگلوں کھیتوں اور وادیوں پر -

فوراً بادل اس طرح پھٹا جس طرح کپڑا پھٹتا ہے اور دیکھتے دیکھتے آسمان  
تس گیا۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں مشہور ہے۔  
اللہ کو سفارشی بنانا

اسی طرح سنن ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے عرض کی:  
انا نستشفع بك على الله ونستشفع  
بالله عليك -  
ہم تیری سفارش اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ  
کی سفارش تیرے سامنے لاتے ہیں۔

یہ سن کر آپ نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا، یہاں تک کہ خوف  
سے صحابہ کا رنگ فق ہو گیا، پھر فرمایا:

ويحكى اتدري ما تقول؟ ان الله لا  
يستشفع به على احد من خلقه، شان  
الله اعظم من ذلك -  
نادان تو سمجھتا بھی ہے جو کچھ کہہ رہا ہے؟ خدا  
کی سفارش اُس کی کسی مخلوق کے روبرو نہیں  
کی جاسکتی، اللہ کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے۔

طلب شفاعت دعا سے نہ کہ ذات سے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی بولچال میں کسی شخص  
سے شفاعت چاہنے کا مطلب اُس کی دعا سے شفاعت چاہنا تھا نہ کہ اُس کی ذات سے۔  
کیونکہ اگر ذات سے شفاعت و وسید مراد ہوتا تو خدا کے واسطے سے مخلوق سے سوال  
مخلوق کے درجہ سے خدا سے سوال کرنے سے زیادہ اولیٰ تھا، مگر چونکہ اس کا مطلب  
وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نستشفع بالله عليك

(اللہ کو تیرے سوا منہ سفارشی بناتے ہیں) کو ناپسند فرمایا اور نستشفع بک علی  
 اللہ (تیری سفارش اللہ کے روبرو پیش کرتے ہیں) پر اعتراض نہیں کیا۔ اور یہ  
 اس لئے کہ جس ذات سے دعا مقصود ہوتی ہے، شفیع اُس سے التجا کرتا ہے کہ  
 سائل کی مراد پوری کر دے اور ظاہر ہے کہ خدا اپنے کسی بندہ سے التجا نہیں کر سکتا  
 کہ سائل کی حاجت روائی کر دے۔

سراسر غلطی و گمراہی

روا شاعر کا یہ کہنا کہ:

شفیعی الیبت اللہ لا رب غیرہ وایس الی رد الشفیع سبیل

(تیرے پاس میرا سفارشی وہ خدا ہے جس کے سوا کوئی پروردگار نہیں) اور  
 اس سفارشی کی سفارش رد کرنے کی کوئی راہ باہر نہیں)۔ اسی طرح بعض اتحادیہ  
 (ایک گمراہ فرقہ ہے) کی یہ وایت کہ نبی صلعم کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کی سفارش پیش  
 کی گئی، تو یہ سب غلط اور گمراہی ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی سے التجا نہیں کرتا  
 خود اُس سے التجا نہیں کی جاتی ہیں اور اسی سے دعائیں ہوتی ہیں اور وہی مراد  
 پوری کرتا ہے۔

رسول کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت ہے

اطاعت صرف اسی کی اطاعت ہے اور کسی کی نہیں۔ البتہ چونکہ خود اُس  
 نے اپنے رسولوں کی بھی اطاعت فرمائی ہے اِس لئے اُن کی اطاعت  
 کی جاتی ہے اور وہ جو شخص اِس لئے کہ اُن کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت ہے  
 کیونکہ رسول اللہ کا پیغام پہنچاتے اور اُس کے امر و نہی سے آگاہ کرتے ہیں۔  
 اِس لئے جو اُن کی فرمانبرداری کرتا ہے، خود اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور جو اُن  
 سے بیعت کرتا ہے، خود اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتا ہے۔ فرمایا:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ مِنْ زَكَاةٍ إِلَّا لِيُطَاعَ  
بِإِذْنِ اللَّهِ ( ۵۰۵ )

اور فرمایا: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ  
فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ( ۵۰۵ )

اہل علم و اولوالامر کی اطاعت

ہم نے تمام رسول پر ہی لئے پیچھے کہ خدا کے حکم سے  
ان کی اطاعت کی جائے۔

ہم نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بیشک  
اللہ کی اطاعت کی۔

اسی طرح اہل علم اور حکومت میں سے اولوالامر کی اطاعت بھی واجب ہو کر صرف  
اسی وقت جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیں جیسا کہ حدیث صحیح میں  
ہے کہ فرمایا:

عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي  
عَسْرِهِ وَيُسْرِهِ وَمَنْشَطِهِ وَمَكْرَهَتِهِ مَا مِمَّا  
يُؤْمَرُ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ فَإِذَا أَمَرَ بِمَعْصِيَةِ  
اللَّهِ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ -

اور فرمایا:

جب تک اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے مسلمان  
پر تشنگی و فراخی، تکلیف اور راحت ہر حال میں اطاعت  
واجب ہے، لیکن جب اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا  
جائے تو نہ سننا ہے نہ اطاعت کرنا۔

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق -

خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی بھی اطاعت نہیں

## فصل

حکیم نبویؐ و سفارش سے استدلال

حضرت بکرہ کا واقعہ

راشداست کرنے والا، تو یہ ایک سائل ہے اور شفاعت میں اس کی اطاعت  
واجب نہیں اگرچہ کئی بڑا ہو، چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جب بکرہ آزلو ہوگی



اور اسے اختیار مل گیا کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا جدا ہو جائے تو اس نے شوہر کو الگ کر دیا، جس سے وہ نہایت رنجیدہ ہوا اور شب و روز روئے دھوئے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حالت پر رحم آیا اور بریرہ سے فرمایا کہ جاننے کے لئے اس پر اس نے سوال کیا: انا صرنی؟ (کیا یہ آپ کا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا:

لا انما انا شافع، نہیں میں تو صرف شفیع اور سفارشی ہوں۔  
 دیکھو عورت نے نوراً پوچھا کیا آپ حکم دیتے ہیں؟ اور آپ نے جواب دیا کہ حکم نہیں دیتا بلکہ شفاعت (سفارش) کرتا ہوں۔ تو چونکہ سلمانوں کو اس پر یسٹم تھا کہ رسول اللہ کا حکم واجب الطاعت ہے نہ کہ آپ کی شفاعت و سفارش اس لئے جب بریرہ نے آپ کا مشورہ ماننے سے انکار کر دیا تو اسے فراموشی کی علامت نہ کی۔  
**شان جہل و علی، ارفع و اعلیٰ**

جب رسول اللہ کی شفاعت کا یہ حال ہے تو اور مخلوقات کی شفاعت، سمجھ لو کیا درجہ رکھتی ہے: پھر اللہ جل و ثللی کی شان اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ اپنی کسی مخلوق کے سامنے سفارشی بن کر جانے اور اس کے حضور کوئی بغیر اس کی مرضی پائے شفاعت کی جرات کر سکے۔ فرمایا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَ اللَّهِ  
 بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ، لَا يَسْبِقُونَهُ  
 بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ وَإِلَهُكُمْ  
 مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا  
 يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَرَهْمَةً  
 مِنْ حَشِيَّتِهِ مَشْفِقُونَ أَوْ مَنْ يَنْتَقِلُ  
 مِنْهُ خُرَابًا مِنْ دُونِهِ قَدَالِكِ

انہوں نے کہا رحمن بیٹا رکھتا ہے، پاک ہے اس کی ذات بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں جو اس کے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ان کا انکار کیا ہے حال اسے سلام ہے وہ کسی کے حق میں سفارش نہیں کر سکتے مگر رحمت ان کے حق میں کرتا پسند فرماتے اور وہ اس کی رحمت سے ہمیشہ فائدہ دیتے ہیں۔ ان میں سے جو کوئی کہے

مَجْزِيَهُ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَحْسِرُ

وے کہ خدا نہیں میں معبود ہوں تو ہم اس کو جہنم کی  
سزا دینگے، کبوتوں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

الظَّالِمِينَ (۲۱ : ۶۶ تا ۲۹)

## دُنیا و آخرت میں شفیع

سابق حدیث بتاتی ہے کہ نبی ﷺ کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کی  
جاسکتی ہے یعنی آپ کو دنیا و آخرت میں شفیع بنانا درست ہے۔ آخرت میں آپ کی  
شفاعت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے مابین فیصلہ کرے اور انہیں جنت بخشے، نیز  
آپ اپنی امت کے اہل کبائر اور بعض ایسے لوگوں کے حق میں بھی شفاعت فرمائیں گے جو  
دوزخ کے مستحق ہیں کہ ان پر رحم کیا جائے اور بعض جو جہنم میں جا چکے ہیں نکال لے  
جائیں گے۔

## اہل کبائر کے لئے شفاعت

جمہور علماء و ائمہ متفق ہیں کہ نیکو کاروں اور ثواب کے مستحقوں کے لئے آپ  
شفاعت فرمائیں گے۔ لیکن بہت سے بدعتی، خارجی اور معتزلی اہل کبائر کے حق میں آپ کی  
شفاعت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے حق میں آپ سرے سے شفاعت ہی نہ کریں گے،  
کیونکہ ان کے زعم میں اہل کبائر کی نہ بخشش ہوگی اور نہ جہنم میں جانے کے بعد وہ نکالے  
جائیں گے۔ برخلاف ان کے صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ اسلام اور تمام اہل سنت و جماعت کا  
مذہب یہ ہے کہ آپ اہل کبائر کے لئے بھی شفاعت کریں گے اور یہ کہ اہل ایمان میں  
کوئی بھی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے نہ رہے گا بلکہ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو  
وہ ایک نہ ایک دن خدا کے حضور چھٹکارا پا جائے گا۔

## صحیحاً یہ زندگی میں درخواست کرتے

لیکن یہ استسقاء (پانی مانگنا)، استشفاع (شفاعت چاہنا) اور توسل (وسیہ  
بنانا)، آپ سے ہو یا کسی دوسرے سے صرف زندگی ہی میں ہو سکتا ہے، یعنی یہ کہ حیات

مبارک ہیں آپ سے دُعا کی درخواست کی باقی اور آپ کا کر دیتے۔ صحابہؓ آپ کو جو وسیلہ بناتے تھے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ کی دُعا وسیلہ ہوتی ہے اور شفاعت بھی دُعا ہے۔

### عدم موجودگی میں تعامل صحابہؓ

برخلاف اس کے آپ کی موجودگی یا عدم موجودگی یا وفات کے بعد آپ کی ذات سے وسیلہ چاہنا، مثلاً خدا کو آپ کی یا کسی اور نبی کی ذات کی قسم دلانا، یا انکی دُعاؤں کو چھوڑ کر صرف ان کی ذات کے حوالہ سے دُعا کرنا، تو یہ بات صحابہؓ و تابعین میں مشہور نہ تھی، بلکہ ان کا عمل اس کے خلاف تھا۔ چنانچہ عمر بن الخطابؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ اور ان کے ساتھ کے تمام صحابہؓ و تابعین نے جب قحط میں مبتلا ہوئے تو دُعا میں ان لوگوں کو وسیلہ بنایا جو زندہ تھے مثلاً عباسؓ بن عبدالمطلب اور زید بن الاسود، اور ایسی سخت مصیبت میں بھی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا، نہ آپ سے دُعا کی درخواست کی، نہ آپ کی قبر پر باکرنہ کہیں اور، بلکہ آپ کے بجائے زندہ آدمیوں کو لیا، اور حضرت عمرؓ نے اپنی دُعا میں اس فعل کی تشریح یہ کہہ کر کر دی کہ: اے خدا ہم تیرے حضور اپنے نبی کو وسیلہ لایا کرتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، ہمیں سیراب کرے۔ حضرت عمرؓ اور صحابہؓ نے حضرت عباسؓ کے وسیلہ کو رسول اللہ کے وسیلہ کا عوض و بدل قرار دیا، کیونکہ اب وفات کے بعد آپ سے اس طرح وسیلہ چاہنے کی کوئی مشروع صورت باقی نہ رہی تھی، اور اگر ہوتی تو ان کے لئے آسان تھا کہ سیدھے قبر نبویؐ پر پہلے جاتے اور اس طرح کی کوئی دُعا کرتے جس صرح کی بعض لوگ کیا کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اے خدا ہم تجھے تیرے نبی کا واسطہ دیتے یا تیرے نبی کی حرمت سے سوال کرتے ہیں۔

# فصل

## دُعَا كَوَالِهٖ جَاهٌ وَحُرْمَتِ نَبْوِيٍّ

جھوٹی حدیث

بعض جاہل یہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا: جب دُعا کرو تو میرے جہاں و حرمت کا حوالہ دیا کرو کیونکہ خدا کی نظر میں میرا جہاں بہت بڑا ہے۔ یہ حدیث بالکل جھوٹی ہے اور مسلمانوں کی کسی ایسی کتاب میں موجود نہیں جو محدثین کے نزدیک معتبر ہو بلکہ کسی محدث نے بھی اسے کہیں روایت نہیں کیا اور نہ کسی نے اس کی تصدیق کی۔

حضرت موسیٰ کی وجاہت

یہ بالکل درست ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام انبیاء و مرسلین کے جہاں سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام و جیہ ہیں فرمایا:

اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تمہوں سے بری کر دیا اور اللہ کے نزدیک موسیٰ بڑے آبرو دار تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخَرُوا  
كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَأَهُ اللَّهُ  
مِمَّا قَالُوا، وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا  
(۳۳ : ۶۹)

حضرت عیسیٰ کی عزت و آبرو۔ اور فرمایا:

جب ملائکہ نے کہا کہ اے مریم خدا تجھے اپنے کلمے (یعنی مسیح) کی بشارت دیتا ہے اُس کا نام عیسیٰ

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ  
يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ، اسْمُهُ الْمَسِيحُ

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيسَا فِي الدُّنْيَا | بن مریم ہوگا اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں  
وَالْأَحْزَابِ مِنَ الْمُقَدَّمِينَ (۲۵: ۴) | آبرو والا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا۔

### رسول اللہ کی فضیلت

پس جب موسیٰ و عیسیٰ خدا کی نظر میں وجہ ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ کی جاہ کا  
کیا پوچھنا ہے کہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں، مقام محمود کے وارث ہیں کہ جس  
پر تمام اگلے پچھلے رشک کر نیے، کوثر و حوس کے پانے والے ہیں کہ جس کے علم  
آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہونگے اور جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید  
شہد سے زیادہ شیریں اور ایسا ہوگا کہ جو ایک مرتبہ پی لیگا کچھ بھی پیسا نہ ہوگا  
قیامت کے دن صاحب شفاعت ہیں جبکہ تمام انبیاء اس سے بچا جائیں گے  
آدم و نوح، ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ (صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین) میں سے کوئی بھی  
اس کے لئے آگے نہ بڑھے گا تو اس وقت آپ سامنے آئیں گے اور شفاعت کرینگے  
پھر آپ ہی صاحب علم ہونگے کہ جس کے نیچے آدم اور ان کی تمام ذریعات ہوگی جب  
پیغمبر جمع ہوں گے تو آپ ہی ان کے امام ہوں گے اور جب حضور خداوندی ہیں  
جائیں گے تو آپ ہی ان کے خطیب ہوں گے، آپ کا جاہ خدا کی نظر میں تمام  
انبیاء سے زیادہ ہے کیونکہ آپ سب افضل ہیں۔

### دربار خداوندی میں لب کشائی

لیکن اس کے باوجود یاد رکھنا چاہئے کہ مخلوق کا جاہ خدا کی نظر میں ایسا نہیں  
ہوتا جیسا خود دوسری مخلوق کی نظر میں ہوتا ہے، کیونکہ دربار خداوندی میں  
اُس کے اذن کے کسی کو بھی لب کشائی اور شفاعت کی حرأت نہ ہوگی۔ فرمایا:

إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ | جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں سے بندہ ہو کر  
إِلَّا أَنِي الشَّرْحَمِ عَبْدًا، لَقَدْ أَحْصَاهُمْ | زمین کے روبرو حاضر ہوگا اُس نے انہیں شمار

کیا ہے اور خوب اچھی طرح گہن لیا ہے۔

اور فرمایا:

نہ مسیح اس سے گردن کشی کرے کہ خدا کے بند ہوں اور نہ ملائکہ مقربین، اور جو کوئی اس کی عبادت سے گردن کشی کرے اور تکبر ہو جاوے گا تو اللہ عنقریب سب کو جمع کرے گا۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے تو اللہ انھیں ان کا پورا پورا ثواب دے گا اور اپنے فضل سے اور زیادہ کر دے گا، لیکن جنہوں نے گردن کشی کی اور تکبر کیا تو خدا انھیں سخت عذاب دے گا اور وہ خدا کے علاوہ کسی کو بھی اپنا دوست اور مددگار نہ پاسکیں گے۔

وَعَدَّ هُمْ عَدَاۗءًا (۱۹: ۹۳-۹۴)

گردن کشی مستوجب سزا ہے

لَنْ كُنتَ تَكْفُرُ الْمَسِيحُ اِنْ يَكُوْنُ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ، وَمَنْ يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَةِ رَبِّهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَمَيْعَشْرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ، وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنكَفُوْا وَاَسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وٰلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔ (۱۴۲: ۴-۱۴۳)

مخلوق کی مخلوق کے پاس سفارش

بہر حال اس کے مخلوق، مخلوق کے پاس بلا اجازت بھی سفارش کر سکتی ہے کیونکہ وہ حصولِ مطلب میں اس کی شریک ہے، لیکن خدا کا کوئی بھی شریک اور سا جھی نہیں۔ فرمایا:

اے پیغمبر! کہہ دے کہ ان لوگوں کو پکارو جنہیں تم خدا کے علاوہ سمجھے بیٹھے ہو، وہ آسمانوں میں نہ زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک ہیں اور نہ ان کی ان میں کوئی شریک ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا پشت پناہ ہے۔ اللہ کے ہاں شفاعت اسی کو فائدہ پہنچا سکتی جس کے حق میں وہ شفاعت کی اجازت دے گا۔

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ، لَا يَسْمَعُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهَا مِنْ شَرِكٍ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ ظٰهِیْرِ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ اِلَّا لِمَنْ اٰذِنَ لَهُ۔ (۲۳: ۲۳-۲۴)

# فصل شُرک اور تعظیمِ قبور

## سب سے پہلی دس صدیاں

بکثرت احادیث وارد ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو مسجد قرار دینے سے منع کیا اور ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ پھر خود اپنی قبر کو بھی مزار بنانے کی ممانعت کر دی۔ اور یہ اس لئے کہ انسانوں میں سب سے پہلے شرک قوم نوحؑ میں پیدا ہوا جیسا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ آدم اور نوح (علیہما السلام) کے مابین دس صدیاں ایسی گزریں کہ سب لوگ اسلام پر قائم تھے۔

## قوم نوحؑ اور آغازِ شرک

صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوحؑ سب سے پہلے رسولؑ ہیں جنہیں خدا نے زمین والوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ قوم نوحؑ کی حالتِ خدانے اس طرح بیان کی ہے کہ اُس نے آپس میں کہا:

لَا تَدْرُونَ إِلَهَتَكُمْ وَلَا تَدْرُونَ وِدَاءَ  
وَأَلْسُوَاعًا وَلَا يَعْوُثُ وَيَعْوُقُ وَنَشْرًا  
اپنے مجبودوں کو نہ چھوڑنا، اور وہ کو نہ سوارِ کب  
ذی عوث و یعوق کو چھوڑنا، انہوں نے بہتوں  
وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا۔ (۲۲: ۲۳) کو گمراہ کیا ہے۔

علماء سلف میں سے متعدد آدمیوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کے نام آئے ہیں وہ قوم نوحؑ میں صالح لوگ تھے، جب مرے تو ان کے ہم قوم ان کی قبروں کی تعظیم کرنے لگے اور جب اس طرح ایک مدت گزر گئی تو ان کی پرستش کرنے لگے۔ امام بخاریؒ نے اسے اپنی صحیح میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے اور تصریح کی

ہے کہ پھر یہ معبود عرب میں منتقل ہوئے۔  
**شُرک کی جڑ کاٹنا اور صحابہ کا عمل**

چونکہ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اجمعی طرح جان چکے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے قبروں کو مسجد قرار دینے کی ممانعت کر کے شرک کی جڑ کاٹ دی ہے اگرچہ نماز پڑھنے والا خدا ہی کے لئے نماز پڑھ رہا ہو، اس لئے وہ ایسا نہ کرتے تھے۔ اسی طرح صحابہ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلعم سے وسیلہ چاہنا، آپ پر ایمان، آپ کی اطاعت و محبت و موالات سے اور آپ کی دعا و شفاعت سے وسیلہ چاہنا ہے، اس لئے وہ آپ کی وفات کو وسیلہ نہ بناتے تھے۔ پس جبکہ صحابہ نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کی اور نہ اس طرح کی دعائیں مانگیں، حالانکہ ان کا علم ہم سے زیادہ تھا اور خوب جانتے تھے کہ اللہ اور اس کا رسول کو کسی بات پسند کرتا ہے، اس نے کون دعائوں کی تلقین کی ہے اور کونسی دعائیں مقبول ہونے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں، بلکہ انہوں نے وفات نبوی کے بعد حضرت عباسؓ وغیرہ کو وسیلہ بنا یا جو رسول اللہ کے مقابلہ میں کم درجہ تھے، تو اس سے معلوم ہوا کہ وفات کے بعد آپ کے وسیلہ چاہنا ممکن نہ رہا تھا اگر ممکن ہوتا تو وہ آپ کو چھوڑ کر ہرگز کسی دوسرے کو وسیلہ نہ بناتے۔

**قبر کو زیارت گاہ بنانے کی ممانعت**

امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا یا میری قبر کو بت نہ کہجیو کہ جس کی پرستش کی جائے،  
 نہ ان لوگوں پر سخت آراغی ہے جنہوں نے اپنے  
 پیغمبروں کی قبروں کو مسجد ٹھہرا لیا۔

اللهم لا تجعل قبری وثناً يعبد  
 اشتد غضب الله على قوم اتخذوا  
 قبورا نبياء هم مساجد -

سنن ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا:

میری قبر کو زیارت گاہ نہ بنانا، بلکہ جہاں کہیں بھی ہو

لا تتخذوا قبری عیذا، وصدوا علی



حيث ما كنتم فان صلاتكم تبغى - مجھ پر رو رو بھیجو کیونکہ تمہارا رو رو مجھے پہنچ جاتا ہے۔  
صحیحین میں ہے کہ آپ نے مرض موت میں فرمایا:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا  
قبور انبياءهم مساكناً يعذروا  
فعلوا، قالت عائشة ولولا ذلك  
لا برز قبره ولكن كره ان يتخذ مسجداً  
يہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہے کہ انہوں نے اپنے  
پیغمبروں کی قبروں کو مسجد قرار دے لیا۔ راوی کہتا  
ہے آپ نے ایسا کرنے سے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے۔  
حضرت عائشہ فرماتی ہیں اگر یہ ڈرنے ہوتا تو آپ کی قبر  
کھلی جگہ میں بنائی جاتی مگر مسجد بن جانے کے خوف سے یہ ناپسند کیا گیا۔

### وفات سے پانچ دن پہلے اعلان

صحیح مسلم میں جناب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات  
سے صرف پانچ دن پہلے فرمایا:

انی ابرأ الى الله ان يكون لي منكم  
خليل، ولو كنت ممن اتخذوا  
لا اتخذت ابا بكر خديلا، فان الله قد  
اتخذني خديلا كما اتخذ ابراهيم خديلا۔  
میں اس بات سے اپنی برأت کا اعلان کرتا ہوں  
کہ تم میں سے کوئی شخص میرا خلیل نہ ہو، اگر میں اپنی  
امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا یہ  
اس لئے کہ خدا نے مجھے اسی طرح خلیل بنا لیا ہے۔

۱۔ یہ تو نبی صلعم، صحابہ اور سنت امت کے اقوال و افعال ہیں مگر آج کل کے مدعیان اسلام کا کیا حال ہے؟  
بجائے اس کے کہ قبر پرستی کو اسلام کے خلاف سمجھا جاتا، آج یہی قبر پرستی اسلام کا بڑا پرستی کی سب سے  
بڑی علامت سمجھی جا رہی ہے۔ نجدیوں کے برخلاف یہ تمام منگامہ صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے چند گنبد  
قبروں پر سے ڈھا کر حکیم نبوی کی تمجیل کی ہے۔ لیکن آج کل کے مسلمانوں کے نزدیک ان کا یہی شرعی فعل  
شُرک، بدعت اور کفر سمجھا جاتا ہے۔ یہ صرف عوام ہی کا حال نہیں ہے بلکہ بہت سے مدعیان علم و ہدایت  
کا بھی ہے۔ شوان دین فروش علماء سے مسلمانوں کو نجات دے۔

۲۔ خلیل بہت زیادہ گہ سے دوست کو کہتا ہیں۔

جس طرح ابراہیمؑ کو بنایا تھا۔ جو لوگ تم سے پہلے  
تھے اپنے قبروں کو مسجد ٹھہرا لیا کرتے تھے،  
خبردار تم قبروں کو مسجد نہ ٹھہرانا، میں تمہیں اس سے  
منع کرتا ہوں۔

ان من كان قبلكم كانوا يتخذون  
القبور، الا فلان تتخذوا القبور،  
مساجد فاني انها كدر عن  
ذالك۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا:

مجھے اُس طرح نہ چڑھانا جس طرح عیسائیوں نے  
عیسیٰ بن مریمؑ کو چڑھا دیا ہے، میں تو صرف ایک  
بندہ ہوں، لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔

لا تطرونی كما اطرت النصارى عیسی  
بن مریم فانما انا عبد فقولوا  
عبد الله ورسوله۔

## فصل

ناہینا والی حدیث پر ایک نظر

نبیؐ کا وسیلہ چاہنا

ترمذیؒ نے ایک حدیث صحیح میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ایک شخص کو یہ دعا تلقین فرمائی:

خدا یا میں تیرے حضور تیرے نبی محمد نبی الرحمة کا وسیلہ  
پیش کرتا ہوں، اے محمدؐ رسول اللہ! میں اپنی اہل منزلت  
میں تجھے اپنے رب کے سامنے وسیلہ بناتا ہوں تاکہ وہ اسے  
پورا کرے، اے خدا میرے حق میں رسول اللہ کی سفارش منظور کر۔

اللهم انى اسألك واتوسل اليك بنبيك  
محمد نبى الرحمة يا محمد! يا رسول الله!  
انى اتوسل بك الى ربي فى حاجتى  
ليفضيها لى، اللهم شفعه فى۔

تو چاہے تو دعاء کروں

نیز ترمذیؒ دا بن مابہ میں عثمان بن عقیفؓ سے مروی ہے کہ ایک ناہینا نبی صلیم

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا دعا کیجئے کہ خدا مجھے اچھا کرے۔ آپ نے فرمایا  
 ”اگر تو چاہے تو دعا کروں اور اگر چاہے تو صبر کر جو تیرے حق میں زیادہ بہتر ہے؟ اس  
 نے کہا نہیں، دعا کیجئے۔ چنانچہ آپ نے اُسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ  
 دعا مانگے:

خدا یا میں تیرے نبی محمد، نبی الرحمتہ کے درجہ تہجد سے  
 سوال کرتا اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اور میں  
 اللہ کے محمد میں تیرے واسطہ سے اپنے رب کی طرف  
 اپنی اس ضرورت کے لئے متوجہ ہوتا ہوں تاکہ پوری ہو  
 جائے، اے خدا میرے حق میں سوال اللہ کی سفارش منظور کر۔

اللھم انی اسألك واتوجه الیک  
 بنبیتک محمد نبی الرحمتہ۔ یا رسول اللہ  
 یا ربی انی و جھت بک الی ربی  
 فی حاجتی ہذہ لتقضى۔ اللھم  
 فشفعہ فی۔

### امام احمد کی روایت

امام احمد نے بھی اپنی سند میں یہی حدیث روایت کی۔ ہے اور دعا اس طرح

نقل کی ہے کہ اندھے نے کہا:-

خدا یا میں تیرے نبی محمد بنی الرحمتہ کے ذریعہ اپنی اس ضرورت  
 میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ پوری ہو جائے  
 اے خدا میری سفارش رسول اللہ کے حق میں، اور  
 رسول اللہ کی میرے حق میں قبول کر۔

اللھم انی اسألك واتوجه الیک بنبیتک  
 محمد نبی الرحمتہ یا محمد انی اتوجه بک  
 الی ربی فی حاجتی ہذہ فتقضى۔  
 اللھم فشفعنی فیہ وشفعہ فی۔

### غلط فہمی کا ازالہ

اس حدیث میں آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا ثابت ہے جس سے بعض لوگوں  
 نے یہ سمجھا ہے کہ زندگی اور وفات ہر حالت میں آپ کے وسیلہ چاہنا جائز ہے اور یہ کہنا  
 کہ نابینا اور صحابہ آپ کی زندگی میں آپ کی ذات سے وسیلہ چاہتے تھے، یعنی خدا کو  
 آپ کی قسم دلاتے یا آپ کی ذات کے حوالہ سے دعا کرتے تھے، اور یہ کہ آپ کو وسیلہ

بنانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ بھی دعا کریں یا آپ کی اطاعت کی جائے۔  
بلکہ ان کے خیال میں خدا محض یہ کہہ دینے سے مراد پوری کر دیتا ہے کہ ہم رسول اللہ  
کو وسیلہ بناتے ہیں، عام اس سے کہ آپ موجود ہوں یا وفات پا چکے ہوں، عام اس  
سے کہ آپ دعا کریں یا نہ کریں، عام اس سے کہ آپ کی اطاعت کی جائے یا نہ کی جائے؟  
حالانکہ یہ خیال باطل اور شریعت اور قانونِ قدرت دونوں کے مخالف ہے۔

### دونوں صورتوں میں فرق

پھر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ نابینا کا واقعہ ایک نظیر ہے اور  
اس طرح کے تمام حالات میں حجت ہے حالانکہ یہ غلط ہے، کیونکہ ان دونوں صورتوں  
میں شرعاً و عقلاً بڑا فرق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا نہیں کی، اگر دعا کی تو  
اس کا حکم دوسرا ہے اور اگر نہیں کی تو پھر اس کا حکم کچھ اور ہے، دونوں صورتیں  
ایک نہیں ہیں کہ ایک کو دوسری پر قیاس کر لیا جائے۔ نابینا والی حدیث میں  
تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں شفاعت کی تھی اور  
اسی لئے اندھے کو دعا میں یہ کہنے کا حکم دیا تھا کہ اللھم شفّعه فی (اے خدا  
رسول اللہ کی دعا میرے حق میں قبول فرما) پھر اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس سے  
فرمایا: ان شئت صبرت وان شئت دعوت لك (اگر تو چاہے تو صبر کر اور  
چاہے تو دعا کروں) اس نے کہا بلکہ دعا کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نے آپ  
سے دعا کی درخواست کی تھی، آپ نے اسے حکم دیا کہ نماز پڑھے اور خود بھی اپنے حق میں  
دعا کرے اور کہے: شفّعه فی (میرے حق میں رسول اللہ کی دعا قبول کر)۔

### نبی سے واسطہ کے معنی

اس سے صحت ثابت ہوا کہ اس کا دعا میں کہنا کہ اسالك واتوجه اليك  
بنبیت محمد (تیرے نبی کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف متوجہ

ہوتا ہوں) کے معنی یہ تھے کہ تیرے نبی محمد کی دعا و شفاعت سے وسیلہ چاہتا ہوں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی دعا میں کہا تھا کہ "اے خدا جب ہم قحط میں گرفتار ہوتے تھے تو تیرے نبی کا وسیلہ لاتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا۔"

### دونوں احادیث کا تطابق

پس یہ دونوں حدیثیں ایک ہی قسم کی ہیں اور ایک ہی معنی ظاہر کرتی ہیں اور یہ کہ رسول اللہؐ کی حیات میں صحابہؓ آپ کی دعا و شفاعت کو وسیلہ بنا یا کرتے تھے یہ نہ تھا کہ آپ کی ذات کو وسیلہ قرار دیتے ہوں یا وفات کے بعد بھی آپ سے وسیلہ چاہتے ہوں۔ بلکہ وفات کے بعد وہ آپ کی جگہ اور لوگوں کو وسیلہ بناتے تھے حالانکہ اگر زندگی اور موت دونوں صورتوں میں آپ سے وسیلہ برابر ہوتا اور آپ کے دعا کرنے اور نہ کرنے میں کوئی فرق نہ ہوتا تو وہ کسی حال میں بھی آپ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف رجوع نہ کرتے۔

### صحابہ کا عمل خلاف شرع نہیں

اسی طرح اگر وہ اندھا آپ کو وسیلہ بنائے جس کے لئے آپ نے دعا نہیں کی، اُس اندھے کی طرح ہوتا جس کا ذکر حدیث میں ہے تو تمام نابینا صحابہؓ یا ان میں سے کوئی ایک ہی دو ایسا کرتے۔ لیکن جب ان میں سے کسی نے بھی اس طرح کی کوئی بات نہیں کی بلکہ اس کے برخلاف عمل کیا تو معدوم ہوا کہ جس چیز کو انھوں نے ترک کر دیا وہ مشروع نہیں اور جس پر عمل کیا وہ مشروع ہے، کیونکہ وہی لوگ سابقون الاولون ہیں، مہاجرین و انصار اور تابعون لھم باحسان ہیں، ہم سے زیادہ اللہ اور رسولؐ کی معرفت رکھتے تھے، ہم سے زیادہ اللہ اور رسولؐ کے حقوق جانتے تھے، اور ہم سے زیادہ سمجھتے تھے کہ کونسی دعا مشروع ہے، کونسی نافع ہے، کونسی غیر مشروع ہے اور کونسی غیر نافع ہے۔ حالانکہ وہ سخت سے سخت مسائب میں پڑے اور ان سے مخلصی پانے کے لئے سب پر ہمتیں کئے مگر یہ بات کبھی نہ کی۔

# فصل

## فقہاء و صحابہ اور مسئلہ طلبِ دعاء

### آنحضرت کی زندگی میں دعاء کی التجا

اسی لئے فقہاء نے اپنی کتابوں میں استسقاء کے متعلق وہی لکھا ہے جو صحابہ نے کیا تھا، اور جو انہوں نے نہیں کیا اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ سے وسیلہ چاہنا آپ سے دعاء کی التجا کرنا تھا جو مشروع تھا چنانچہ مسلمان آپ کی زندگی میں ہمیشہ آپ سے دعاء چاہا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ نے سفرِ آخرت اختیار کیا تو صحابہ نے آپ سے کبھی دعاء کی درخواست نہیں کی، نہ آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر اور نہ کسی اور کی قبر پر، جیسا کہ بہت لوگ صحابین کی قبروں پر جا کر اپنی مرادیں مانگتے یا خدا کو ان کی قسمیں دلاتے ہیں۔

### ہرمومن سے طلبِ دعا مشروع

بلکہ ہرمومن سے دعا طلب کرنا مشروع ہے حتیٰ کہ اگر حدیث صحیح ہو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے جب وہ عمر کے لئے جانے لگے فرمایا: لا تنسنا یا اخی من دعائک (برادر! اپنی دعا میں ہمیں فراموش نہ کرنا) اسی طرح حکم دیا کہ اولیں قرنیہ سے مغفرت کی دعا چاہنا، اگرچہ دعا چاہنے والا اولیں سے کہیں افضل تھا۔

### امت سے دعا چاہنا طلبِ حاجت نہیں

بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم المؤذن، فقولوا مثل ما قال، جب مؤذن کو سنو تو ویسا ہی کہو جیسا وہ کہتا ہے  
 يقول: ثم صلوا علی فانہ من صلی علیکم، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود

بھیجتا ہے خدا اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے پھر  
میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو جو جنت میں ایک درجہ  
ہے اور اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندہ  
کے لئے نر اور ہے، مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہی  
ہوں جس نے مسیحہ کے لئے وسیلہ کی دعا کی اس کے  
لئے قیامت میں میری شفاعت حلال ہوگئی!

مرّة صلّى الله عليه عشرا، ثم سلوا  
الله لي الوسيلة فانها درجة في  
الجنة لا تمنعني الا لعبد من اباد  
الله، وارجو ان اكون انا ذلك العبد  
من سأل الله لي الوسيلة حدث عليه  
شفاعتي يوم القيامة -

حالانکہ آپ کا امت سے اپنے لئے دعا چاہنا، مخلوق سے حاجت طلب کرنا  
تھا بلکہ امت کو ایک تعلیم تھی جس سے اُسے دین میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔  
ہمارے ثواب کے برابر ثواب آپ کو

چنانچہ جب ہم ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجتے ہیں تو خدا ہم پر دس مرتبہ درود  
بھیجتا ہے اور اگر ہم آپ کے لئے وسیلہ کی دعا کرتے ہیں، قیامت کے دن آپ کی  
شفاعت ہمارے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ پھر جتنا ثواب اپنی نیکیوں پر ہمیں حاصل ہوتا ہے  
ٹھیک اتنا ہی آپ کو بھی مل جاتا ہے بغیر اس کے کہ ہمارے اجر میں ذرا بھی کمی ہو، کیونکہ  
آپ نے فرمایا ہے:

جس نے کسی ہدایت کی طرف بلا یا تو اُسے اُن لوگوں کے  
ثوابوں کی طرح ثواب ملیگا جنہوں نے اُسکی پیروی  
کی بغیر اس کے کہ خود اُن کے ثوابوں میں کچھ بھی  
کمی کی جائے۔

من دعالی هدى، كان له من  
الاجر مثل اجر من تبعه من غير  
ان ينقص ذلك من اجر همد  
شيئا -

**ثواب ہدیہ کرنا**

اور ظاہر ہے آپ ہی نے امت کو ہرنیکی کی طرف دعوت اور ہر عمل صالح کی  
تعلیم دی ہے، اس لئے آپ کی امت جو کچھ بھی کرتی ہے اُس کا ثواب اُسی کے برابر

آپ کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ اور سلف صالح نے اپنے اعمال کا ثواب آپ کو ہدیہ کرتے تھے، نہ آپ کی طرف سے حج کرتے، صدقہ دیتے، قرآن پڑھتے تھے، کیونکہ خوب جانتے تھے کہ یہ تمام روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ اعمال جو کچھ بھی مسلمان انجام دیتے ہیں، انہیں کے برابر ان کا ثواب آپ کو بھی حاصل ہو جاتا ہے عام اس سے کہ ہدیہ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ لیکن والدین کا معاملہ دوسرا ہے، انہیں اپنی اولاد کے تمام اعمال کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، اس لئے انہیں ثواب بخشا جاتا ہے۔

اور معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے اس حکم کے مطیع تھے کہ:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ، وَالْحٰلِیٰ

جَب فَاَرٰغْ هُوَ جَاۤءٌ لِّتُشْفَقَ كَرٰوِ رَاۤیٰنِ رَبِّ

رَبِّكَ فَاَدْعَبْ۔ ( )

کی طرف رجوع کر۔

پس ظاہر ہے کہ آپ غیر اللہ کی طرف ہرگز رغبت نہ رکھیں گے۔

ستر ہزار امتی بغیر حساب جنت میں

پھر صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

یٰۤاٰمَنُیْنَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بَغِیْرِ حِسَابٍ مِّنْ اُمَّتِیْ  
مَنْ دَخَلَ مِنْہُمْ یَوْمَئِذٍ لَّا یَسْتَرْقُوْنَ  
وَلَا یَسْتَوْسِدُوْنَ وَلَا یُطَبِّرُوْنَ وَلَا عَلٰی  
رُءُوسِهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۔

میری امت میں سے سات ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے وہ کہ میں نہ جھاڑ پھونک کر اتے ہیں نہ دغوانے میں زشگون بد لیتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اس حدیث میں جنتیوں کا ایک صف یہ بھی قرار دیا ہے کہ وہ جھاڑ پھونک نہیں کر اتے اور ظاہر ہے کہ جھاڑ پھونک دعا کی قسم سے ہے۔ اسی لئے آپ اگرچہ خود اپنے اور دوسروں پر پھونک ڈالا کرتے تھے مگر کسی اور سے اس کی خواہش نہ کرتے تھے۔ اس سے یہ حقیقت صاف ہو جاتی ہے کہ آپ کا امت سے اپنے لئے دعا چاہنا، مخلوق کے مخلوق سے سوال کرنے کی قسم میں داخل نہیں ہے، کیونکہ یہ تم پر



کہ سوال نہ کرنے والا سوال کرنے والے سے افضل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع انسان کے سرور اور آقا ہیں، پھر آپ کیونکر مخلوق سے کوئی درخواست کریں گے۔  
غیر حاضر کے لئے دعاء

غیر حاضر کی غیر حاضر کے لئے دعا زیادہ مقبول ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عظیم الدعاء اجابہ دعاء غائب لغائب  
اور صحیح مسلم میں ہے کہ فریاد

ما من رجل يدعو لاجبيه بظهر الغيب  
بن عوة، الا وكل الله ملكا كلما دعا  
لاضيه بدعوة، قال الملك المتوكل به:  
امين اولك بمثل۔  
جو کوئی اپنے بھائی کے حق میں اس کے پیدا ہونے کوئی  
دعا کرتا ہے تو خدا اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر  
کر دیتا ہے جو اپنے بھائی کے لئے اس کی ہر دعا پر  
کہتا ہے آمین اور تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔

اور یہ بس بنا پر کہ مخلوق، مخلوق سے وہی چیز طلب کر سکتی ہے جسکی وہ قدرت  
رکھتی ہے اور ظاہر ہے مخلوق کو خدا سے دعا کرنے کی قدرت حاصل ہے، اسی لئے اس سے  
دعا چاہنا اور ان چیزوں میں سے مدد مانگنا جائز ہے جن کی اسے قدرت حاصل ہے  
بجز خدا کسی سے کچھ نہ مانگو۔

بخطوات اس کے وہ چیزیں جن کی قدرت بجز خدا کے کسی کو نہیں تو ان میں صرف  
انوارات برتر کی طرف رجوع کرنا چاہئے، انبیاء و ملائکہ وغیرہ کی طرف ان میں رجوع  
جائز نہیں پس خدا کو چھوڑ کر کسی مخلوق سے بھی یہ کہنا روا نہیں کہ ہمیں بخش دو، سیراب  
کرو، کافروں پر فتیاب کرو، بدانت دو، کیونکہ یہ اور اس طرح کی جو باتیں ہیں، ان کا  
اختیار صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی کو حاصل ہے۔

## پناہ صرف خدا سے

اسی بنا پر طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے کہ جہدِ نبویؐ میں ایک منافق مومنوں کو بہت تکلیف پہنچایا کرتا تھا، ایک دن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تنگ آ کر کہا "چلو اس منافق کے شر سے رسول اللہؐ کی پناہ حاصل کریں۔" آپؐ نے سنا تو فرمایا:

انہ لا یستغاث بى و انما یستغاث باللہ۔

مجھ کو پناہ مانگنا روا نہیں پناہ صرف خدا سے مانگی جاتی ہے۔

قرآن میں ہے کہ:

اِذْ تَسْتَعِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ۔ (۹: ۸)

جب تم اپنے رب سے پناہ مانگتے تھے تو تمہارے تمہارا سن لی۔

حضرت موسیٰؑ کی دعا میں ہے:

اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالْبِيْكَ الْمَشْتَكِيْ وَالْبِيْكَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ التَّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔

الحمداً تمام ستائشیں میرے لئے ہیں، تجھی سے ہر طرح کا شکوہ ہے، تجھی سے مدد مانگی جاتی ہے تیری ہی دہائی دی جاتی ہے، تجھی پر بھروسہ ہے، اور تجھی پر ہر طرح کی طاقت و قوت ہے۔

## قیدی سے قیدی کی فریاد کی تمثیل

ابو نیرید بسطامی کا قول ہے "مخلوق کا مخلوق سے پناہ مانگنا ایسا ہی ہے جیسے ڈوبتا ڈوبتے سے پناہ مانگے۔" ابو عبد اللہ القرظی کا مقولہ ہے "مخلوق کا مخلوق سے پناہ مانگنا ویسا ہے جیسا قیدی قیدی سے فریاد کرے۔"

ملائکہ و انبیاء سے دعاء

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْبِهِ فَلَا يَسْتَجِيبُوْنَ كَدُّ الشَّجَرِ

اے پیغمبر کہہ دے کہ انھیں پکارو جنہیں خدائے کے سوا سمجھے، بیٹھے ہو، وہ تم سے تکلیف دور کرنے کی قدرت

عَنْكُمْ وَلَا تَحْنُوا، أُولَئِكَ الَّذِينَ  
يَدْعُونَ يَتَّبِعُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ  
الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ  
رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ، إِنَّ  
عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُومًا - (۱۷: ۵۶، ۵۷)

ہی نہیں رکھتے، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود  
ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ چاہتے ہیں کہ ان میں سے  
کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید  
کرتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بیشک  
تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے۔

ایک جماعت سلف نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ لوگ ملائکہ و انبیاء کو پکارتے  
تھے، اس پر اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جنہیں تم پکارتے ہو میرے ہی بندے ہیں تمہاری  
طرح وہ بھی میری رحمت کی امید کرتے، میرے عذاب سے ڈرتے اور مجھ سے تقرب کی آرزو  
رکھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ و انبیاء کے پکارنے اور ان سے دُعا طلب کرنے  
سے منع کر دیا ہے۔ حالانکہ خود اسی نے ہمیں یہ خبر بھی دی ہے کہ ملائکہ ہمارے لئے  
دُعائیں کرتے اور مغفرت چاہتے ہیں، مگر باوجود اس کے ہمارے لئے روا نہیں رکھا  
کہ ان سے اس کی درخواست کریں۔

### وجہ ممانعت

اسی طرح انبیاء و صالحین اگرچہ اپنی قبروں میں زندہ ہی کیوں نہ ہوں، اگرچہ  
زندوں کے حق میں دُعا کیوں نہ کرتے ہوں، اگرچہ اس بارے میں کتنے ہی آثار و اقوال  
موجود کیوں نہ ہوں، لیکن کسی کے لئے جائز نہیں کہ ان سے یہ چیز طلب کرے، خصوصاً  
جبکہ سلف صالح میں سے کسی ایک شخص نے بھی ایسا نہیں کیا، کیونکہ یہ ان کے شرک  
اور ان کی عبادت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے ان کی زندگی میں ان سے  
اس طرح کی التجا کرنے سے شرک کا اندیشہ نہیں ہے، اور اس لئے وہ جائز ہے۔

### فاراقتکلیف اور سائل کی غرض

پھر یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ملائکہ یا انبیاء و صالحین اپنی موت کو

بعد زندوں کے لئے جو کچھ دعائیں کرتے ہیں تو قانون قدرت کے ماتحت کرتے ہیں اور برابر کرتے رہیں گے، عام اس سے کہ ان سے دعا کی درخواست کی جائے یا نہ کی جائے، سائل کی درخواست ان پر بالکل غیر موثر ہے، کیونکہ سائل کی غرض پوری کرنے کا حکم اس کی تکلیف میں ہے جس سے مر جانے کے بعد وہ قدرتا مستثنیٰ ہو گئے ہیں۔

## فصل (۸)

### شفاعت اور رجوع الی القرآن

#### مخلوق کو ارباب ٹھہرانے پر فتویٰ کفر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یہ کسی بشر کی بھی شان سے نہیں کہ اللہ اسے کتاب حکم اور نبوت بخشے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ لیکن یہ کہیں گے کہ ربانی بنو، کیونکہ تم کتاب سکھاتے اور پڑھتے ہو، اور نہ یہ حکم دے گا کہ ملائکہ اور انبیاء کو معبود ٹھہراؤ، کیا وہ اسلام لانے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا، أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - (۳: ۷۹-۸۰)

اس آیت میں خدا نے صاف فرما دیا ہے کہ جو کوئی ملائکہ اور انبیاء کو ارباب ٹھہرائے گا، وہ کافر ہے۔

شفاعت ہوگی لیکن باذن اللہ

اور فرمایا:

اے رسول کہہ دے کہ انہیں پکارو جنہیں تم کو خدا کو چھوڑ  
کر سمجھے بیٹھے ہو، وہ آسمانوں میں نہ زمین میں ایک  
ذرہ کے بھی مالک ہیں اور نہ ان کی ان میں کوئی شریکیت  
اور نہ ان میں سے کوئی اُس کا پشت پناہ ہے۔ اللہ  
کے ہاں شفاعت اسی کے لئے سود مند ہو گی جس کو حق  
میں وہ شفاعت کی اجازت دے گا۔

اُس کے ہاں بغیر اُس کی اجازت کے کون شفاعت  
کر سکتا ہے ؟

اُس کی اجازت سے پہلے کوئی بھی شفیع نہیں۔

اُس کے علاوہ تمہارا نہ کوئی مددگار ہے اور نہ  
شفیع۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ  
اللَّهِ، لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي  
السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ  
فِيهِمَا مِنْ شَرِكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ  
ظَهِيرٍ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ  
إِلَّا لِمَنْ أِذِنَ لَهُ۔ (۲۳: ۲۲-۲۳)

اور فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ  
عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (۲: ۲۵۵)

اور: مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ  
بَعْدِ إِذْنِهِ۔ (۱۰: ۳)

اور: مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ  
ذِي وَا لَا شَفِيعٍ۔ (۳۲: ۴)

**شُرک صریح و گمراہی**

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا  
يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ  
هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ، قُلْ  
اتَّبِعُوا اللَّهَ يَكُنْ لَهُ الْعِلْمُ فِي السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ، سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى  
عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (۱۸: ۱۰)

وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی پرستش کرتے ہیں جو  
انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے ہیں  
یہ لوگ خدا کے ہاں ہمارے شفیع ہونگے۔ اے رسول  
کہہ دے کہ کیا تم خدا کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جسے  
وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں، وہ ذات  
برتر ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

اور صاحب کس کی زبانی کہلوا یا:

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَ

مجھے کیا ہو گیا ہے کہ اُس کی عبادت نہ کروں جس

نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ کیا اس معبود کے سوا دوسرے معبود اختیار کروں کہ اگر رحمن مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اُن کی سفارش میرے کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ مجھے بچا سکیں؟ اگر میں ایسا کروں تو کھلی لگرا ہی میں ہوں۔ پس میری سُنو کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں۔

إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۚ عَاثِمُ بْنُ دُوَيْنَةَ  
اللَّهُتَّةَ أَنَّ يُرْذِنَ الرَّحْمَنُ بِضُرِّ  
لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا  
وَلَا يُنْقِذُونِ - إِنْ أَرَادْتُمْ  
ضَلَالٍ مُّبِينٍ، إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ  
فَاَسْمَعُونَ - (۳۶: ۲۲ تا ۲۵)

# فصل

## شفاعتِ حقہ و شفاعتِ باطلہ

### شفاعت کی دو قسمیں

شفاعت دو قسم کی ہے: ایک وہ جس کی خُدا نے تردید کی ہے اور وہ وہی ہے جس کے مشرکین عرب قائل تھے اور جسے اس اُمت کے جاہل مانتے ہیں۔ اور دوسری شفاعت وہ ہے جو شفیعِ خُدا کے حکم سے کرتا ہے اور یہ اللہ کے نیک بندوں کے لئے ثابت ہے، چنانچہ جب سید الشفعا، (صلعم) سے قیامت کے دن مخلوق شفاعت کے لئے درخواست کریگی تو آپؐ العالمین کے حضور حاضر ہونگے اور سجدہ میں گر پڑینگے فرمایا:

میں اپنے رب کی ایسی عشتوں سے ستائش کروں گا جو اس وقت مجھے نہیں آتیں، اسی وقت مجھ پر کھلی جائیں گی، پھر کہا جائیگا اے محمدؐ: اپنا سر اٹھا اور کہہ سنا جائیگا، مانگ دیا جائیگا، شفاعت

فاحمد ربي بحامد يفتحها علي  
لا احسنها الان، فيقال: اي محمد!  
ارفع راسك وقل بسمع، ووسل  
نقطه، و يسمع تشفع -

کر قبول کی جائے گی۔

چنانچہ جب اجازت ملے گی تو آپ شفاعت کریں گے (صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما)  
**موجب گمراہی**

اس قول کے قابل کہتے ہیں کہ آپ کو وسیلہ بنانے اور آپ سے شفاعت چاہنے یعنی سائل کے حق میں آپ کی دعا کے جواز سے لازم نہیں آتا کہ آپ کی وفات کے بعد یا غیر موجودگی میں بھی یہ بات (یعنی آپ کو وسیلہ بنا زایا آپ سے دعا کی درخواست کرنا) جائز ہو جائے حالانکہ آپ نے سائل کے لئے دعا نہیں کی، بلکہ اُس نے خدا کو آپ کی قسم دلائی یا آپ کی ذات کے حوالہ سے دعا کی، حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان دونوں صورتوں میں تفریق کی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ آپ کی زندگی میں جو کوئی آپ سے وسیلہ چاہتا تھا آپ اُس کے حق میں دعا کرتے تھے، اور معلوم ہے کہ آپ کی دعا تمام دعاؤں سے افضل ہے، کیونکہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہیں پس جس کے حق میں آپ نے دعا و شفاعت کی اُسے وہ افضل سے افضل دعا، حاصل ہوگئی جو مخلوق، مخلوق کے لئے کر سکتی ہے اور وہ کسی طرح بھی اُس کے برابر نہیں ہو سکتا جس کے حق میں آپ نے دعا و شفاعت نہیں کی ہے۔ جو کوئی ان دونوں کو برابر سمجھتا اور آپ کی زندگی میں وسیلہ چاہنے اور وفات کے بعد وسیلہ چاہنے کو یکساں قرار دیتا ہے وہ سخت گمراہ ہے۔

### مضرت و شرک کا اندیشہ

پھر یہ کہ آپ کی حیات میں آپ سے دعا طلب کرنے آپ کی دعا سے وسیلہ چاہنے اور خود آپ کے دعا کرنے سے کسی مضرت و شرک کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ وہ ہر امر خیر ہی خیر ہے، کیونکہ کوئی نبی بھی اپنی زندگی اور موجودگی میں پوجا نہیں کیا بلکہ ہر نبی برابر شرک کی جڑ کاٹتا اور اپنی عبادت اور درجہ شرک تک

پہنچنے والی تعظیم سے منع کرتا رہا۔ چنانچہ جب ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے کہا تو آپ نے فوراً منع کر دیا۔ نیز ایک اور موقع پر فرمایا:

لا تقولوا ما شاء الله وشاعر محمد، و  
لکن قولوا: ما شاء الله ثم شاء محمد۔  
یہ نہ کہو کہ جو اللہ اور محمدؐ چاہے بلکہ یہ کہو کہ جو اللہ  
چاہے اور پھر محمدؐ۔

## فتنہ و شرک کا خطرہ

لیکن آپ کی وفات کے بعد فتنہ اور شرک کا اندیشہ ہے جیسا کہ مسیح اور عزیز  
وغیرہ کے باب میں ہو چکا ہے۔ اسی لئے فرمایا:

لا تطرونی كما اطرت النصارى  
عیسیٰ بن مریم، فانما انا عبدہ،  
فقولوا: عبد الله ورسوله۔  
مجھے اسی طرح نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے  
عیسیٰ بن مریم کو بڑھا دیا ہے، میں تو محض ایک بندہ  
ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔

اور فرمایا:

اللهم لا تجعل قبری وثناً يعبد۔  
اور فرمایا: لعن الله الیهود و  
النصارى اتخذوا قبورا انبیاءہم  
مساجد۔ یحذر ما صنعوا۔  
نہ دیا میری قبر کو بت نہ کیجیو کہ پوجی جائے۔  
یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انہوں نے اپنے  
نبیوں کی قبروں کو سب سے بڑھا لیا۔ (راوی کہتا ہے)  
ایسا کرنے سے آپؐ نے منع کیا ہے۔

# فصل

## دو عظیم الشان اصول اسلام

اخلاص اور صواب دید

غرض ہمارے پاس دو عظیم الشان اصول ہیں جو دین کی بنیاد ہیں: ایک یہ



کہ سبْحِ اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور دوسرے یہ کہ اُس کی عبادت سرفِ سہی طور پر کریں جس طور پر خود اُس نے قرار دی ہے یعنی کوئی بدعی اور من گھڑت عبادت نہ کریں۔ یہی دونوں بنیادیں ہیں جنہیں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ استوار کرتا ہے۔ فضیل بن عیاضؒ نے ایک مرتبہ کہا: اخلصه و اصوبه (سب سے زیادہ خالص اور سب سے زیادہ درست) لوگوں نے پوچھا: اے حضرت! یہ اخلصه و اصوبه کیا ہے؟ فرمایا: اگر عمل خالص ہو اور صواب (درست) نہ ہو تو غیر مقبول ہے اور اگر صواب ہو مگر خالص نہ ہو تو بھی غیر مقبول ہے۔ عمل اُسی وقت مقبول ہوتا ہے جب سب سے زیادہ وقت خالص اور صواب ہو۔ خالص کے معنی یہ ہیں کہ صرف اللہ کے لئے ہو اور صواب کا مطلب یہ ہے کہ سنتِ نبویؐ کے مطابق ہو۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ  
عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ  
رَبِّهِ أَحَدًا - (۱۸ : ۱۱۰)

جو اپنے رب کی ملاقات چاہتا ہے اُسے چاہئے  
کہ عمل صالح کرے اور اُس کی عبادت میں کسی کو بھی  
شریک نہ رکھے۔

فاروق اعظمؓ کی دعاء

امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ دعا مانگا کرتے تھے:

اللہم! جعل عملی کلہ صالحا،  
واجعلہ لوجہک خالصا، ولا  
تجعل لاحد فیہ شیئا۔

الہی میرے پورے عمل کو صالح کر دے اور اُسے خالص  
اپنے لئے خالص کر لے اور اُس میں کسی اور کا کوئی  
حصہ بھی نہ رہنے دے۔

اور قرآن میں ہے:

اَمْ لَكُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ  
مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللّٰهُ - (۲۲ : ۲۱)

کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا  
دین مقرر کیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔

## بدعت کی تعریف

اور صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ سَرَدٌ۔  
 جس نے ہمارے معاملہ (دین) میں کوئی ایسی بات پیدا  
 کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ بات مردود ہے۔

دوسری روایت بخاری میں ہے:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ سَرَدٌ۔  
 جس کسی نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو  
 وہ کام مردود ہے۔

اور بخاری وغیرہ کتب صحاح میں ہے کہ فرمایا:

أَنَا غَنِي الشُّرَكَاءِ عَنِ الشُّرِكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي، فَانَامَنَهُ بَرِيٌّ، وَهُوَ كُلُّهُ لِلَّذِي اشْرَكَ۔  
 میں شرکت سے سب سے زیادہ مستغنی ہوں، جس کسی  
 نے اپنے عمل میں میرے سوا کسی کو شریک کیا تو  
 میں اس سے بری ہوں اور وہ پورے کا پورا اس  
 کے لئے ہے جسے شریک بنایا گیا ہے۔

## حضرت عمرؓ کا حجر اسود سے خطاب

اسی لئے فقہاء نے کہا ہے کہ عبادات کی بنیاد توفیق پر ہے، یعنی جو اور  
 جس طریقہ پر عبادت رکھی گئی ہے اسی پر رہنا چاہئے۔ چنانچہ صحیحین وغیرہ میں ہے  
 کہ حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا:

وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى عَلَيَّ لَمَا قَبَّلْتُكَ۔  
 بخدا میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے جو نہ  
 نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو دیکھتا تو ہرگز تجھے بوسہ نہ دیتا۔

## خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس کے رسول کی پیروی، اطاعت،

محبت، موالاات سے اپنے دل معمور کریں اور یہ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ماسویٰ سے زیادہ محبوب ہوں، نیز وعدہ کیا ہے کہ رسولؐ کی طاعت و محبت سے ہمیں اللہ کی محبت و کرامت حاصل ہوگی۔ فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ  
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ  
لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ - (۳۱ : ۳)

اے پیغمبر کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو  
میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور  
تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اور فرمایا:

إِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا - (۵۴ : ۲۴)

اگر رسولؐ کی اطاعت کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔

اور فرمایا:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ  
جَنَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
خَالِدِينَ فِيهَا، وَذَلِكَ الْفَوْزُ  
الْعَظِيمُ - (۱۳ : ۴)

جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی تو  
ایسیوں کو جنت میں داخل کرے گا جن کے نیچے  
نہریں بڑی بہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے،  
اور یہ بڑی ہی کامیابی ہے۔

اس طرح کی بکثرت آیتیں قرآن میں موجود ہیں۔

## زریں اصول

اس بارے میں کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس دائرہ سے تجاوز کرے جو شریعت  
اور کتاب سنت نے بنا دیا ہے اور جس پر سنت صالح برابر قائم رہے۔ نیز ہر شخص کو  
وہی کہنا چاہئے جس کا علم رکھتا ہے اور جو نہیں جانتا اس پر نما موش رہنا چاہئے،  
خدا کے باب میں خیر علم کچھ کہنا روا نہیں، لہذا اس نے یہ سب باتیں حرام کر دی ہیں۔  
آنحضرتؐ کی دعائیں ہیں

اعادیت صحیحہ میں ان چیزوں کا ذکر وارد ہے جن کے حوالہ سے نبیؐ اللہ

وَعَاكَرْتَنِي تَحْتَهُ مِثْلًا أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ فِيهِ هِيَ كَمَا فَرَمَا يَأَي:

اللهم انى اسالك بان لك الحمد،  
لا اله الا انت المنان بديع السموات  
والارض، يا ذا الجلال والاكرام،  
يا حى، يا قيوم!

میں تجھ سے اس لئے مانگتا ہوں کہ تیرے لئے  
ہر طرح کی تعریف ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں  
تو احسان کرنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کا  
پیدا کرنے کرنے والا ہے، اے جلالت و منزلت  
والے، اے حى! اے قيوم!

نیز ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا:

اللهم انى اسالك بانى اشهد انك  
انت الله لا اله الا انت الاحد  
الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم  
يكن له كفوا احد -

میں تجھ سے اس لئے مانگتا ہوں کہ میں اس بات کی گواہی  
دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو واحد و احد  
ہے، بے نیاز ہے کہ جس نے نہ کسی کو جنا ہو نہ اُسے  
کسی نے جنا ہے اور جس کی کوئی نظیر نہیں۔

### غیر اللہ کی قسم شرک ہے

تمام علماء متفق ہیں کہ سب سے خدا کے کسی کی قسم کھانا درست نہیں چنانچہ اگر کسی  
مخلوقات مثلاً کعبہ ملائکہ یا کسی پیر یا بادشاہ کی قسم کھائی تو وہ قسم لغو ہوگی اور اُسے تحریم  
یا تنزیہ کی بنا پر ممنوع قرار دیا جائیگا۔ کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا:

من كان حالفاً فليحلف بالله  
اولي صحت

جسے قسم کھانی ہو تو وہ خدا کی قسم کھائے درہ  
خاموش رہے۔

ترمذی میں ہے کہ فرمایا:

من حلف بغير الله فقد اشرك - جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا۔

علماء متقدمین میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ مخلوق کی قسم درست ہے۔ اللہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کی بابت امام احمد سے ایک روایت آئی ہے کہ

درست ہے لیکن یہ ایک ضعیف اور شاذ قول ہے اور ہمارے علم میں کوئی عالم بھی اس کا قائل نہیں۔ بلکہ جمہور علماء مثلاً مالک و شافعی و ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے کہ وہ قسم درست نہیں جیسا کہ امام احمد سے بھی ایک دوسری روایت میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔  
غیر اللہ سے پناہ مانگنا ناجائز

اسی طرح مخلوقات سے پناہ مانگنا بھی جائز نہیں۔ پناہ صرف اللہ اور اس کے اسماء و صفات ہی سے مانگنی چاہئے۔ اسی لئے امام احمد وغیرہ علماء سلف نے کلام اللہ کے غیر مخلوق ہونے پر منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل یہ بھی پیش کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ (اللہ کے کلمات تامات کی پناہ مانگنا ہوتا ہے) فرما کر کلام اللہ سے پناہ مانگی ہے حالانکہ مخلوقات سے پناہ مانگنا جائز نہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا: لا باس بالمرقی مالہریکن شرکاء (اگر شرک نہ ہو تو جھاڑ پھونک میں مضائقہ نہیں) اس سے اُس جھاڑ پھونک کی ممانعت نکلتی ہے جس میں شرک ہو، مثلاً جن میں جنوں اور شیطانوں وغیرہ سے پناہ مانگی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے: انسانوں میں کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں سے پناہ مانگا کرتے تھے، اس نے جنوں کو اور بھی مغرور کر دیا۔

وَ اِنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ  
يَعُوذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ  
سَرَهَقًا - (۶۱: ۷۲)

### مشرکانہ تعویذ گنڈوں کی ممانعت

اسی لئے علماء نے ان تمام مشرکانہ ٹونوں ٹوکوں اور گنڈوں سے منع کر دیا ہے جو مرگی یا دوسری بیماریوں میں لوگ استعمال کرتے ہیں بلکہ ایسے تمام گنڈوں سے بھی منع کیا ہے جن کے معنی سمجھے نہ جاتے ہوں کیونکہ ممکن ہے ان میں شرک موجود ہو پس واضح ہوا کہ بجز خدا کے کسی کی بھی قسم کھانا یا دلا ناجائز نہیں۔

لہذا اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا چاہئے بلکہ غرض یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھالی تو وہ قسم تسلیم کر لی جائیگی یعنی لغو نہ ہوگی لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ مصنف نے آگے بیان کیا ہے (مترجم)

# فصل

## وسیلہ کی تین صورتیں

### وسیلہ چاہنے کا مطلب

اب جو کوئی خدا سے کسی مخلوق کے ذریعہ سوال کرتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ یا تو اُسے مخلوق کی قسم دے رہا ہے یا اُس مخلوق کی دُعا سے وسیلہ چاہتا ہے۔ یا خود مخلوق کی ذات کو واسطہ قرار دیتا ہے۔

پہلی صورت یعنی خدا کو مخلوق کی قسم دینا ناجائز ہے۔

دوسری صورت یعنی انبیاء و صالحین کی زندگی میں اُن کی دُعا سے وسیلہ چاہنا جائز ہے، نیز ہر ایسے سبب کو دُعا میں وسیلہ بنانا جائز ہے جو قبولیت دُعا کا ذریعہ ہے، جیسا کہ غار والے تین شخصوں نے اپنے اپنے نیک عمل وسیلہ بنائے تھے اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان آپ کی اطاعت و محبت و موالات کو جو اجابت دُعا کا ذریعہ ہے۔

رہی تیسری صورت یعنی انبیاء و صالحین کی ذات کے حوالہ سے دُعا تو یہ غیر مشروع ہے بہت سے علماء نے اس سے منع کیا ہے اگرچہ بعض نے اجازت بھی دی ہے، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ مخلوق کی ذات کے حوالہ سے دُعا، ایک ایسی بنیاد پر دُعا ہے جو قبولیت کا سبب نہیں۔

### وسیلہ کا دوسرا نام

برصاف اس کے سائل کا اپنے اعمال صالح کی بنا پر دُعا کرنا یا صالحین کی دُعا کو وسیلہ قرار دینا قبولیت کا سبب ہے اور جائز ہے جیسا کہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ  
ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ - (۳۵: ۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف  
وسیلہ کی جستجو کرو۔

اور فرمایا:

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ  
إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ. (۵۷: ۵)

جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی  
طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

اور "وسیلہ" اعمالِ صالحہ ہی کا دوسرا نام ہے۔

### کونسا وسیلہ سود مند نہیں

لیکن اگر ہم اپنے اعمال یا صالحین کی دُعاؤں کو وسیلہ بنانے کے بجائے خود ان  
کی ذات کو وسیلہ قرار دیتے ہیں تو ظاہر ہے یہ وسیلہ ہمارے لئے کچھ بھی سود مند نہ  
ہوگا کیونکہ وہ اجابتِ دعا کا سبب ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چیز نہ صحیح طور پر  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ سلفِ صالح سے۔ البتہ سنسکالمروزی میں  
امام احمد سے ایک دُعا منقول ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سوال کیا گیا ہے  
مگر ممکن ہے اُس سے مقصود آپ کی قسم کا ہوا جو جیسا کہ ان سے ایک روایت میں  
منقول ہے۔ لیکن اعظم ترین علماء و ائمہ اسی طرف تگئے ہیں کہ خدا کو مخلوق کی قسم لانا  
یا مخلوق کی ذات کو وسیلہ قرار دینا ممنوع ہے۔

### اعظم ترین سبب قبولیتِ دُعا

بلاشبہ انبیاء کا درجہ خدا کے ہاں بہت بلند ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ  
علیہما السلام کے متعلق آیات گزر چکیں، لیکن ان کے درجات کی بلندی خود ان کے  
لئے ہے نہ کہ ہمارے لئے، اُس سے اُنھیں نفع ہے نہ کہ ہمیں۔ ہاں ہمیں ان کی  
قدرو منزلت سے اُس وقت نفع پہنچ سکتا ہے جب ہم ان کی اطاعت کریں اور  
ان سے محبت رکھیں۔ چنانچہ اگر ہم اللہ سے اُس کے نبی پر اپنے ایمان اور اُسکی محبت

موالات و اتباع کے طُنسِ دُعائیں تو یہ قبولیتِ دُعَا کا اعظم ترین سبب ہے۔  
وسیلہ بنانے کا مقصود

لیکن ایمان و اطاعت کو چھوڑ کر صرف اُن کی ذات کو وسیلہ بنانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ حقیقت میں وسیلہ ہی نہیں ہے، کیونکہ انسان جب کسی کو کسی کے پاس وسیلہ بناتا ہے تو اُس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یا تو اُس سے سفارش چاہتا ہے، مثلاً جس سے غرض اُنکی ہے اُس کے باپ ابھائی، دوست سے کہتا ہے کہ میری سفارش کر دو اور یہ جائز ہے۔ اور یا وسیلہ بنانے سے مقصود قسم دلانا ہوتا ہے اور معلوم ہے کہ خدا کو مخلوق کی قسم بلکہ مخلوق کو مخلوق کی قسم دینا بھی ناجائز ہے۔ اور یا پھر وسیلہ ایسے سبب کو بناتا ہے جو حصولِ مطلب کا ذریعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ  
 بِهِ وَالْأَرْحَامَ - (۱۰: ۳۱)

اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے مانگتے ہو اور  
 میں اور قرابت کے نام سے۔

اس کے متعلق عنقریب مفصل بیان ہوگا۔

### آخری فیصلہ

یہ واضح ہو چکا ہے کہ خدا کو مخلوق کی قسم دینا یا خود مخلوق کی قسم کھانا قطعاً ناجائز ہے۔ رہا اُن لوگوں کی شفاعت کو وسیلہ بنانا جنہیں شفاعت کی اجازت دی گئی ہو تو جائز ہے۔ نابینا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی درخواست کی تھی جو صحابہؓ استسفا وغیرہ میں کیا کرتے تھے یعنی دُعَا چاہی تھی زاسی لئے حدیث کے آخر میں ہے "اللهم فشفعه فی" (خدا یا میرے حق میں رسول اللہ کی شفاعت قبول کر) پس حدیث میں جو کچھ ہے اُس کے جواز پر تمام علماء متفق ہیں اور وہ ہماری بحث سے غیر متعلق ہے۔



## آیت تَسَاءَلُونَكَ بِالْأَرْحَامِ كَيْ تَحْقُقَ

رہی آیت: **وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ (۱۰۴)** تو اس کی قرأت میں اختلاف ہے۔ جمہور قراء نے ارحام کو منصوب (زب سے) پڑھا ہے اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ "اللہ کا خوف کرو جس کے نام پر باہم سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کا خیال کرید" خدا کے نام پر سوال کرنے میں خدا کی قسم دلانا اور اس کے نام پر عہد کرنا داخل ہے۔ لیکن بعض قراء نے ارحام کو مجرور (زیر سے) پڑھا ہے اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ "خدا سے ڈرو جس کے اور رشتہ داری کے نام پر باہم سوال کرتے ہو" اس قرأت کی بنا پر ایک جماعت سلف نے کہا ہے کہ عرب باہم ایک دوسرے کو خدا اور رشتہ کا وسیلہ دیا کرتے تھے آیت میں اسی واقعہ کی خبر دی گئی ہے۔

## یاد دہانی حقوق

بنابریں کہا جاسکتا ہے کہ آیت میں رشتہ داری سے سوال کرنے کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اگر بغرض تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے جواز پر کوئی دلیل ہے تو اسالك بالتوحم (میں تمہیں رشتہ کا واسطہ دیتا ہوں) کہنے سے قسم لازم نہیں آتی بلکہ سرے سے یہاں قسم کے معنی ہی نہیں کھپتے۔ ہاں رشتہ داری کے حقوق کی یاد دہانی نکلتی ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ رشتہ داروں کے انسان پر حقوق ہونے ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔

## حضرت علیؑ اور عبد اللہؑ کا واقعہ

یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ بن ابی طالب (جیسا کہ مروی ہے) سے جب ان کے بھتیجے عبد اللہ بن جعفرؑ اپنے باپ اور ان کے بھائی جعفر کا حق یاد دلا کر کچھ مانگتے تو آپ فوراً دے دیتے تھے کیونکہ جعفر کے آپ پر حقوق تھے جن کا ادا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن اس میں قسم دلانا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر عبد اللہ کا مقصود قسم دلانا ہوتا تو جعفرؑ کے بجائے خدا کی قسم دلاتے۔

# فصل

## دُعائے نبوی اور عطیۃ الکوئی

### ضعیف الاسناد و حدیث

اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے ابن ماجہ نے ابو سعید کے واسطے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے جاتے وقت یہ دعا بتائی تھی :

خدا یا میں تجھ سے اس حق کے واسطے سوال کرتا ہوں جو تجھ پر سائلوں کا ہے اور اپنے اس چلنے کے حق سے، کیونکہ میں نہ بد مذہبی سے نکلا ہوں نہ سرکشی سے، نہ ریا سے اور شہرت کے خیال سے بلکہ اس لئے نکلا ہوں کہ تیرے غصہ سے بچوں اور تیری خوشنودی حاصل کروں، میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے بچا، میرے گناہ مہان کر دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ سزا کر نواہ نہیں۔

اللهم انى اسالك بحق السائلين عليك، وبحق ممشاي هذا، فاقى لم اخرج اشراً، ولا بطراً ولا سراً، ولا سمعة، ولكن خرجت اتقاء سخطك، وابتغاء مرضاتك، اسالك ان تنقذنى من النار، وان تغفرلى ذنوبى، فانه لا يغفر الذنوب الا انت۔

اس حدیث کی اسناد میں عطیۃ الکوئی راوی موجود ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

### پہلی توجیہ

لیکن اگر یہ صحیح ہو تو اس کی دو توجیہیں ہیں: ایک یہ کہ اس میں سائلوں کے حق اور اطاعت الہی کی راہ میں چلنے والوں کے حق سے سوال کیا گیا ہے جو روا ہے کیونکہ سائلوں کا حق خدا پر ہے کہ ان کی مراد پوری کرے اور اس کی راہ میں چلنے والوں کا حق یہ ہے کہ انھیں ثواب عطا فرمائے۔

## خود مقرر کردہ حق الہی

پھر یہ حق وہ ہے جسے خود اُس ذات برتر نے اپنے اوپر واجب کیا ہے کیونکہ کسی مخلوق کو بھی یہ منصب حاصل نہیں کہ خدا پر کوئی بات فرض کر سکے۔ خود قرآن میں ہے:

كُنْتُ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِيْهِ اَتْرَحْتُمْ (۱۰۶)

تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت فرض کر لی ہے۔

اور فرمایا:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰۷)

ہم پر مومنین کی نصرت فرض ہے۔

اُس کا وعدہ ہے چچا توراہ اور انجیل اور قرآن میں اور خدا سے بڑھ کر اپنے عہد کا کون پورا کرنے والا ہو گا؟

اور: وَعَدُّ اَعْلِيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرَةِ وَالْانجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ اَوْفَى بِعَهْدِيْهِ مِنْ اَنْفٍ (۱۰۸)

## اللہ کا حق بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر

پھر صحیح بخاری میں ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اُس کی عبادت کریں اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کریں اور بندوں کا خدا پر یہ حق ہے کہ گروہ ایسا کریں جو انھیں عذاب نہ دے۔

حق اللہ علی عبادہ ان یعبودہ ولا یشرکوا بہ شیئاً، وحق العباد علی اللہ اذا فعلوا ذالک ان لا یعذب بہم۔

اور حدیث قدسی میں ہے:

اے میرے بندو میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر دیا ہے اور تمہارے پاس میں ہی حرام قرار دیا ہے لہذا آپس میں ظلم نہ کرو۔

یا عبادى انى حرمت الظلم على نفسى وجعلته بينكم محرماً فلا تظالموا۔

## عوارض دعا اور وجہ جواز

پس جبکہ مائلوں اور عابدوں کا حق یہ ہے کہ ان کی دعا قبول ہو اور انہیں

ثواب ملے تو ایسے حق کے حوالہ سے دُعا کرنا جائز اور مفید ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پناہ مانگنا کہ :

<p>تیری ناراضی سے تیری رضا مندی کی پور تیری سزا سے تیری درگزر کی پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیری تعریف کا شمار نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی جیسی تُو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔</p>	<p>اعوذ بربضاک من مخطک بمعافاتک من عقوبتک، و اعود بک منک لا احصی ثناء علیک، انت کما اشینت علی نفسک۔</p>
---	---

پس جس طرح خدا کی معافی سے کہ جو خود اسی کا فعل ہے پناہ مانگنا درست ہے  
اسی طرح اُس کے دوسرے فعل یعنی تُو اے کے حوالہ سے دُعا کرنا بھی درست ہے۔

### دوسری توجیہ

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا اور خاص اُسی کی خوشنودی  
کے لئے عمل کرنا بندے کی مراد پوری ہونے کا سبب ذریعہ ہے۔ پس وہ بالکل نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین امت کی دُعاؤں سے وسیلہ چاہنے کی طرح ہے۔ اور  
اوپر منسل گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صالحین کو ذریعہ بنانے سے مقصود  
یا تو خدا کو ان کی قسم دینا ہوگا یا انھیں سبب قرار دینا ہوگا۔

بنابریں اگر حدیث کے لفظ بحق السائلین علیک (اُس حق سے سوال کرتا  
ہوں جو سائلوں کا تجھ پر ہے) سے عرض قسم دینا ہے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ اگر خدا  
کو کسی کی قسم دینا جائز ہے تو وہ خود اسی کی قسم ہے۔ لیکن اگر اُس سے مقصود اُس  
حق کو اجابت دُعا کا سبب قرار دینا ہے تو یہ ٹھیک ہے کیونکہ خود خدا ہی نے اُسے  
سبب قرار دے دیا ہے اور وہ سبب ہی ہے کہ اُس سے دُعا کی جائے اور اُسکی عبادت  
کی جائے۔ اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام صورتیں ایک دوسرے کے مشابہ  
ہیں اور ان میں سے کسی ایک میں بھی مخلوق کے ذریعہ بغیر اُس کی دُعا اور ہمارے

عمل صالح کے سوال کرنا ثابت نہیں ہے۔  
ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر سائل کے لئے یہ کہنا روا ہے کہ میں تجھ سے ملائکہ کے حق سے یا انبیاء کے حق یا صالحین کے حق سے سوال کرتا ہوں، تو پھر اس کے لئے یہ کہنا بھی روا ہوگا کہ میں ان لوگوں کے حق کی تجھے قسم دیتا ہوں۔ لیکن اگر وہ اسے جائز نہیں رکھتا کہ مخلوق کو مخلوق کی قسم دلائے تو پھر خدا کی جناب میں اس طرح کی قسمیں کیوں کر جائز رکھتا ہے؟ اگر وہ کہے کہ اس قول سے میری مراد قسم دینا نہیں بلکہ ان کے حق کو اجابت دُعا کا سبب بنانا ہے، تو اس سے کہا جائیگا کہ ان بزرگوں کی شخصیتوں میں کوئی ایسا سبب موجود نہیں ہے جو تیری حاجت روائی کا ذریعہ ہو سکے۔

وسیلہ سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ

ہاں اگر تو چاہتا ہے کہ ان کے وسیلہ سے فائدہ اٹھائے تو اس کی صورت صرف یہی ہے کہ یا تو اپنے اندر بھی وہ بات پیدا کر جو قبولیت دُعا کا سبب ہے مثلاً ملائکہ و انبیاء پر ایمان لا، اور یا پھر اس کے ساتھ خود ان کی طرف سے تیرے حق میں کوئی ایسی بات صادر ہو جو سوال پورا ہونے کا ذریعہ ہے مثلاً وہ تیرے لئے دُعا کریں۔

لیکن بہت سے لوگ بزرگوں کی ذات کو وسیلہ بنانے یا خدا کو انکی قسم دلانے اور خود کھانے کے عادی ہو گئے ہیں چنانچہ ان کی زبانوں پر اس طرح کی قسمیں چڑھی ہوئی ہیں کہ: **وحتک علی اللہ! - وحق هذه الشیبة علی اللہ!** (خدا پر تیرے حق کی قسم!

خدا پر اس سفیدی (بڑھاپے) کے حق کی قسم!)

# فصل ۱۳

## کس طرح کا سوال درست ہے

### نیت اور الفاظ و دعا

جب سائل کہتا ہے اسے اس کا بحق فلان اور بجا ہے "افلاں کے حق یا بجا ہے" (مجا کرتا ہوں) اعد نیت یہ ہوتی ہے کہ اُس پر اپنے ایمان اور اُس کی محبت کی بنا پر سوال کرتا ہوں تو یہ درست ہے، لیکن عام طور پر لوگوں کی یہ نیت نہیں ہوتی۔ سائل کا اس طرح دعا کرنا کہ اے خدا میں تجھ پر اور تیرے رسول پر اپنے ایمان اور محبت کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں، نہایت بہتر دعا ہے جیسا کہ قرآن میں مومنین کی دعا بتائی گئی ہے کہ:

اے ہمارے رب ہم نے ایمان کے سناؤ کو سنا کہ اپنے رب پر ایمان لائے، سو ہم ایمان لائے، پس اے رب ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، ہماری برائیوں کو معاف کر دے اور ہمیں برابر کے زمرہ میں رکھ دے۔

رَبَّنَا إِنَّا أَمْنَا بِمَا نَادَى لِلْإِيمَانِ  
أَنُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا، رَبَّنَا  
كَا نُنْفِرُ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا  
وَتَوَقَّنَا مَعَ الْآبِرَارِ - (۱۹۳: ۳)

اور فرمایا:

جو کہتے ہیں اے رب ہم ایمان لائے پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے رب ہم ایمان لائے ہیں پس ہماری مغفرت کر، ہم پر رحم کر، تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

الَّذِينَ يَقُولُونَ: رَبَّنَا إِنَّا أَمْنَا فَاغْفِرْ لَنَا  
ذُنُوبَنَا وَفِنَا عَذَابَ النَّارِ - (۱۶: ۳)  
أور: إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي  
يَقُولُونَ: رَبَّنَا إِنَّا أَمْنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا  
وَ أَنْتَ خَيْرُ الْمَرْحِمِينَ - (۱۰۹: ۲۳)

اے بہیم اس پر ایمان لے لے جو اُسے اُنارا  
 ہے اور ہم نے رسول کی پیروی کی لہذا تو ہمیں  
 شہادت دینے والوں میں لکھے۔

اور رَبَّنَا مَا آتَيْنَاكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ  
 وَالرَّسُولِ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ

(۵۲:۱۲)

ابن مسعودؓ کی دعا

ابن مسعودؓ دعا کیا کرتے تھے:

اللہم! تو نے تم کو دیا جس نے تمہیں کی تو نے تمہیں  
 بتایا کہ تم کو دیا جس نے تمہیں کی تو نے تمہیں  
 بتایا کہ تم کو دیا جس نے تمہیں کی تو نے تمہیں

اللہم! مرتضیٰ قاطعت اور دعوتی

واجبت اور هذا معي فاغفر لي -

تین ساتھیوں کا قصہ

اسی قبیل سے اُن تین ساتھیوں کا بھی قصہ ہے جو بارش سے بچنے کے لئے  
 میں چلے گئے تھے مگر اُس کے منہ پر چٹان آگئی اور وہ پسینا لگنے لگا تو اُس وقت  
 انہوں نے اپنے اعمالِ صالحہ کی بنا پر پُرسوا کی اور خدا نے قبول فرمائی۔

ایک انصاریہ کا واقعہ

ابو بکرؓ بن ابی الدنیا نے اپنے سلسلہ کے وایت کی ہے کہ حضرت انسؓ نے کہا

ہم ایک انصاریہ کی عیادت کے لئے گئے جو نہایت بیمار تھا ہماری موجودگی میں  
 اُس نے دم توڑ دیا ہم نے اُس پر پورا سپردی اور اُس کی لہجہ میں اور کچھ کہہ کر  
 اُسے بی بی ابی مصیبت پر صبر کر! اُس نے پوچھا میں جو کچھ چھپا کیا میرا بچہ مر گیا؟  
 جواب ملا ہاں! اور زیادہ مضطرب ہو کر ابولی کیا تم حج جتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں  
 ہاں! اُس نے فوراً ہاتھ اٹھا دئے اور دعا کرنے لگی اللہ! تو جانتا ہے میں اسلام  
 لائی اور تیرے رسول کی طرف ہجرت کر کے آئی تاکہ تو ہر مشکل میں میری دستگیری  
 کرے اے میرے مولا! یہ مصیبت مجھ پر نہ ڈال! پھر اُس نے چادر الٹ دی اور  
 وہ زندہ و تندرست ہو گیا یہاں تک کہ ہم اُس کے ساتھ کھاپی کے گھر لوٹے۔

## حضرت داؤد کو خدا کا جواب

ابو نعیم نے اپنی کتاب "الحلیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد نے دُعا میں کہا: میں اپنے باپ داؤد، ابراہیم واسحق و یعقوب رضی اللہ عنہم کے حق کا تجھے واسطہ دیتا ہوں، اس پر خدا نے وحی کی کہ اے داؤد تیرے باپ داؤد کا مجھ پر کیا حق ہے جو تو مجھے یاد دلاتا ہے؟ یہ چیز اگرچہ دلیل شرعی نہیں اور نہ اسرائیلیات قابل افتاد ہیں مگر ان سے مدد لینا درست ہے۔

## زندہ و مَرُوہ سے طلب سوال

سُنّتِ نبوی سے ثابت ہے کہ زندہ آدمی سے جس طرح اُن تمام چیزوں کی طلب جائز ہے جن کی وہ قدرت رکھتا ہے، اسی طرح اُس سے دُعا کی بھی خواہش جائز ہے لیکن غیر حاضر یا مَرُوہ سے کچھ مانگنا درست نہیں۔

## وسیلہ صحابہ کی اصطلاح میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے اور آپ کے ذریعہ سے خدا سے دُعا کرنے کے الفاظ میں اجمل و اشکال ہے صحابہ کی زبان میں تو اس کو معنی یہ تھے کہ آپ سے دُعا و شفاعت کی درخواست کرتے اور آپ کی دُعا و شفاعت کو وسیلہ و ذریعہ بناتے تھے۔ اور معلوم ہے کہ یہ ذریعہ اعظم ترین ذریعہ ہے۔

## ناپائز وسیلہ اور قسم

لیکن بہت سے لوگوں نے اپنی اصطلاح الگ بنالی ہے، وہ ان الفاظ کو ان معانی میں استعمال نہیں کرتے جن میں صحابہ نہ کرتے تھے بلکہ اُن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم دلائیں اور آپ کی ذات کو وسیلہ قرار دیں۔ حالانکہ خدا کو مخلوقات میں سے کسی کی بھی قسم دلانا جائز نہیں بلکہ خود مخلوق کے لئے بھی اُن کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔



بنابریں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اُسے خدا میں تجھے تیرے ملائکہ کی یا تیرے کعبہ کی یا تیرے صالح بندوں کی قسم دلاتا ہوں، جیسا کہ خود کسی انسان کے لئے بھی ان کی قسم کھانا درست نہ ہوگا۔

### اسما و صفات اللہی کی قسم

کیونکہ قسم صرف اللہ اور اُس کے اسما و صفات ہی کی کھائی جا سکتی ہے۔ اسی لئے سنت یہ ہے کہ خدا سے اُس کے اسما و صفات کے حوالہ دو واسطہ سے کی جائے مثلاً

کہا جائے: اسألك بانك الحمد، لا اله الا انت المذان بدیع السموات و

الارض يا ذا الجلال والاكرام يا حي يا قيوم، واسألك بانك انت الله الاحد

الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد، اسی طرح یہ دُعا ہے:

اللهم انى اسألك بمعاقد العز من	خدا یا میں تجھ سے تیرے عرش پر عزت کی گرجوں
عرشك، ومنتھى الرحمة من كتابك	تیری کتاب میں سے تمہارے رحمت اور تیرے
وباسمك الاعظم، وجدك الاعلى،	اسمِ عظیم اور تیرے مرتبہ اعلیٰ اور تیرے کلمات
وبكلماتك الثامات۔	تلمات کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔

لیکن اس دُعا کے جواز میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔

### ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا مسلک

شیخ ابو الحسن قدوری اپنی کتاب "شرح الکرخی" میں لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے کہا "کسی کے لئے جائز نہیں کہ دُعا میں سچڑھا کے کسی کو بھی وہیہ قرار دے اور میرے نزدیک یہ کہنا مکروہ ہے کہ بمعاقد العز من عرشك او بحق خلقك" تیرے عرش میں سے عزت کی گرجوں یا تیری مخلوق کے حق کے واسطہ سے مانگتا ہوں ابو یوسف کہتے ہیں چونکہ معقد العز من عرشك خود خدا ہے اس لئے میں اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا البتہ انبیاء، کعبہ، مشعر الحرام وغیرہ کے حق سے دُعا

کو ضرور سمجھتا ہوں۔ "قدوری کہتے ہیں مخلوق کے حوالہ سے دُعا مانا جائز ہے کیونکہ  
مخلوق کا خالق پر کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف  
وغیرہ علماء، ماسوی اللہ کے حوالہ سے دُعا کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

### ہماری اور خدا کی قسم؟

اگر سوال کیا جائے کہ جب خود اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے تو  
یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ مخلوق کو مخلوق کی قسم کھانا چاہئے یہ کیوں نہ جائز ہو کہ خدا کہ  
اس کی مخلوقات کی قسم دی جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے مخلوقات کی جو  
قسمیں کھائی ہیں تو اس سے اس کی تعریف و ثنا اور اس کی نشانیوں کی یاد دہانی  
مقصود ہے۔ لیکن ہمارا اسے مخلوقات کی قسم دنانا شرک ہے اگر ہم اس ذریعہ سے  
کچھ لینا یا روکنا یا خبر کی تصدیق یا تکذیب چاہتے ہیں۔ اور جو کوئی کسی مخلوق کے  
حوالہ سے کسی سے سوال کرتا ہے تو اس سے مقصود یا قسم دینا ہوگا جو ناجائز ہے  
اور کفارہ، قسم دینے والے پر ہے نہ اس پر جسے قسم دی گئی جیسا کہ ائمہ فقہ تصریح  
کی ہے اور یہ مقصود قسم نہ ہوگی تو اس صورت میں وہ محض ایک سوال ہوگا اور  
کفارہ کسی پر بھی عائد نہ ہوگا۔

### مخلوق یا خدا کو قسم دنانا

اس سے واضح ہوا کہ مخلوق کے حوالہ سے دُعا کرنے والا یا تو مخلوق کی قسم کھا  
ہے اور یہ ناجائز ہے۔ یا مخلوق کو محض ذریعہ و وسیلہ بناتا ہے جس کی تفصیل اوپر  
گزر چکی ہے۔ اگر کوئی کہے "یا اللہ اھل کذا" تو کسی پر بھی کفارہ نہیں۔ لیکن  
اگر کہے "تجھے یہ کرنے کی قسم دلاتا ہوں" یا "خدا تجھے یہ کرنا ہوگا" تو اگر  
مخاطب اس کی قسم پوری نہ کرے تو کہنے والے پر کفارہ و قسم ہے۔ رہا خدا کہ  
وہی قسم دلاتا جیسی حضرت برادر بن مالک وغیرہ صحابہ دایا کرتے مثلاً اے

رب انہیں تجھے ایسا کرنے کی قسم دیتا ہوں" تو یہ ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رب اشعث اغبر ذی طہرین  
مدق عبالابواب لواقسم علی اللہ  
لا برہ -  
کتنے ہی میلے کچیلے حقیر آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے ایسے ہیں کہ اگر خدا کو قسم دلائیں تو وہ ان کی قسم پوری کرے۔

یزانس بن النضیر اور ربیع کے قصہ میں ہے کہ فرمایا:

ان من عباد اللہ من لواقسم  
علی اللہ لا برہ -  
اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو اگر خدا کو قسم دلائیں تو وہ پوری کرے۔

لیکن محض قسم ہی قسم ہے اس میں اس ذات برتر کو کسی مخلوق کی قسم دینا نہیں ہے۔  
کون دُعائیں بہتر ہیں؟

مخلوق کو چاہئے کہ صرف وہ شرعی دُعائیں مانگا کرے جو کتاب سنت سنوٹا ہو چکی ہیں۔ کیونکہ ان کی فضیلت مسلم ہے اور یہی ان لوگوں کے سزاؤں مستقیم ہے جو انبیاء صدیقین، شہداء، صالحین کے گروہ میں خدا کی نعمتوں سے ملامت ہو چکے ہیں۔ اور یہ اوپر گزر چکا ہے کہ عوام الناس جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ "جب تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو میرے جاہ و حرمت کے حوالہ سے مانگا کرو" تو ایک سراسر اہل حدیث ہے نہ کسی اہل علم نے اسے روایت کیا ہے اور نہ کسی معتبر کتاب میں موجود ہے۔

البتہ ہر دُعائیں آپ پر درود پڑھنا ضرور مشروع ہے۔ اسی لئے علماء نے جب استسقا وغیرہ کی دُعائیں ذکر کی تو ساتھ ساتھ آپ پر درود کا بھی ذکر کرتے تھے لیکن یہ ان میں سے کسی ایک نے بھی روایت نہیں کیا کہ درود کی طرح ہر دُعائیں آپ کو وسیلہ ٹھہرانا بھی ضروری ہے یا یہ کہ غیر اللہ سے دُعائیں مانگا کرنا یا امداد طلب کرنا چاہئے۔

## قابل اعتناء سلف صالح اور متاخرین

سلف صالح اور ائمہ علم میں سے کسی کے متعلق مروی نہیں کہ اُس نے مردوں یا غیر حاضر زندوں سے دُعا مانگی ہو یا اس کی اجازت دی ہو۔ ہاں بعض متاخرین سے یہ مروی ہے مگر وہ ائمہ علم مجتہدین میں سے نہیں کہ اُن کا قول و فعل قابل اعتناء ہو۔ نیز بعض متقدمین سے بھی منقول ہے کہ وہ نبی صلعم کے جاہ یا حق کے حوالہ سے دُعا کرتے تھے، مگر یہ بات نہ تو اُس زمانہ میں مشہور تھی نہ سنت ہی سے اُس کی تائید ہوتی ہے بلکہ سنت میں اس کے خلاف دلائل موجود ہیں جیسا کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف وغیرہ سے منقول ہے۔

### آنحضرتؐ کا وسیلہ

ابو محمد بن عبد السلام فقیہ کے فتاویٰ میں ہے "خدا کے حضور کسی مخلوق کو بھی وسیلہ بنانا جائز نہیں، بجز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگرنا بینا والی حدیث ثابت ہو جائے۔" لیکن جیسا کہ تم پڑھ چکے ہو نا بینا والی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا کو مخلوق کی قسم دینا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ ٹھیرانا جائز ہے بلکہ اُس میں صرف آپؐ کی دُعا سے وسیلہ چاہنا ثابت ہوتا ہے۔

## فصل (۱۲)

### قبولیت دُعا کے اسباب

#### نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

پھر دُعا کے مشروع و مامور بہ طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں سے دُعا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، قبولیت دُعا کا عظیم ترین سبب ہے اور کتاب سنت و اجماع اُمت سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں  
اے ایمان والو، تم بھی اُس پر درود اور سلام

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى  
النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا

بھیجو۔

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (۵۶:۳۳)

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

اور صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا: من صلی علی مرّۃ، صلی اللہ علیہ عشرًا  
(جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا خدا اُس پر دس دفعہ درود بھیجے گا) اور فضالہ  
بن عبید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اللہ کی حمد اور اُس کے  
رسول پر درود بھیجے بغیر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا: عجل هذا (اس نے جلدی کی)  
پھر اُسے بلایا اور اُس سے یا کسی دوسرے سے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اپنے رب کی تعریف  
سے شروع کرے پھر نبی پر درود بھیجے پھر اس  
کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

اذا صلی احدکم فلیبدأ بحمد  
ربہ ثم یصل علی النبی، ثم  
یدعو بعدہ بما شاء۔

یہ حدیث احمد و ابو داؤد و نسائی و ترمذی نے روایت کی ہے۔

### حِلَّتِ شَفَاعَتِ

صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا:

جب مؤذن کو سنو تو جیسا وہ کہتا ہے ویسا ہی کہو،  
پھر مجھ پر درود بھیجو جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا  
ہے خدا اُس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے، پھر  
میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو جو جنت میں ایک ایسا  
درجہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک  
ہی بندے کے لئے سزاوار ہے اور مجھے اُمید ہے

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل  
ما یقول، ثم صلوا علیّ فان من  
صلى علیّ صلاة صلی اللہ علیہ  
عشرًا، ثم سلوا اللہ لی الوسیلة  
فانہا درجتہ فی الجنة لا تنبغی  
الا لعبد من عباد اللہ، و اسراجو

ان اکون انا هو، فمن سال الله لي  
الوسيلة حدث عليه الشفاعة -  
کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ جس کے لیے میری  
دعا کی اس کے لیے میری شفاعت عمل ہوگی۔

### فضیلت مؤذن کا درجہ

سین ابوداؤد ونسائی میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
عرض کی کہ مؤذن ہم سے زیادہ فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

قل كما يقولون فاذا انتهت  
سل قطعه -  
جیسا وہ کہتے ہیں تو بھی کہہ، جب اذان ختم ہو  
جائے تو دعا کر قبول ہوگی۔

مسند احمد میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جس نے اذان سن کر کہا:  
اللهم رب هذه الدعوة القائمة  
والصلوة النافعة صل على محمد  
وارض عنه رضاء لا ينقطع بعده -  
اے خدا رب اس دعوت قائمہ اور صلوة نافع کے  
محمد پر درود بھیج اور اس سے ایسا راضی ہو کہ پھر  
کبھی ناراضی نہ آئے۔

تو خدا اس کی دعا قبول کرے گا۔

### دعا کب رد نہیں ہوتی

احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی میں حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدعاء لا يرد بين الاذان والاقامة -  
اذان اور اقامت کے عین دعا رد نہیں کی جاتی۔

ابوداؤد میں سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ساعتان تفتح فيهما ابواب السماء  
روقت ایسے ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھل

جاتے ہیں اور بہت کم کسی کی دعا رد کی جاتی ہے: بجای

حصول الدعاء والصف في سبيل الله -  
کے وقت اور راہِ خدا میں صف باندھ کر کھڑے ہونے

کے وقت۔

مسند احمد و ترمذی و دیگر میں ابن کعب بن کعب سے مروی ہے کہ جب وہ اپنی رات گزر جاتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور فرماتے :  
یا ایہا الناس اذکروا اللہ فجاءت  
التراجفة تتبعها الرادفة جاء  
الموت بما فیہ۔  
لے لوگو، اللہ کو یاد کرو، زلزلہ آگیا اور اس کے پیچھے دوسرا زلزلہ ہے، موت اپنی سب حالتوں کے ساتھ آگئی!

### افکار و دنیا سے سبکدوشی

ابن کعب بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آپ پر بہت صلوة بھیجتا ہوں، فرمائیے اپنی صلواتوں میں سے کتنی آپ کے لئے کروں؟ فرمایا: ماشئت (جتنی چاہو)۔ میں نے کہا "جو تھائی؟" فرمایا: ماشئت وان زدت فهو خیر لک، (جتنی چاہو اور اگر زیادہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے)۔ میں نے کہا "اوصی؟" فرمایا: ماشئت وان زدت فهو خیر لک، میں نے کہا "اچھا تین حصے؟" فرمایا: ماشئت وان زدت فهو خیر لک، اس پر میں نے عرض کی "تو میں اپنی تمام صلواتیں آپ ہی کے لئے خاص کئے دیتا ہوں؟" فرمائیے لگے: اذا یکفیک اللہ ما اہمک من دنیا و دنیاک و اخرتک، (تو پھر خدا تجھے دین و دنیا کے افکار سے سبکدوش کر دیگا)۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ الفاظ فرمائے: اذا یکفیک ہمک و یغفر ذنبک، (تو پھر تجھے بے فکر اور تیرے گناہ معاف کر دیگا)۔

### صلوة بمعنی دعاء

صلوة کے معنی ہیں: دُعا۔ قرآن میں ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ، اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ | اُن کے حق میں دعا کر (کیونکہ) تیری دعا ان کے لئے تسکین ہے۔ (۱۰۳: ۹)

حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ (اے خدا  
ابو اوفیٰ کے خاندان پر تیرا درود ہو)۔ ایک عورت نے عرض کی: اے رسول اللہ!  
میرے اور میرے شوہر کے لئے دعا کیجئے۔ فرمایا: سلیٰ اللہ علیک وعلیٰ زوجک،  
(مجھ پر اور تیرے شوہر پر اللہ کا درود)۔

**جلب خیر و دفع ضرر کے لئے دعاء**

اپنی والی حدیث میں چونکہ سائل کا مقصود یہ تھا کہ میں جلب خیر اور دفع شر  
کے لئے دعائیں مانگا کرتا ہوں، بتائیے ان میں سے آپ کے لئے کتنی کر دوں؟  
اس لئے آپ برابر یہی فرماتے رہے کہ جتنی چاہو اور اگر زیادہ کر دو تو تمہارے حق  
میں بہتر ہے، چنانچہ جب اُس نے کہا کہ میں اپنی تمام دعائیں آپ ہی کے لئے  
خاص کئے دیتا ہوں تو فرمایا: تو خدا تجھے دین و دنیا کے اندیشوں سے بے فکر  
کروں گا اور ظاہر ہے یہ بڑی سے بڑی اور زیادہ سے زیادہ چیز ہے جس کے  
لئے دعا کی جاسکتی ہے۔

## فصل ۱۵

### زیارت قبور اور مدارج غلو

غلو کا پھلا درجہ

علماء اسلام نے شرعی دعائیں بیان کر دی ہیں اور بدعی دعاؤں سے اعراض  
کیا ہے، لہذا ہمیں بھی چاہئے کہ ان کے نقش قدم پر چلیں۔ اس باب میں تین  
درجے ہیں: ایک یہ کہ غیر اللہ کو پکارا جائے جو مرچکا ہے یا غیر حاضر ہے،  
عام اس سے کہ کوئی نبی ہو یا ولی۔ مثلاً کہے "اے فلاں، مجھے پناہ دے،"



یا تیری دہائی ہے یا دشمن کو زیر کر دے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ اُس کو منظر  
 و توبہ چاہے جیسا کہ بہت سے جاہل مشرک کرتے ہیں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ  
 اُس کی قبر کو سجدہ کرے یا اُس کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور سمجھے کہ یہ نماز  
 قبلہ و نماز سے افضل ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں: یہ قبر  
 خواص کا قبلہ ہے اور کعبہ عوام کا قبلہ! اور یہ کہ: اُس کی زیارت کے لئے سفر حج کی  
 سفر کے برابر ہے اور یہ کہ اُس کی زیارت کے لئے چند مرتبہ کا سفر ایک حج کا ثواب  
 رکھتا ہے بلکہ بہت سے عالی ثواب مرتبہ کی زیارت کو متعدد حجوں سے بھی افضل بتاتے  
 ہیں! یہ چیز صاف شرک ہے اگرچہ بہت سے لوگ اُس کے مُرتکب کیوں نہ ہوں۔  
غلو کا دوسرا درجہ

دوسرا درجہ یہ ہے کہ انبیاء یا صالحین میں سے جو مر گئے ہیں یا غیر حاضر ہیں اُن  
 سے کہا جائے: خُدا سے میرے لئے دُعا کرو یا اپنے رب سے ہمارے حق میں التجا کرو،  
 جیسا کہ عیسائی مریم وغیرہ سے درخواستیں کرتے ہیں۔ اس چیز میں کسی عالم کو بھی  
 اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ ناجائز ہے اور ایک ایسی بدعت ہے جسے سلفِ  
 اُمت میں سے کسی نے بھی نہیں کیا۔  
زیارت قبور کی دُعا کے مسنون

ہاں اہل قبور پر سلام بھیجنا اور انہیں مخاطب کرنا جائز ہے، چنانچہ نبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو تعلیم دیتے تھے کہ جب قبروں پر جائیں تو کہیں:  
 السلام علیکم اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین، وانا ان شاء  
 اللہ بکم لاحقون، یغفر اللہ لنا و  
 لکم نسأل اللہ لنا و لکم العافیة،  
 تم پر سلام ہے اس جگہ کے بسنے والو! ہم نسا  
 تم سے مل جانے والے ہیں، خدا ہمیں اور تمہیں  
 بخشے، ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت  
 چاہتے ہیں۔ اے خدا ہمیں ان کے اجر و محروم

اللّٰهُمَّ لَا تُعْزِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْضِنَا  
بعدهم، واغفر لنا ولهم۔  
نہ کرنا اور ان کے بعد فتنہ میں نہ ڈالنا اور ہمیں  
اور انھیں بخش دینا۔

### مشروع اور غیر مشروع

ابو عمر بن عبدالبر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وایت کی ہے کہ فرمایا:

ما من رجل يمر بقبر الرجل كان  
يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا  
رد الله عليه روحه حتى يرد  
عليه السلام۔  
جب آدمی کسی ایسے شخص کی قبر پر سے گزرتا ہے  
جسے دنیا میں جانتا تھا اور اُسے سلام کرتا ہے  
تو خدا اُس کی رُوح اُسے لوٹا دیتا ہے تاکہ اُس  
کے سلام کا جواب دے دے۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا:

ما من مسلم يسلم على الا رد الله  
علي روحه حتى يرد عليه السلام۔  
جو مسلمان بھی مجھ پر درود بھیجے گا تو خدا میری رُوح  
لوٹا دینگا تاکہ اُس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

یہ مشروع ہے لیکن مُردہ سے دُعا چاہنا اور کوئی خواہش کرنا مشروع نہیں۔

### حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور روضہ اطہر

موطا امام مالکؒ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو بے روضہ مبارک پر  
جاتے تو یہ کہہ کر فوراً ہٹ جاتے:

السلام عليك، يا رسول الله، السلام عليك  
يا ابا بكر، السلام عليك يا ابي۔  
اے رسول اللہ آپ پر سلام، اے ابو بکر آپ  
پر سلام، اے باپ آپ پر سلام۔

عبداللہ بن دینارؓ سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ حجرہ  
میں کھڑے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة اور ابو بکرؓ کے لئے دُعا کر رہے ہیں۔ اسی  
طرح حضرت انسؓ وغیرہ کی بابت منقول ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے  
اور سب دُعا کرنا چاہتے تو قبدرُوح ہو جاتے تھے۔

## بعد والوں کی لغزش

کسی ایک صحابی کے متعلق بھی مروی نہیں کہ اُس نے حجرہ کی طرف رُخ کر کے دُعا مانگی ہو۔ بلاشبہ بعد کے بہت سے فقہاء و صوفیہ اور عوام نے اس معاملے میں لغزش کھائی مگر کوئی ایک ایسا امام بھی اس طرف نہیں گیا جس کی رائے مانی جاتی ہو اور جسے اُمت میں عام مقبولیت حاصل ہو۔

## ائمہ اربعہ کا مذہب

ائمہ اربعہ: مالک و ابوحنیفہ و شافعی و احمد اور دوسرے ائمہ اسلام کا مذہب یہ ہے کہ زائر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کر چکے اور اپنے لئے دُعا کرنا چاہے تو قبلہ ہو جائے۔ پھر سلام کے بائیں میں اختلاف ہے کہ کس طرح کیا جائے۔ مالک و شافعی و احمد کا مذہب ہے کہ حجرہ کی طرف منہ کر کے سلام کرنا چاہئے اور ابوحنیفہ کا قول ہے کہ سلام کے وقت حجرہ کی طرف منہ بھی نہ کرے۔ پھر اس بارے میں اُن کے مذہب میں دو قول ہیں کہ آیا حجرہ کو پشت سے کر سلام کرے یا بائیں جانب رکھے۔ یہ سلام کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے مگر دُعا میں سب یکجہت متفق ہیں کہ قبلہ رُخ ہونا چاہئے۔

## امام مالک والی حکایت

یہی وہ حکایت جو امام مالک کی نسبت بیان کی جاتی ہے کہ اُن کے جب علیفہ منصور نے حجرہ کی طرف رُخ کر کے دُعا مانگنے کی بابت پوچھا تو اُنھوں نے اسکی اجازت دی اور کہا: ہو وسیلتک و وسیلة ابيك آدم (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اور تیرے باپ آدم کا وسیلہ ہیں تو یہ امام مالک پر ایک بہتان ہے۔ اسکا سلسلہ روایت جہول ہے اور وہ اُن کے مذہب کی کتابوں اور اُن کے مستند روایتوں کے سلسلہ سندوں سے جیسا کہ اسماعیل بن اسحاق وغیرہ نے بیان کیا ہے چنانچہ امام مالک کو مروی ہے کہ جب اُن سے اُن لوگوں کے بائیں میں سوال کیا گیا جو حجرہ کے سامنے دیر

تک کھڑے ہوتے اور اپنے لئے دعا کرتے ہیں تو انہوں نے اس فعل کی سخت مذمت کی اور کہا یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے سلف امت: صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی نہیں کیا اور فرمایا: لا یصلح اخر هذه الامة الا ما صلح اولها (اس امت کا آخر بھی اسی سے درست ہوگا جس سے اس کا اول درست ہوا ہے)۔

### استدلال ابن تیمیہ

امام مالک نے جو کچھ کہا ہے وہی درست ہے کیونکہ صحابہ و تابعین کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہ چیز ان میں نہ تھی حالانکہ اگر دعا کے وقت حجرہ کی طرف متوجہ ہونا جائز ہوتا تو وہ اس سے ضرور واقف ہوتے اور اس پر سب سے پہلے عمل کرتے۔ دعا صرف خدا ہی سے کی جاتی ہے اس لئے دعا کے وقت حجرہ کی طرف رخ کرنا اسی طرح ممنوع قرار دیا گیا جس طرح نماز کے وقت حجرہ یا قبر کی طرف رخ کرنا ممنوع ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا۔ | نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ انکی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔  
لہذا اس حدیث صحیح کے بموجب قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز ہوا اور نہ دعا کرنا، قبروں میں کوئی تخصیص یا امتیاز نہیں، انبیاء اور غیر انبیاء سب کی قبریں اس حکم میں یکساں طور پر داخل ہیں۔

### سخت بدعت و معصیت

اس بارے میں تمام مسلمان متفق ہیں کہ نماز کے لئے قبر پر جانا اور قبر کی طرف رخ کر کے ادا کرنا جائز نہیں بلکہ ایک سخت بدعت و معصیت ہے۔ اسی طرح دعا کے لئے قبروں پر جانا عام اس سے کہ انبیاء کی قبریں ہوں یا صالحین کی جائز نہیں۔ پس جب قبر کی طرف نماز اور قبر کے پاس دعا نارا ہے تو خود میت اور صاحب قبر سے دعا مانگنا یا چاہنا بدرجہ اولیٰ نارا ہوگا۔

بنا بریں مردہ سے اس طرح کی درخواستیں کرنا کہ خدا سے مانگو اور وہ مانگو، ناجائز ہے اور کسی حال میں بھی اس کی اجازت نہیں۔

### انکشافِ حقیقت

بلاشبہ اگر وہ زندہ ہوتا تو یہ بات جائز ہوتی کیونکہ زندگی میں وہ مکلف تھا اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے سائل کا سوال پورا کرنے کے لئے مستعد ہو سکتا تھا مگر موت کے بعد مکلف نہیں رہا بلکہ تمام پابندیوں سے آزاد ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ حضرت موسیٰ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں یا یہ کہ شب معراج میں انبیاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی، یا یہ کہ اُس عالم میں بھی صالحین ذکرِ الہی اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کے مکلف ہیں بلکہ محض اپنے جی اور تقدیرِ الہی سے کرتے ہیں تاکہ اُن کی رُوح لُطف و مسرت حاصل کرے۔

### میت سے درخواست بے سود

بنا بریں میت سے یہ درخواست کرنا بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ وہ اس سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتا، جو کچھ خدا نے مقدر کر دیا ہے اُس پر مردے عمل کرتے ہیں اور جو نہیں کیا اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، عام اس سے کہ انھیں کتنا ہی گناہ پہنچا رکھے پکارا جائے۔ جیسا کہ فرشتوں کے متعلق ہے کہ صرف حکمِ خداوندی سے ہی عمل کرتے ہیں۔ فرمایا:

<p>کافروں نے کہا کہ خدا کے بیٹا ہے، پاک تو اُس کی ذات، بلکہ وہ عزت والے بندے ہیں، خدا کے آگے پیشقدمی کر کے بول نہیں سکتے اور اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔</p>	<p>وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ، بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ، لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ - (۲۱ : ۲۶)</p>
--	---

## آنحضرت کی حیات و وفات کے حالات کا اختلاف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کسی چیز کے جائز ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ وفات کے بعد بھی جائز ہو، کیونکہ مثلاً آپ کے گھر میں نماز پڑھنا مشروع تھا، اسی مسجد بنانا جائز تھا۔ لیکن وفات کے بعد جب آپ اس میں دفن ہو گئے تو ایسا کرنا حرام ہو گیا۔ چنانچہ فرمایا:

یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد ٹھیر لیا (راوی کہتا ہے) آپ نے ایسا کرنے سے ڈرایا ہے اگر یہ خیال نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی جگہ بنا لی جاتی مگر یہ ناپسند کیا گیا کہ وہ مسجد قرار دے لی جائے۔

لعن الله اليهود والنصارى  
اتخذوا قبور انبياءهم مساجد -  
يخذوا ما فعلوا، ولولا ذلك  
لا برئ قبره ولكن كره ان يتخذ  
مسجدا -

اسی طرح صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ فرمایا:

تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد ٹھیر لیا کرتے تھے، خبردار تم قبروں کو مسجد نہ ٹھیرانا، میں تمہیں اس کی محانت کرتا ہوں۔

ان من كان قبلكم كانوا يتخذون  
القبور مساجد الا فلا تتخذوا القبور  
مساجد فاني انهاركم عن ذلك -

یا مثلاً یہ کہ آپ کی حیات میں آپ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز بلکہ افضل ترین عمل تھا۔ لیکن وفات کے بعد جائز نہیں کہ آپ کی قبر کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔

اسی طرح زندگی میں آپ سے درخواست کی جاسکتی تھی کہ حکم دیں، فتویٰ صادر کریں، فیصلہ کریں۔ لیکن ابصال کے بعد یہ واہیں رہا۔

### احادیث متعلقہ زیارت قبر نبوی

امام مالک وغیرہ علماء نے تو اس بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ کہنا بھی مکروہ ہے کہ میں نے قبر نبوی کی زیارت کی۔ کیونکہ یہ لفظ وارد نہیں ہوا اور قبر مبارک

کی زیارت کے متعلق جتنی حدیثیں بھی روایت کی گئی ہیں سب کی سب ضعیف بلکہ سراسر باطل اور تھوٹی ہیں۔ پھر یہ لفظ (یعنی "زیارت") متاخرین کے عرف میں دو معنی کے لئے استعمال ہونے لگا ہے اور اس سے اکثر بدعتی زیارت مراد لی جاتی ہے جو شرک کی قسم سے ہے مثلاً اس ارادہ سے قبر کی زیارت کہ خود اُس سے دعا کی جائے یا اُس کے واسطے سے خدا سے دعا کی جائے یا اُس کے پاس دعا کرنے کو افضل سمجھا جائے۔

### شرعی زیارت قبور کے آداب

اور شرعی زیارت یہ ہے کہ نماز جنازہ کی طرح میت کی قبر پر خاصۃً لوجہ اللہ جائے اُس پر سلام بھیجے اُس کے حق میں دعا کرے۔ یہی زیارت مشروع ہے۔ لیکن چونکہ بہت سے لوگ لفظ زیارت سے پہلے معنی یعنی بدعتی زیارت مراد لیتے ہیں اس لئے امام مالک نے یہ کہنا ہی مکروہ قرار دیا کہ "میں نے قبر نبویؐ کی زیارت کی" کیونکہ اس میں ابہام و اشتباہ ہے اور وہ معنی بھی نکلتے ہیں جو اہل بدعت و شرک میں مقبول ہیں۔

### ممنوع طریقہ دعا اور غلو کا تیسرا درجہ

تیسرا درجہ یہ ہے کہ مثلاً اس طرح دعا کرے "اے خدا میں تجھ کو شکر ادا کرتا ہوں" کے ذریعہ سے یا اُس کی جاہ و حرمت کے واسطے سے التجا کرتا ہوں" (یا اسی قسم کے الفاظ) تو اس کے متعلق اوپر گزر چکا ہے کہ ابوحنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک ممنوع ہے نیز یہ بھی مذکور ہو چکا کہ یہ چیز صحابہؓ میں مشہور نہ تھی بلکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے بعد حضرت عباسؓ اور دوسرے لوگوں کی دعاؤں کا وسیلہ بنایا تھا۔

## اشتراک توکل و توجہ

اب واضح ہو گیا کہ لفظ "توکل" و "توجہ" دو معنی میں مشترک ہے: ایک تو صحابہؓ مراد لیتے تھے اور ایک وہ صحابہؓ مراد نہیں لیتے تھے۔ اُس کے معنی ان کی بول چال میں یہی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و شفاعت کو وسیلہ بنایا جائے۔ اور اسی پر تکیا کر کے ہر مومن کی دعا و شفاعت کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

### اہل قبور سے استعانت کا بطلان

یہی وہ حدیث جو بہت سے مشائخ اپنے معتقدوں سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا اعْتَبَكُمُ الْاُمُورُ فَعَلَيْكُمْ بِالْاَهْلِ الْقُبُورِ (او) فَاسْتَعِينُوا بِالْاَهْلِ الْقُبُورِ (جب کسی مشکل میں پھنسو تو اہل قبور کی طرف رجوع کرو) یا فرمایا (اہل قبور سے مدد مانگو)۔ تو یہ ایک باطل اور جھوٹی حدیث ہے، تمام علماء حدیث کا اس پر اتفاق ہے، نہ کسی محدث نے اسے روایت کیا ہے اور نہ یہ کسی معتبر کتاب میں موجود ہے۔ بلکہ اس کا بطلان بداہتہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

<p>اُس زندہ جاوید پر توکل کرو جو کبھی نہیں مرے گا اور اُس کی ستائش کی تسبیح کر اور اپنے بندوں کے گناہوں سے اُس کا باخبر ہونا بس کرتا ہے۔</p>	<p>وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْمُكَلِّمِ عَبَادِهِ خَبِيرًا (۲۵: ۵۸)</p>
--	---

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیز بھی ممنوع قرار دے دی ہے جو اس سے تریبِ منیٰ یعنی قبروں کا مسجد قرار دینا اور وہاں دعا و غیروہ کے لئے جانا بلکہ اس کے مُرْتَكِب پر لعنت کی ہے اور ایسے لوگوں کی مشابہت سے ڈرایا ہے کیونکہ یہ بُرت پرستی کی اصل اور بنیاد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

<p>انہوں نے کہا اپنے مہرؤوں کو نہ چھوڑنا، نہ وہ کو چھوڑنا نہ سوار کو، نہ بیوت و بیوق و نسرو۔</p>	<p>وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدَّاءَ وَلَا سِوَا حَاوٍ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَ نَسْرًا (۲۳: ۲۴)</p>
--	---



یہ لوگ (ود، سواع، یعوق، یغوث، نسر) قوم نوح میں شامل تھے،  
جب مرے تو مخلوق ان کی قبروں کی تعظیم و تکریم کرنے لگی، پھر ان کی تصویریں بنائیں  
اور اس کے بعد ان کے بت گھر گھر پرستش میں لگ گئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس  
وغیرہ علماء سلف کا قول اوپر گزر چکا ہے۔  
تمام اوپان سابقہ کی مطابقت

یہ شرک جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، دوسرے تمام انبیاء کے  
تمام دینوں میں بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ تورات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے نبی اسرائیل  
کو مڑوں سے دعا کرنے اور شرک کی اور تمام قسموں سے منع کیا اور کہا اس کے  
نڈا ناراض ہوتا اور مرادیتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تمام پیغمبروں کا دین ایک ہی ہے  
اگرچہ شریعتیں متعدد ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا معشر الانبیاء دیننا واحد۔ ہم نبیوں کا دین ایک ہی ہے۔

اور قرآن میں ہے:

<p>اُس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس پر نوح کو وصیت کی تھی اور جسے وہ تم سے پہلے طرف بھی اسی کی رہی ہے اور ابراہیم و موسیٰ علیہما سواہی اسی کا حکم دیا تھا کہ دین کو قائم کرنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا اور اے پیغمبر تو اس دین کی طرف مشرکین کو بلاتا ہے وہ ان پر بہت ہی شاق کرتا ہے۔</p>	<p>شَرَعْنَا لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّيْنَا بِهِ نُوحًا وَالَّذِي آوَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَ عِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ، كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُهُمَ إِلَيْهِ۔ (۲۲: ۱۳)</p>
--	---

انبیاء کا گروہ ایک ہی گروہ ہے

اور فرمایا:

اے پیغمبر، پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو  
میں تمہارے عملوں سے باخبر ہوں اور یہ تمہارا  
گروہ ایک ہی گروہ ہے اور میں تم سب کا  
رب ہوں پس مجھی سے ڈرو، پھر لوگوں نے  
آپس میں دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے، ہر فرقہ  
اپنے دین سے خوش ہے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ  
وَأَعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ  
عَلِيمٌ، وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً  
وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ،  
فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا،  
كُلٌّ حِزْبٌ بِمَا لَدَيْهِمْ فِرْعُونٌ۔

(۲۳: ۵۱ تا ۵۳)

## دین فطرت اسلام ایک ہی ہے

اور فرمایا:

دین سینف پر استوار ہو جا جو فطرت الہی ہے کہ  
جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت  
میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہ دین بالکل صاف  
سیدھا ہے مگر اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ ہاں ہر طرف  
سے کٹ کر خدا ہی کی طرف لوٹ پڑو، اُس سے  
ڈرو، نماز قائم کرو اور شریکین میں سے نہ ہو جاؤ  
یعنی ان میں سے جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے  
ٹکڑے کر ڈالا ہے اور فرقے فرقے ہو کر ہر فرقہ  
اپنے طریقہ پر خوش ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا،  
فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا،  
لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ، ذَٰلِكَ الدِّينُ  
الْقَیْمُ، وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
مِنِّي بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَتَّقُوهُ وَأَقِمْوَا  
الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ،  
مِنَ الَّذِينَ قَفَرُوا بَيْنَهُمْ وَكَانُوا  
شِبَعًا، كُلُّ حِزْبٍ لِّمَا لَدَيْهِمْ  
فِرْعُونٌ۔ (۳۰: ۳۰ تا ۳۲)

یہی اسلام ہے اور یہی وہ دین فطرت ہے جس کے علاوہ اور کوئی دین خدا کو

پسند نہیں اس موضوع پر مفصل بحث دوسرے مقامات میں ہو چکی ہے۔

# فصل ۱۶

## مذمتِ افسانی کا سب سے بڑا حربہ شیطانی

بدرجہ اولیٰ ناجائز؟

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو بات (یعنی شرک) خاتم النبیین، سید الاولین و الآخِرین، اشرف المخلوقات، افضل الشفعا، صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جائز نہیں رکھی، وہ آپ سے کم درجہ اولیا، وصالحین کے حق میں بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگی۔ چنانچہ کسی کو نہ خدا کے ساتھ شریک کیا جائیگا، نہ اس کی قبر بت بنا کر پوجی جائیگی، نہ خدا کو چھوڑ کر اُسے جیتے جی اور مرے پیچھے پکارا جائیگا۔

حُرمتِ کلماتِ شُرکتیہ

بنابریں کسی کے لئے روا نہیں کہ کسی ولی یا بزرگ کو اس کی عدم موجودگی یا موت کے بعد پکارے اور کہے اے میرے آقا! مجھے فتح یاب کر، بہری دشگیری کر، مجھ سے مُصیبت ٹال دے، میں تیری پناہ میں ہوں وغیرہ امور جو شرک ہیں اور جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام بتایا ہے اور جن کی حُرمت دینِ اسلام میں بدایتہ ظاہر و واضح ہے۔

مکاشفات کے من گھڑت افسانے

ہے وہ مکاشفات و احوال جن کا ظہور شہرہ رسنوں پر قبروں کے پاس ہوتا ہے تو ان سے کسی کو دسو کا نہ کھانا چاہئے کیونکہ وہ اکثر من گھڑت اور افسانے ہوتے ہیں اور اگر ان میں کوئی واقعی ہوتا بھی ہے تو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ اس طرح کہ شیطان جن صاحبِ قبر کی سورت میں ہوتا اور ان گمراہوں کی گمراہی

پنختہ کرنے کے لئے اُن سے ہم کلام ہوتا اور ان کی بعض ضرورتیں پوری کر دیتا ہے۔ یہ سادہ لوح سمجھتے ہیں کہ وہ خود شیخ ہے جو اپنی کرامت سے اس طرح زندہ ہو کر سامنے آ گیا ہے۔ حالانکہ وہ نہ شیخ ہوتا ہے نہ اُس کی کرامت بلکہ شیطان ہوتا ہے جو ان کی گمراہی بڑھانے کے لئے یوں رُوپ دھار کر آتا ہے۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں، کیونکہ شیطان اسی طرح مُشرکوں کو گمراہ کیا کرتا ہے، بُت پرستوں پر بھی ایسے ہی حالات ظاہر ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے بتوں کی کرامت یقین کرتے ہیں۔

### خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا واقعہ

مجھے اس قسم کے بہت سے واقعات معلوم ہیں، چنانچہ میں نے خود اُن لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے میری اور دوسرے مشائخ کی ہماری عدم موجودگی میں دُہائی دی تھی۔ اُن کا بیان ہے کہ اُنہوں نے مجھے اور اُن مشائخ کو ہوا میں اُڑ کر آتے اور اُن کی مُصیبت دُور کرتے دیکھا۔ لیکن میں نے اُنہیں بتا دیا کہ یہ سب شیطان کی شُعبہ بازیاں ہیں، وہی میری اور دوسرے بزرگوں کی صورت میں آیا تھا تاکہ غیر موجود یا متوفی مشائخ کے پکارنے میں اُن کی ہمت افزائی کرے اور گمراہی کو اور زیادہ مضبوط کرے۔ اسی قسم کی وارداتیں عیسائیوں کو بھی پیش آتی ہیں جو اپنے بزرگوں کو پکارتے اور اُن سے فریادیں کرتے ہیں۔ چنانچہ اُنہیں بھی نظر آتا ہے کہ اپنے جس بزرگ کو اُنہوں نے پکارا تھا، آ گیا اور اُن کی مراد پوری کر گیا۔ حالانکہ یہ سب شیطان کے ہتھکنڈے ہوتے ہیں۔

### شیطانی کارستانیوں کا نتیجہ

یہ لوگ جو متوفی انبیاء، صحابہ، مشائخ اور اہل بیت وغیرہ سے رجوع کرتے ہیں، اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے مکاشفات اُن پر بھی ہو جائیں۔ چنانچہ اگر

کسی کو اس میں کامیابی ہو جاتی ہے تو اُسے اپنے اس مُشرکاً نہ فعل کی کرامت و معجزہ یقین کرنے لگتا ہے مثلاً اگر کسی کو اُس شیخ کی قبر پر جسے وہ خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے کوئی آواز سنائی دیتی یا کوئی صورت دکھائی دیتی یا اوپر سے کھانا یا روپیہ وغیرہ اترتے نظر آتا ہے تو اُسے اُس شیخ کی ولایت و کرامت سمجھنے لگتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے غور نہیں کرتا کہ یہ سب شیطان کی کارروائی ہے جو اُسے گمراہ کرنے کی فکر میں ہے اور جس کے ذریعہ وہ بُت پرستی عام کر چکا ہے۔

### بُت کیسے گمراہ کر سکتا ہے

قرآن میں ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے دُعا کی:

وَاجْتَنِبْنِي وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ  
الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَّ كَثِيْرًا  
مِّنَ النَّاسِ - (۲۶:۲۵:۱۱۳)

مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں، اے رب بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

حالانکہ معلوم ہے خود پتھر کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا، البتہ اُس کے ساتھ کوئی اور سبب موجود ہوتا ہے جو گمراہ کرتا ہے۔ کوئی بُت پرست بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ بتوں نے آسمان زمین پیدا کئے ہیں بلکہ وہ انھیں خدا کے ہاں اپنا فقط سفارش اور وسیلہ یقین کرتے تھے چنانچہ بعضوں نے انبیاء و صالحین کی موتیں گھڑائیں، بعضوں نے آفتاب ماہتاب اور ستاروں کے بُت بنائے، بعضوں نے فرشتوں کے اور بعضوں نے جنوں کے مجسمے طیار کئے اور یہ سمجھ کر اُن کی پرستش کرنے لگے کہ اس طرح وہ ملائکہ و انبیاء و صالحین یا آفتاب ماہتاب کی پرستش کرتے ہیں۔

### سراسر وہم بلکہ شیطان پرستی

حالانکہ یہ اُن کا سراسر وہم تھا اور حقیقت میں وہ شیطان کی پرستش کرتے تھے کیونکہ شیطان ہی اپنی پرستش سے خوش ہوتے اور طرح طرح کے حیلوں سے اُس کی

ترغیب دیتے ہیں ہے ملائکہ تو وہ ہرگز اسے پسند نہیں کرتے۔ قرآن میں ہے:

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر فرشتوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے پاک ہے تیری ذات تو ہی ان کے سوا ہمارا دوست ہے بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں سے اکثر انہیں پر ایمان رکھتے تھے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ  
لِلْمَلٰئِكَةِ اَهٰؤَلاَئِىَّا كُفَرًا كَانُوْا  
يَعْبُدُوْنَ - قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ  
وَلِيَّتْنَا مِّنْ دُوْنِهِمْ، بَلْ كَانُوْا  
يَعْبُدُوْنَ الْبَعَثَ، اَكْثَرُهُمْ بِهٖمْ  
مُؤْمِنُوْنَ - (۳۳۲ : ۳۴۰)

**بتدریج فریب دہی کا شکار**

شیطانوں کا قاعدہ ہے کہ اگر عابد شیطان پرستی کو جائز نہیں سمجھتا تو پھر اُسے براہ راست اس کی دعوت نہیں دیتے بلکہ انبیاء، صالحین اور ملائکہ وغیرہ مخلوقات کی عبادت کی طرف، کہ جن سے اُسے حسن ظن ہوتا ہے، راغب کرتے اور اس طرح بتدریج اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ چنانچہ فریب خوردہ انسان سمجھتا ہے کہ میں شیطان پرستی سے کوسوں دُور خدا کی نیک مخلوق کی تعظیم و تکریم و تقدیس میں مصروف ہوں۔ لیکن اہل میں وہ شیطان پرست ہی ہوتا ہے اور انبیاء و صالحین وغیرہ کے نام سے شیطان پوجتا ہے۔

**شیطان پرست لوگوں کے عقائد**

بظلمات ان کے جو لوگ شیطان پرستی جائز رکھتے ہیں تو ان پر وہ اول دن ہی سے کھل جاتا اور اپنی حقیقت ظاہر کر دیتا ہے۔ انسان کا نوب بھر کر آنے والا شیطان کبھی اس قسم کے مطالبے بھی کرتا ہے کہ اُسے سجدہ کیا جائے یا اُس سے بد فعلی کی جائے یا مردار کھایا اور شراب پی جائے۔ اکثر دیکھنے والے صلیت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے یقین کرتے ہیں کہ جو صورتیں دکھائی دے رہی ہیں وہ

یا فرشتے ہیں یا جنات ہیں جو ان سے باتیں کرنے کے لئے اتر آئے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ جو سورتیں دکھائی دیتی ہیں وہ اولیاء اللہ جناتوں کی ہیں جو نظر سے ہمیشہ اوجھل رہتے ہیں اور جن کا نام بقول ان کے رجال الغیب ہے۔ حالانکہ وہ سب شیطان ہی ہوتے ہیں جو انسان یا دوسری مخلوقات کے جیس میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

### عربوں میں جنات کی نسبت عقیدہ

عرب میں قاعدہ تھا کہ لوگ جنات کی ڈھائی دیا کرتے تھے جب کوئی کسی ایسے علاقہ میں جاتا تھا جہاں کے باشندوں سے دوستی نہ ہوتی تو کہتا تھا "میں اس علاقہ کے سردار جنات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے بد معاشوں کے شر سے محفوظ رکھے" اس اعتقاد نے جنات کو اور بھی حاوی کر دیا تھا اور وہ انھیں گمراہ کرنے میں اور بھی زیادہ مستعد ہو گئے تھے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

انسانوں میں سے لوگ جنات سے پناہ مانگا کرتے تھے، اس لئے انھوں نے جنات کو اور بھی مغرور کر دیا۔

وَ اِنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ  
يَعُوذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ  
سَاۤهَقًا - (۶: ۷۲)

### تعویذ گنڈوں کی ممانعت

اسی طرح عجمی گنڈے تعویذوں میں جنات کے نام آئے ہیں جن سے دعائیں اور فریادیں کی جاتی ہیں اور کبھی کبھی جنات اور شیطان ان گنڈوں کی وجہ سے کچھ کام بھی آتے ہیں۔ لیکن یہ چیزیں سحر و شرک کی قسم سے ہیں اور شریعت میں ممنوع ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَ اتَّبِعُوا مَا تَتْلُو الشَّيْطٰنِ عَلٰۤی | وہ اُس جہنم منتر کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین

مُلْكٍ سَلِيمَانَ، وَمَا كَفَرُ سَلِيمَانَ  
 وَكَرْبُ الشَّيَاطِينِ كَفَرُوا يَعْتَمِرُونَ  
 النَّاسِ السِّحْرَ، وَمَا أُنزِلَ عَلَى  
 الْمَلَائِكَةِ بِبَابِلَ هَامُوتَ وَ  
 مَا رُوتَ، وَمَا يَعْلَمَانِ مِنْ أَحَدٍ  
 حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ  
 فَلَا تَكْفُرْ، فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا  
 مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ  
 زَوْجِهِ، وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ  
 أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ، وَيَتَعَلَّمُونَ  
 مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ، وَ  
 لَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ  
 فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ، وَلَبِئْسَ  
 مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا  
 يَعْلَمُونَ -

(۱۰۲:۲)

### صاحب کرامت اور کافر و زندیق

ان کفریات پر اعتقاد و عمل رکھنے والے کبھی ہوا میں بھی اُڑتے ہیں شیطان  
 انھیں اُٹھالیتے اور مکہ وغیرہ دور دراز ملکوں تک مارا لے جاتے ہیں۔ لوگ  
 اسے کتنی ہی بڑی کرامت سمجھیں مگر ایسا شخص کافر ہی ہوتا ہے، نماز اور دوسرے  
 فرائض سے اعراض و انکار کرتا ہے، اللہ اور رسول کی حرام ٹھیرانی ہوئی باتوں

سلمان کے غیر سلطنت میں پڑھا کرتے تھے،  
 حالانکہ سلمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے  
 کفر کیا تھا کہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔  
 اور اُس کے پیچھے لگ گئے جو بابل میں دو  
 فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتارا گیا تھا اور  
 وہ کسی کو اُس کی تعلیم نہ دیتے تھے یہاں تک کہ  
 پیچھے کہ دیتے کہ ہم فتنہ ہیں لہذا کفر نہ کرو۔  
 اس کے بعد بھی وہ ان سے وہ باتیں سیکھتے تھے  
 جن سے میاں بی بی میں جدائی ڈال دیتے تھے  
 حالانکہ وہ بے حکم خدا ان کے ذریعہ کسی کو نقصان  
 نہیں پہنچا سکتے، وہ ان سے ایسی باتیں سیکھتے  
 تھے جو ان کے لئے مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ  
 تھیں، حالانکہ جان چکے تھے کہ جس آدمی نے ان  
 باتوں کو خریدنا وہ آخرت میں بے نصیب ہے  
 اور بہت ہی بُرا معاوضہ ہے جس کے بدلے انہوں  
 نے اپنے سینیں بیچنے کے کاش وہ اسے جانتے۔



کو حلال سمجھتا ہے اور ہر قسم کی مکروہات و منکرات سے گنہگار رہتا ہے۔  
شیطان کی ارتباط و کنارہ کشی

شیطان ایسے لوگوں کے ساتھ محض اُس کفر و فسوق کی وجہ سے ارتباط رکھتے ہیں جو اُن میں غصہ یا عداوت یا ایذا جاتا ہے۔ لیکن جو نبی وہ سچی توبہ کے ساتھ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے اور کتابِ سنت کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں، فوراً شیطان کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اس قسم کے تمام شیطانی مکاشفات و احوال و تاثیرات کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

ابن تیمیہ کا مشاہدہ

میں بکثرت ایسے لوگوں سے واقف ہوں جو شام، مصر، حجاز اور یمن میں موجود ہیں۔ جزیرہ، عراق، خراسان اور روم میں اُن کی تعداد اور بھی زیادہ ہے۔ پھر مشرقین اور اہل کتاب کے ملکوں میں وہ بے شمار موجود ہیں اور اس قسم کے شیطانی شعبدوں کا شمار ہو رہا ہے۔

شیطان کی احوال کے ظہور کی وجہ

یہ شیطانی احوال جن کا سرچشمہ کفر و فسوق میں ہے، اپنے اسباب کی کمی نہیں اور قوت و ضعف کی مناسبت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں ایمان و توحید کا ستون مضبوطی سے بندھتا ہے، قرآن و سنت کا آفتاب روشن ہوتا ہے وہیں یہ احوال بھی بہت کم اور کمزور ہوتے ہیں اور جہاں کفر و عصیان کا زور ہوتا ہے وہاں شیطان بھی اپنے کرتب بہت زور شور سے دکھاتے ہیں تاکہ گمراہی اور بھی زیادہ ہو جائے۔ اسی طرح جس شخص میں کفر و ایمان دونوں کے مادے جمع ہوتے ہیں تو اس پر الٰہی و شیطانی دونوں حالتیں طاری ہوا کرتی ہیں۔ جس وقت کہیں مادہ کا زور غلبہ ہوتا ہے اُس کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

## غیر مسلم و مشرک فرقے

خالص مشرکین جو اسلام و ایمان کی لذت سے بالکل نا آشنا ہیں مثلاً بخشیہ، طونیب، بدی وغیرہ ترک و ہندو خطا و ختن کے علمائے مشرکین و مشائخ کفار کے فرقوں میں شیطانی احوال کا ظہور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ ہوا میں اڑتے اور غیب کی باتیں بتاتے ہیں، ان کا دُف بھی اڑتا اور ان لوگوں کو سڑوں پر خود بخود پڑتا ہے جو ان کے مقررہ طریقے کے خلاف جاتے ہیں۔

### نظر فریب کرشمے

اسی طرح جس جام میں وہ شراب پیتے ہیں وہ بھی ادھر ادھر حرکت کرتا نظر آتا ہے اور اس کا محرک کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ اسی طرح اگر ان میں سے کوئی غیر آباد جگہ میں ہوتا ہے اور مہمان آجاتے ہیں تو ان کے لئے طرح طرح کے کھانے خود بخود اترتے دکھائی دیتے ہیں اور قسم قسم کی شرابیں آمو جو د ہوتی ہیں۔

### شیطانی ہتھکنڈوں کی گرم بازاری

دیکھنے والے ان باتوں پر تعجب کرتے اور ان مشرکین کی کرامت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ سب شیطانوں کے ہاتھوں عمل میں آتا اور ظاہر ہوتا ہے جو قریب کی آبادیوں سے کھانا اور شراب وغیرہ چرالاتے ہیں۔ اسی طرح نو مسلم شرکوں میں بھی جو یا تو مشرک ہوتے ہیں یا ضعیف الایمان، اس قسم کی باتیں اکثر دیکھنے میں آتی ہیں۔ رہے تاتاری جو سراسر کافر ہیں تو ان میں ان کی اور بھی گرم بازاری ہے۔

### شیطانی احوال کے اجارہ دار

اسی طرح ان مسلمانوں میں بھی جو تحقیق تو حید سے بے بہرہ، اتباع رسول سے دور اور مشائخ وغیرہ کو پکارتے اور اپنا قبلہ حاجات بناتے ہیں، شیطانی

احوال پائے جاتے ہیں۔ جو کوئی شیطان کو جتنا زیادہ خوش رکھتا ہے اتنا ہی زیادہ اُس پر اُس کا اثر ہوتا ہے۔ اس گروہ میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن میں دین و عبادت پائی جاتی ہے مگر چونکہ جہل و غباوت کی تاریکیاں چھائی ہوتی ہیں اس لئے شیطان کو ان پر دسترس حاصل ہو جاتی ہے۔

### حج شعبہ بازی

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی اڑ کر عرفات میں پہنچ جاتا اور اپنے آپ کو حاجیوں کے ساتھ کھڑا پاتا ہے۔ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسے کرامت و عمل صالح یقین کر کے خوش ہوتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی غور نہیں کرتا کہ یہ نہ عبادت ہوئی نہ کرامت بلکہ محض شیطان کی ایک شعبہ بازی ہوئی جس نے اُس پر غیر محسوس طریقہ سے قبضہ جما لیا ہے۔ کیونکہ جس حج کیلئے نہ احرام باندھا گیا، نہ مزدلفہ میں قیام کیا گیا، نہ طوافِ افاغہ کیا گیا، اور نہ اور ارکان و شرائط پورے کئے گئے، وہ کسی مسلمان کے نزدیک بھی حج نہیں بلکہ ایک مصیبت ہے اور ہرگز جائز نہیں۔

### سفر حج کی مشقتیں اور انبیاء

یہی وجہ ہے کہ انبیاء و صحابہ رضی اللہ عنہم مشایخ و صوفیہ سے کہیں افضل تھے ان میں سے کسی ایک کو بھی اس طرح کی کوئی صورت پیش نہیں آئی، بلکہ وہ عام آدمیوں کی طرح سفر کی مشقتیں برداشت کر کے حج اور دوسری عبادتیں ادا کرتے رہے۔

### کرمانی حج کا ایک واقعہ

اس قسم کا ایک واقعہ ایک شیخ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سکندر سے اڑ کر عرفات پہنچ گیا تھا۔ جہاں اُس نے دیکھا کہ فرشتے اترتے ہیں اور

حاجیوں کے نام لکھ رہے ہیں۔ اُس نے اُن سے پوچھا۔ تم نے میرا نام بھی لکھ لیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، کیونکہ تو نہ تھکا، نہ اُس طور پر آیا جس طور پر تمام حاجی آئے ہیں، اس لئے تیرا حج ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح بعض مشائخ کی بابت مروی ہے کہ اُن سے اس قسم کے حج کے متعلق سوال کیا گیا تو کہا، ایسے حج سے فرض ساقط نہیں ہوا کیونکہ تم نے خدا اور رسول کے حکم کے بموجب حج نہیں کیا۔

## فضائل ذاتِ باری تعالیٰ

### بُنیادِ اسلام

دینِ اسلام دو بُنیادوں پر استوار ہے: ایک یہ کہ بلا شرکتِ غیر تنہا اللہ ہی کی عبادت کی جائے اور دوسرے یہ کہ اُس طور پر کی جائے جس طور پر اُس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقرر کر دی ہے۔ یہی وہ دو اصل الاسول ہیں جنہیں کلمۂ اسلام و ایمان: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیش کرتا ہے۔ اور الہ کے معنی یہ ہیں کہ جس کی عبادت و محبت، تکریم و تعظیم، خوف و رجا، اجلاںِ اکرامِ دل کو گھیر لے۔

### اللہ تعالیٰ کا حق

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بندوں پر یہی حق ہے کہ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔ پس اسی کو پکارا جائے، اسی کی عبادت کی جائے، اسی سے ڈرائے، اسی سے اُمید رکھی جائے اور اسی کی اطاعت کی جائے۔

## رسول اللہ کا درجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے پہنچانے والے ہیں۔ پس حلال وہی ہے جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہی ہے جسے اللہ نے حرام ٹھیرا یا ہے اور دین وہی ہے جو خود اُس نے مقرر کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور اُس کی مخلوق کے مابین واسطہ ہیں جو اُس کے پیغام پہنچاتے، اُس کے حکم سے آگاہ کرتے اور اُس کے وعدہ و وعید کی خبر دیتے ہیں۔

## دُعاؤں کو قبولیت بخشنا

رہا دُعاؤں کا قبول کرنا، بلاؤں کا دور کرنا، ہدایت سے سرفراز کرنا، دولت و نعمت سے مالا مال کرنا، تو یہ سب صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی بندوں کی صدائیں سنتا ہے، اُن کے ٹھکانے جانتا ہے، اُن کا ظاہر و باطن دیکھتا ہے، اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے کہ جس پر چاہے بارانِ رحمت نازل کرے، جس کی مصیبتیں چاہے دور کر دے، جسے چاہے دُنیا بھر کے خزانے دیدے۔

## سب کی حاجت روائی کرنا

وہ اپنے بندوں کی حالت معلوم کرنے میں کسی کا بھی محتاج نہیں، اُن کی مُرادیں پوری کرنے میں کسی کی مرد کا بھی خواہش مند نہیں، کیونکہ وہ خود سمیع و علیمِ قدیر ہے۔ اُسی نے وہ تمام اسباب و وسائل پیدا کئے ہیں جن سے حاجت روائی ہوتی اور مسرت و سعادت آتی ہے، وہ مسبب الاسباب ہے، تنہا و یگانہ ہے، غنی و بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے نہ کوئی اُس کا بیٹا ہے، سب اُس کے بندے اور اُس کی مخلوق ہیں، نہ اُس کا کوئی ہمسر ہے نہ نظیر ہے نہ ساتھی ہے، (قرآن کہتا ہے):

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (۲۸: ۵۵)  
 سائلوں کی الحاح پسند کرنا

پس آسمان والے بھی اسی سے مانگتے ہیں زمین والے بھی اسی سے مانگتے ہیں، وہ سب کی حد ایسی کیساں طور پر سنتا اور سب کی بولیاں سمجھتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ایک کی سنتے وقت دوسرے کی نہ سُننے یا ایک کو دیتے وقت دوسرے کو نہ دے سکے، زبانوں کا اختلاف، بولیوں کی کثرت، سائلوں کا شور اُسے پریشان نہیں کر سکتا، اُس کے کان بیک وقت سب کے لئے کھلے ہوتے اور اُس کے ساتھ سب کو دیتے رہتے ہیں۔ بلکہ وہ سائلوں کی الحاح و زاری اور اصرار و تقاضا کو پسند کرتا ہے۔

### بذریعہ رسول خدا احکام دینا

چنانچہ جب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام دریافت کرتے تھے تو خود اللہ برتر جواب دیتا تھا۔ مثلاً فرمایا:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِهْلَةِ، قُلْ: رَهَى  
 مَوَاقِفُ الَّذِينَ لِلنَّاسِ وَالْحَجِجِ (۱۸۹: ۴)  
 وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ؟ قُلْ:  
 الْعَفْوُ - (۲۱۹: ۲)

تجھ سے حال (چاند) کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ وہ لوگوں اور حج کے اوقات ہیں۔  
 پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دو کہ عفو (یعنی جو مال ضرورت سے نہ اٹھ ہو)۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَرِقَاتِهِ  
 فِيهِ؟ قُلْ: قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ (۲۱۷: ۲)

شہر حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اس میں جنگ بہت بُری چیز ہے۔

### براہِ راست بندوں کو جواب

بلکہ جب خود اُس ذات برتر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاتَّقِ  
قُرْبِي، أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا  
دَعَاكَ. (۱۸۶: ۲)

بس میرے بندے میری بابت تجھ سے پوچھیں تو  
میں ان سے قریب ہوں، مجھ سے دعا کرنے والا جب  
مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی سنتا اور قبول کرتا ہوں

اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ کہہ دے.....، بلکہ براہِ راست خود ہی جواب  
دے دیا کہ میں تم سے بالکل نزدیک ہوں اور تمہاری دعائیں سنتا اور قبول کرتا  
ہوں۔

تاہم خدا کے بندوں کو خدا ہی سے دعا کرنا چاہئے کیونکہ وہ ان سے  
بالکل قریب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو  
ذکر و دعائیں چلائے دیکھا تو یہ کہہ کر منع کیا:

اے لوگو! قابو میں رہو، تم کسی ہرے یا غیر موجود  
کو نہیں پکار رہے ہو، تم سمیع و قریب کو پکار  
رہے ہو، جسے تم پکار رہے ہو وہ تم سے  
تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب  
ہے۔

إيها الناس اربعوا على انفسكم  
فانكم لاتدعون صم ولا غائباً،  
انما تدعون سميعاً قريبا، ان  
الذي تدعونه اقرب الى احدكم  
من عنق راحلته۔

اور فرمایا:

جب کوئی نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے  
نہ تھوکے، کیونکہ اللہ اس کے منہ کے سامنے  
ہے، نہ دائیں جانب تھوکے کیونکہ اس کے دائیں  
طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے، لیکن بائیں  
جانب اور اپنے پیروں کے نیچے تھوک لے۔

اذا قام احدكم الى صلاته  
فلا يبصقن قبل وجهه فان الله  
قبل وجهه، ولا عن يمينه فان  
عن يمينه ملكا، ولكن عن يساره  
وتحت قدمه۔

یہ حدیث بخاری میں متعدد وجوہ سے مروی ہے۔

## ذاتِ اعلیٰ مجرباً کل سے

وہ اعلیٰ و اجل آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر متمکن ہے، اپنی مخلوق سے الگ ہے، مخلوقات میں کوئی چیز بھی اُس کی ذات کا حصہ نہیں اور نہ اُسکی ذات میں مخلوقات ہیں۔ سے کوئی چیز داخل ہے۔ وہ غنی و حمید، عرش و کرسی اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، کسی کا بھی محتاج نہیں، بلکہ وہی اپنی قدرت سے عرش اور اُس کے اٹھانے والوں اور تمام جہانوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔

## مالک السموات والارض

اُس ذات برتر نے کائنات کے درجے اور طبقے بنا دئے ہیں مگر نہ اعلیٰ کو اونچی کا محتاج کیا ہے اور نہ ادنیٰ کو اعلیٰ کا۔ وہ خود سب سے بلند و ارفع ہے، رب السموات والارض ہے اور ویسا ہے جیسا خود اُس نے اپنے متعلق فرما دیا ہے:

انہوں نے خدا کی ویسی قدرت کی جیسی کرنا چاہئے  
کتنی، حالانکہ قیامت کے دن، ساری زمین  
اُس کی منگھلی میں ہوگی اور آسمان اُس کے ہاتھ  
میں پیٹے ہوں گے، اُس کی ذات ان کے شرک  
سے پاک اور برتر ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ  
كَأَنَّهُمْ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ  
بِيَمِينِهِ، سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى عَمَّا  
يُشْرِكُونَ - (۴۷: ۳۹)

## سب سے بے نیاز و یگانہ

وہ ذات والا اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے کہ اُسے کوئی اٹھائے، سنبھالے، سہارا دے، مدد دے، بلکہ وہ فرد و یگانہ ہے، مستغنی و بے پروا ہے نہ اُسے کسی نے جنا ہے نہ اُس نے کسی کو جنا ہے، وہ بے نظیر ہے، واحد و احد ہے، سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا بھی محتاج نہیں، بلکہ وہ خود سب کا آقا اور سب کا دینے والا ہے۔



## توحید قولی و عملی

یہ تمام مباحث دوسرے مقامات میں مفصل گزر چکے ہیں جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی قولی و عملی توحید پر پوری طرح روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ لیکن یہاں بھی ایک اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ توحید قولی سورہ قل هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ میں ہے اور توحید عملی سورہ قل يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ میں ہے۔ یہی وہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سورتیں نماز فجر اور سنت طواف وغیرہ میں پڑھا کرتے تھے۔

یہاں دونوں نمازوں میں ذیل کی آیتیں بھی اکثر تلاوت کرتے تھے۔

### اللہ کا سب سے بڑا احسان

چنانچہ پہلی رکعت میں پڑھتے:

قُولُوا: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنزِلَ  
اِلَيْنَا وَمَا اُنزِلَ اِلَىٰ اٰبِرٰهِيْمَ  
وَاسْمٰعِيْلَ وَاقْتٰنَ وَمُوسٰى  
وَہٰرُونَ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى  
بِحٰمِيْمٍ وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّنَ مِنْ  
رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ  
وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْهُمْ  
سَمَّيْنٰهُنَّ اٰيٰتٍ لِلْعٰلَمِيْنَ (۱۳۶:۲)

اور دوسری رکعت میں پڑھتے:

قُلْ: يٰۤاٰمَنُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا  
كُنَّا رٰسِمِيْنَ لِقَوْلِكَ  
فَاغْفِرْ لَنَا وَاغْفِرْ لِمَنْ  
كُنَّا رٰسِمِيْنَ لِقَوْلِكَ

شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا  
 أَمْرًا بِنَايَمٍ دُونَ اللَّهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا  
 فَقُولُوا: اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔  
 (۶۴ : ۳)

اُس کا مشرک نہ بنائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم  
 میں سے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، اگر تم اسے  
 نہ مانو تو ان سے کہہ دو کہ گواہ رہو ہم اللہ کے  
 فرمانبردار ہیں۔

پہلی آیتوں میں قولی ایمان اور اسلام بیان کیا گیا ہے اور دوسری آیتوں میں  
 اسلام اور عملی ایمان موجود ہے۔ اللہ کا اپنے بندوں پر جو احسان سب سے بڑا ہے،  
 وہ اسلام و ایمان ہے اور وہ ان دونوں آیتوں میں بدرجہ اتم موجود ہے۔  
 یہ وہ استفتار اور اس کا جواب ہے جسے میں نے یہاں پیش کر دیا ہے۔  
 سمجھا کیونکہ اس میں اختصار کے ساتھ اہم مقاصد، مفید قواعد اور توحید پر روشنی  
 ڈالی گئی ہے۔ توحید ہی قرآن اور ایمان کی تمام کتابوں کی جان ہے اور بحث  
 کی وسعت اور عبارتوں کی بوقلمونی نہایت اہم اور بندوں کے دینی و دنیاوی  
 منافع کے لئے از حد مفید ہے۔ واللہ اعلم!



کتابت تنظیم محمد حسین رحمان پورہ راوی روڈ لاہور